الرّفیقُ الفصِیح
لمشکوٰۃ المَصَابِیح
جلد ۱۳
افادات
حضرت علاّمہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ
شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد
مرتب
محمد فاروق غفرلہٗ
ڈیزائننگ و کمپوزنگ:
مجیب الرحمٰن قاسمی 7895786325

S.R.Waraq-13

الرفیق الفصیح
لمشکوٰۃ المصابیح

جلد ۱۳

افادات

حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ

شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد

مرتب

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

تفصیلات

نام کتاب......الرفیق الفصیح لمشکوٰۃ المصابیح ج:۱۳

افادات......حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ

مرتب......محمد فاروق غفرلہٗ خادم جامعہ محمودیہ میرٹھ

کمپوزنگ......مجیب الرحمن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ہذا

سن اشاعت......۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

صفحات......۵۸۸

قیمت

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

فہرست

الرفیق الفصیح

لمشکوٰۃ المصابیح

جلد: سیزدہم

S.R.Waraq-13

اجمالی فہرست

الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح

جلد سیزدہم

تـم

الجزء الثالث عشر بحمد اللہ تعالیٰ واحسانہ

وتوفیقہ تعالیٰ وبمنہ وکرمہ ویلیہ الجزء الرابع عشر

اولہ کتاب المناسک ان شاء اللہ تعالیٰ

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت

التواب الرحیم بحرمۃ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

تفصیلی فہرست
الرفیق الفصیح لمشکوٰۃ المصابیح ۱۳

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
	کتاب الدعوات	
۲۹	(دعاؤں کا بیان)	۱
۳۰	دعاء کی فضیلت	۲
۳۱	دعاء کا حکم	۳
۳۲	آداب دعاء..	۴
۳۵	جامع ترین دوماً ثور دعائیں	۵
۳۶	کونسی دعا قابل قبول ہے؟	۶
۳۷	دعاء افضل ہے یا ترک دعاء وتفویض؟ (رضا بقضاء)..	۷
۳۸	قائلین تفویض (ترک دعاء) کی دلیل	۸
۳۹	عارفین کی دعاء عبادت کا مغز ہے..	۹
	﴿الفصل الاول﴾	
۴۰	حدیث نمبر ﴿۲۱۱۹﴾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت	۱۰
۴۱	اشکال مع جواب..	۱۱

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲۶۷	حدیث نمبر﴿۲۲۰۳﴾تسبیح وتحمید کی فضیلت	۱۶۰
۲۶۹	مروجہ تسبیح کا جواز	۱۶۱
۲۷۲	حدیث نمبر﴿۲۲۰۴﴾صبح وشام کا ذکر	۱۶۲
۲۷۴	حدیث نمبر﴿۲۲۰۵﴾ترازو کو بھرنے والے کلمات	۱۶۳
۲۷۵	حدیث نمبر﴿۲۲۰۶﴾آسمان کے دروازے کھل جانا	۱۶۴
۲۷۵	حدیث نمبر﴿۲۲۰۷﴾تسبیحات جنت کے درخت ہیں	۱۶۵
۲۷۶	اشکال مع جوابات	۱۶۶
۲۷۸	حدیث نمبر﴿۲۲۰۸﴾اورادواذکار کو انگلیوں پر پڑھنا	۱۶۷
	﴿الفصل الثالث﴾	
۲۸۰	حدیث نمبر﴿۲۲۰۹﴾بہترین ورد	۱۶۸
۲۸۱	حدیث نمبر﴿۲۲۱۰﴾تسبیح سے گناہوں کا جھڑنا	۱۶۹
۲۸۳	حدیث نمبر﴿۲۲۱۱﴾حوقلہ کی فضیلت	۱۷۰
۲۸۴	حدیث نمبر﴿۲۲۱۲﴾حوقلہ ننانوے بیماریوں کا علاج ہے	۱۷۱
〃	حدیث نمبر﴿۲۲۱۳﴾جنت کا خزانہ	۱۷۲
۲۸۵	حدیث نمبر﴿۲۲۱۴﴾چار کلمات کی حقیقت	۱۷۳
۲۸۶	فضائل ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“	۱۷۴
	باب الاستغفار و التوبۃ	
۳۰۳	(مغفرت طلب کرنے اور توبہ کا بیان)	۱۷۵
۳۰۷	وجہ تسمیہ	۱۷۶

Jild-13

Jild-13

کتاب الدعوات

(دعاؤں کا بیان)

رقم الحدیث: ۲۱۱۹؍تا۲۱۵۳؍

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

کتاب الدعوات
(دعاؤں کا بیان)

دعوات دعوۃ کی جمع ہے جو دعا اور پکار کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ مفردات فی غرائب القرآن (ص:۱۷۰) میں فرماتے ہیں: لفظ دعاء اور نداء ہم معنی ہیں۔ البتہ نداء کا اطلاق عام ہے۔ اس پر بھی ہوتا ہے کہ حروف نداء ''یا، ایا'' وغیرہ کے ساتھ کسی اسم (منادی) کو ملا کر کسی کو پکارا جائے مثلاً یا فلاں اور اس پر بھی ہوتا ہے کہ صرف حروف نداء کے ذریعہ سے بغیر نام لئے یا وأیا وغیرہ کہہ کر کسی کو پکارا جائے اور منادی مذکور نہ ہو جب کہ دعاء کا اطلاق عام نہیں۔ بلکہ دعاء کا لفظ صرف اس وقت بولا جاتا ہے جب حرف ندا کے ساتھ منادی بھی مذکور ہو جیسے یا فلاں'' کبھی لفظ دعاء اور لفظ نداء ہم معنی بھی استعمال ہوتے ہیں: ''قال تعالیٰ: كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَّنِدَاءً'' (سوۃ البقرۃ:۱۷۱) [ان کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص ان (جانوروں) کو زور زور سے بلائے، جو ہانک پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے۔] (آسان ترجمہ)

لفظ دعاء تسمیہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: ''دَعَوْتُ إِبْنِيْ زَيْداً'' أي سَمَّيْتُهٗ یعنی میں نے اس کا نام زید رکھا۔ قال تعالیٰ: ''لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً'' (سورۃ النور: ۶۳) یعنی تعظیم اور توقیر کی خاطر یا محمد! کہہ کر نام کے ساتھ نہ پکارو۔

اسی طرح لفظ ''دعاء'' سوال اور مانگنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قَالَ تَعَالیٰ: ''قَالُوْا اُدْعُ لَنَا

رَبَّكَ" (سورۃ البقرۃ:۷۰) [انہوں نے (پھر) کہا: کہ آپ اپنے رب سے درخواست کیجئے۔] (آسان ترجمہ)

اس وقت اس کا مطلب ہوگا: "طلب الادنی بالقول من الأعلی شیئا علی جهة الاستکانة" یعنی قول کے ذریعہ سے ادنیٰ کا اعلیٰ ذات سے کسی چیز کو بطریق عاجزی طلب کرنا۔ (مرقاۃ: ۵/۳۳)

دعاء کی فضیلت

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ نے عبدیت اور عبادت کو بتلایا ہے۔ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" (سورۃ الذاریات: ۵۶) [اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سواء کسی اور کام کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔] (آسان ترجمہ)

اور عبدیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی تذلل، بندگی، لاچاری اور محتاجی کا پورا پورا اظہار ہو اور اس کے در کی فقیری وگدائی اس یقین کے ساتھ ہو کہ سب کچھ اسی کے قبضہ واختیار میں ہے اور دعاء چونکہ عبدیت کا جوہر اور خاص مظہر ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت بندے کا ظاہر و باطن عبدیت میں ڈوبا ہوتا ہے اور یہی مقام عبدیت ہے جو مقصود اصلی ہے اور تمام مقامات میں اعلیٰ و برتر ہے، حتی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جن کمالات وامتیازات سے نوازا گیا ان میں سب سے بڑا امتیاز وکمال عبدیت کاملہ کا مقام ہے۔ کیونکہ ہر چیز اپنے مقصد کے لحاظ سے کامل یا ناقص سمجھی جاتی ہے اور عبدیت کے مقام میں جو کہ مقصود اصلی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق میں کامل ترین اور سب کے امام ہیں۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشرف المخلوقات اور افضل کائنات ہیں۔

اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں جہاں جہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند ترین خصائص وکمالات اور اللہ تعالیٰ کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خاص الخاص انعامات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں معزز ترین لقب کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد ہی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ اسراء میں فرمایا گیا ہے: "سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِهٖ" (سورۃ الاسراء:۱) [پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔] (آسان ترجمہ)

پھر اسی سفر معراج کی آخری منزل کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ نجم میں فرمایا گیا: "فَأَوْحىٰ إِلىٰ عَبْدِهٖ مَا أَوْحىٰ" (سورۃ النجم:۱۰) [اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی وہ نازل فرمائی۔] (آسان ترجمہ)

اور نعمت عظمیٰ قرآن کریم کی تنزیل کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ فرقان میں فرماتے ہیں:

"تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلىٰ عَبْدِهٖ" (سورۃ الفرقان:۱)

[بڑی شان ہے اس ذات کی جس نے اپنے بندے پر حق و باطل کا فیصلہ کر دینے والی یہ کتاب نازل فرمائی۔] (آسان ترجمہ)

اسی طرح سورۂ کہف میں ارشاد ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ" (سورۃ الکہف:۱)

[تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔] (آسان ترجمہ)

چنانچہ دعاء کو بھی اس صفت کاملہ کے جوہر ہونے کی بنیاد پر عبادت کا مغز اور جوہر کہا ہے۔ کیونکہ عبادت کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خضوع و تذلل اور اپنی بندگی و محتاجی کا اظہار اور دعا کا جزو وکل اور ظاہر و باطن یہی ہے۔ لہٰذا دعا بلاشبہ عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال و اوصاف میں غالب ترین وصف اور حال دعا کا ہے اور امت کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ روحانی دولتوں کے جو عظیم خزانے ملے ہیں، ان میں سب سے بیش قیمت خزانہ ان دعاؤں کا ہے جو مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیں، یا امت کو ان کی تلقین فرمائی۔

دعاء کا حکم

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ دعاء مستحب اور مسنون ہے۔ (شرح طیبی: ۳۰۰/۴) قرآن و سنت کے بے شمار نصوص سے اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی دعائیں منقول ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کی دعائیں نقل کی ہیں۔

البتہ بعض صوفیاء کی رائے یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہئے۔ خود کچھ نہیں مانگنا چاہئے بلکہ قضاء وقدر پر اکتفا کرتے ہوئے سکوت اور تفویض اختیار کرنا افضل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: "حَسْبِي عَنْ سُوَالِيْ عِلْمُه بِحَالِي" [اس کو میرے حال کا علم مجھ کو میرے سوال سے کافی ہے۔] (التعلیق: ۳/۴۴)

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے دعاء کرنے کو افضل کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ دعاء فی نفسہ عبادت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے: "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" [دعا عبادت کا مغز ہے۔] (سنن ترمذی: ۵/۴۵۶، کتاب الدعوات، رقم الحدیث: ۳۳۷۱) اور ظاہر ہے کہ "إتيان بالعبادة" اولیٰ ہے ترک عبادت سے۔

اور جو حضرات فرماتے ہیں کہ سکوت اور تفویض افضل ہے وہ اس بناء پر کہ رضاء بالقضاء ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مقرر ہوتا ہے وہی ملتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: "من شغله ذكري عن مسئلتي أعطيته افضل ما أعطي السائلين" [جس کو میرا ذکر میرے سوال سے مشغول کردے اس کو میں ان سے افضل عطا کرونگا جو میں سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں۔] (سنن ترمذی: ۵/۱۸۴، باب: ۲۵، کتاب فضائل القرآن، رقم الحدیث: ۲۹۲۶)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ دعاء کرنا تفویض کے منافی نہیں بلکہ زبان سے تو دعاء کریں اور عاجزی کا اظہار کریں اور دل سے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی بھی ہوں اور توکل کے جذبات بھی ہوں تاکہ دونوں پر عمل ہوجائے۔

آدابِ دعاء

اس باب کی احادیث سے جو آداب دعاء مستفاد ہورہے ہیں ان میں سے بعض نمایاں یہ ہیں:

(۱)...... دعاء کی ابتداء ایسی ہونی چاہئے کہ اولاً داعی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بجالائے، پھر صلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اپنا مقصود اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

(۲)......گو دعاء بغیر رفع یدین کے بھی ہوتی ہے اور ہمیشہ رفع یدین کا موقع بھی نہیں ہوتا لیکن بہر حال رفع یدین کے ساتھ دعاء کرنے میں اہتمام زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ شرمیلے ہیں اس بات سے شرماتے ہیں کہ کوئی بندہ ان کی طرف ہاتھ پھیلائے اور وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹادیں۔

(۳)......جب رفع یدین کے ساتھ دعاء کی جائے تو دعاء کے ختم پر اپنے ہاتھوں کو چہرے اور آنکھوں پر پھیرلے تفاؤل کے طور پر کہ گویا ہمیں کوئی چیز ملی ہے جس کو ہم اپنی آنکھوں سے لگا رہے ہیں۔ اور اس کی قدر کررہے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: "اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ" [اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اس حالت میں کہ تم کو دعا قبول ہونے کا یقین ہو۔]

(۴)......رفع یدین اس طرح کرے کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں اور ان کی پشت زمین کی طرف۔ اکثر علماء کی رائے تو یہی ہے، اور بعض علماء کی رائے جن میں شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں یہ ہے کہ جو دعا جلب خیر اور منفعت کے لئے ہو اس میں تو اسی طرح ہونا چاہئے۔ اور جو دعاء دفع شر کے لئے ہو اس میں بہتر یہ ہے کہ ظہور کفین الی السماء ہوں اور بطون کفین الی الارض۔ اور اس میں قلب حال کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ استسقاء کے خطبہ میں تحویل رداء کرتے ہیں۔

(۵)......لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ یعنی دعاء عزم اور پختگی کے ساتھ مانگنی چاہئے۔ اس طرح نہ کہے کہ یااللہ اگر تو چاہے تو ایسا کردے غرض کہ کمال احتیاج کا اظہار ہونا چاہئے۔ دعا میں تعلیق بالمشیۃ کو بعض نے مکروہ اور بعض نے حرام لکھا ہے۔ لہٰذا بہت کوشش کے ساتھ دعاء مانگنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی پوری امید رکھنی چاہئے اس لئے کہ اس کی دعاء کریم ذات سے ہے بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی کو اپنی تقصیر کا احساس مانع دعاء نہ ہونا چاہئے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی بدترین مخلوق ابلیس کی بھی دعاء رد نہیں فرمائی۔ "قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَO قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَO" (سورۂ ص: ۸۰، ۷۹) [اس نے کہا: میرے پروردگار! پھر تو مجھے اس دن تک کے لئے (جینے کی) مہلت دیدے جس دن

لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اللہ نے فرمایا: چل! تجھے ان لوگوں میں شامل کرلیا گیا ہے جنہیں مہلت دیجائے گی۔] (آسان ترجمہ)

(۶)...... "كَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ" [آنحضرت ﷺ جامع دعا پسند فرماتے تھے۔] ایسی دعائیں اختیار کرے جو خوب جامع ہوں یعنی مقاصد دارین پر مشتمل ہوں یا یہ کہ جمیع مومنین ومؤمنات کے لئے ہوں یا یہ کہ جملہ آداب دعاء پر حاوی ہوں اس لئے کہ دعاء احکم الحاکمین سے کی جارہی ہے۔ اس لئے فضولیات کی دعاء یا ایسی دعاء جس میں فضول الفاظ ہوں خلاف ادب ہے۔ سب سے جامع اور مانع دعائیں وہی ہوسکتی ہیں جو ماثور اور منقول ہیں اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کوئی انسان فصیح اور بلیغ اور زیادہ علم رکھنے والا نہیں ہوسکتا۔ صاحب منہل نے چند جامع دعائیں نمونۃً لکھی ہیں:

(۱)...... رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

[اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی بھلائی۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔] (آسان ترجمہ)

(۲)...... اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

[اے اللہ! اپنے حلال کے ذریعہ اپنے حرام سے میری کفایت فرما اور اپنے فضل کے ذریعہ اپنے ماسوا سے مجھ کو بے نیاز کردے۔]

(۳)...... اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ۔

[اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول وعمل کا سوال کرتا ہوں۔ اور جہنم اور جہنم سے قریب کرنے والے قول وعمل سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

(۴)...... اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا

لَمْ اَعْلَمْ۔ ﴿منہل﴾

[اے اللہ! میں تجھ سے دنیوی واخروی جس کو میں جانتا ہوں اور جسکو نہیں جانتا پوری پوری خیر کا سوال کرتا ہوں۔]

جامع ترین دو ماثور دعائیں

علماء نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کی دعاؤں میں سب سے جامع مذکورہ بالا دعاؤں میں سے پہلی دعاء: "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً الخ" ہے۔

اور ادعیۂ ماثورہ من الحدیث میں سب سے جامع دعاء وہ ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے ہمیں بہت سی دعائیں سکھائی ہیں مگر وہ سب یاد نہیں ہیں تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں تم کو ایسی دعاء بتاتا ہوں جو تمام دعاؤں کو جامع ہے۔ "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" (قال الترمذی هذا حديث حسن غريب وفی تحفة الاحوذی: ۲۶۶/۴، واخرجه الطبرانی فی الکبير) [اے اللہ! ہم تجھ سے اس تمام خیر کا سوال کرتے ہیں جس کا تجھ سے تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا۔ اور اس تمام شر سے تجھ سے پناہ چاہتے ہیں جس سے تجھ سے تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ چاہی۔ اور تجھ سے ہی مدد چاہی جاتی ہے۔ اور تجھ ہی پر ہر امر کی انتہا ہے۔ اور گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی ہمت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔]

اس دعا کی جامعیت میں کوئی کلام نہیں جیسا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں۔ تحفۃ الاحوذی میں علامہ شوکانی سے نقل کیا ہے: "ولا شئ اجمع ولا انفع من هذا الدعاء"

[اور کوئی دعا اس دعا سے نہ زیادہ جامع ہے نہ اس سے زیادہ نفع بخش ہے۔] ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ بھی اس دعا کے بڑے معتقد تھے اور اس کی بہت زیادہ ترغیب فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ جو اس دعاء کے راوی ہیں ان کا بڑا احسان مانتے تھے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنی بڑی جامع دعاء دریافت کر کے ہم تک پہنچائی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں مکتوب الیہ کے حق میں دعائیہ کلمات اس طرح تحریر فرمائے: ''اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی حلاوت نصیب فرمائے۔ دراصل تنگی اور مشقت کوئی چیز نہیں اگر دل میں حلاوت ہو اور حلاوت مرتب ہوتی ہے صبر و شکر پر۔ پس میرے خیال میں یہ دو چیزیں بنیادی اور معیاری ہیں۔ حدیث شریف کی دعاء ہے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا'' [اے اللہ! مجھ کو بہت زیادہ صبر کرنے والا بنا دے اور بہت زیادہ شکر کرنے والا بنا دے۔] نیز حدیث شریف میں ہے: ''مَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً اَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ'' [کسی کو کوئی عطیہ صبر سے زیادہ وسیع نہیں دیا گیا۔] صبر کا میدان اتنا وسیع ہے کہ تمام مصائب اور ناخوشگوار باتوں کو لپیٹ کر رکھ دیتا ہے۔''

(۷)...... یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَالَمْ یَعْجَلْ'' [تم میں ہر ایک کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک جلدی نہ مچانے لگے۔] دعا میں جلد بازی نہ کرے کہ یہ کہنے لگے کتنے روز سے دعاء کر رہا ہوں اب تک قبول نہیں ہوئی، اگر ایسا سوچے گا یا زبان سے کہے گا تو پھر قبولیت دعاء کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔

کونسی دعا قابل قبول ہے؟

علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں قبولیت دعاء کے بارے میں ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا قول ''اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ'' [مجھ کو پکارو میں تمہاری سنوں گا۔] اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے لیکن اس کے قلب میں ایک ذرہ برابر اعتماد ہوا اپنے

مال پر یا جاہ پر یا اپنے دوست واحباب پر یا اپنی کوشش پر تو اس نے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کو صرف اپنی زبان سے پکارا ہے دل سے نہیں اور اس کے قلب کا اعتماد اپنے مقصود کی تحصیل میں غیر اللہ پر ہے اور اگر آدمی اللہ تعالیٰ کو ایسے وقت میں پکارے جس میں اس کا قلب قطعاً غیر اللہ کی طرف ملتفت نہ ہو تو پھر ظاہر یہ ہے کہ اس کی دعاء ضرور قبول ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اسم اعظم کے ساتھ دعا کرتا ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کسی نے ان سے اسم اعظم کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کونسا ہے تو انہوں نے فرمایا: کہ اسم اعظم لفظ "اللہ" ہے۔ لیکن اس کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ "ان تقول اللہ و لیس فی قلبک سواہ" [تم اللہ کو اس طرح پکارو کہ تمہارے دل میں اس کے ماسوا کچھ نہ ہو۔] معلوم ہوا اصل چیز دعاء میں توجہ اور کمالِ احتیاج وافتقار الی اللہ ہے۔

دعاء افضل ہے یا ترک دعاء وتفویض؟ (رضا بالقضاء)

اس کے بعد آپ سمجھئے کہ جمہور علماء کی رائے تو یہی ہے کہ دعا مانگنا سنت ہے اور وہ عین عبادت ہے۔ لیکن بعض صوفیاء کو اس سے اتفاق نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ترک دعاء وتفویض اولیٰ ہے۔ "عِلْمُهٗ بِحَالِيْ اَوْلٰى مِنْ سُوَالِيْ" [اس کا میرے حال کو جاننا میرے سوال سے زیادہ بہتر ہے۔] یہ حضرات فرماتے ہیں تسلیم اور رضا بالقضا اصل ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ دوسروں کے لئے تو دعا اولیٰ ہے۔ اور اپنے حق میں تفویض اختیار کرنا اولیٰ ہے۔ یا یہ کہئے کہ اگر اپنے ساتھ دعاء میں دوسروں کو بھی شریک کرے تب تو دعاء کرنا اولیٰ ہے ورنہ تفویض اولیٰ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کسی وقت اگر کوئی خاص باعث اور محرک دعاء کا پایا جائے تب دعا اولیٰ ہے ورنہ عام حالات میں ترک دعاء اولیٰ ہے۔ جمہور کے مسلک پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے: "مَنْ شَغَلَهٗ ذِكْرِيْ عَنْ مَّسْأَلَتِيْ اَعْطَيْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اَعْطِيْ السَّائِلِيْنَ" کہ جو میرے ذکر میں مشغول ہونے کی وجہ سے مجھ سے سوال نہ کر سکے تو اس کو میں دعا کرنے والوں سے بھی زائد عطا کرتا ہوں۔ اس سے بظاہر ترک دعاء کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جواب یہ

ہے کہ ہاں جس شخص کا حال یہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے جلال وصفات کی معرفت میں استغراق رہتا ہو تو یہ حالت اس کے حق میں دعاء سے افضل ہے۔ (قسطلانی)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الباری میں کتاب الدعوات کے شروع میں ان چیزوں سے بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں:

قائلین تفویض (ترک دعاء) کی دلیل

ایک جماعت کہتی ہے ترک دعاء وسکوت اولیٰ ہے۔ اور آیت کریمہ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" [مجھے پکارو! میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔] (آسان ترجمہ) کے جواب میں وہ یہ کہتے ہیں کہ وہاں دعاء سے مراد عبادت ہے۔ اور قرینہ اس کا آخر آیت ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ۔ الآیۃ" [بے شک جو لوگ تکبر کی بنا پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔] (آسان ترجمہ) ورنہ دونوں فقرے بے ربط رہ جائیں گے۔ اسی طرح حدیث شریف "اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" کا مطلب یہی ہے کہ دعاء نام عبادت کا ہے پس اس آیت میں امر بالدعاء سے مقصود امر بالعبادت ہے، جمہور کہتے ہیں آیت کریمہ اپنے ظاہر پر ہے دعاء سے دعاء ہی مراد ہے، رہا اشکال عدم ربط کا سو اس کا جواب یہ ہے کہ دعاء ایک خاص قسم کی عبادت ہے۔ اور آیت ثانیہ میں لفظ عبادت مذکور ہے جو مطلق اور عام ہے جب عام کا انتفاء ہوگا تو خاص کا انتفاء بطریق اولیٰ ہوگا۔ آگے حافظ لکھتے ہیں کہ ابو القاسم قشیری (جو مشاہیر صوفیاء و اکابر اولیاء میں سے ہیں) نے اپنے رسالہ (رسالہ قشیریہ) میں اس مسئلہ میں اختلاف لکھا ہے اور مسلک جمہور یعنی اختیار دعاء ہی کو ترجیح دی ہے۔

اور تیسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ بعض کہتے ہیں اولیٰ یہ ہے کہ زبان سے تو داعی ہو اور قلب سے راضی بقضاء ہو اور پھر انہوں نے اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ جس وقت سالک اپنے دل میں اشارہ پائے دعاء کا تو دعاء اولیٰ ہے اور جس وقت اشارہ پائے ترک دعاء کا اس وقت ترک دعاء اولیٰ ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں ان ہی کا

اشارہ قلبی معتبر ہے عام لوگوں کے لحاظ سے تو پہلا قول ہی بہتر ہے۔ "اَلدُّعَاءُ بِاللِّسَانِ وَالرِّضَاءُ بِالْقَلْبِ" [زبان سے دعا ہو اور دل سے خوش ہو]

اکمال الشیم شرح تبویب الحکم میں دعاء کے مسئلے پر صوفیاء کے طریق پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ دعاء کی حقیقت اس کے اقسام، عارف اور غیر عارف کی دعاء میں فرق ایسے ہی دعا اور ترک دعاء وتسلیم میں کس کو ترجیح ہے. بہت عمدہ مضمون ہے اس کا مطالعہ کیا جائے چند سطور اس کی یہاں نقل کرتا ہوں۔ حدیث میں وارد ہے۔ "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" [دعا عبادت کا مغز ہے۔] لیکن وہ سالک جس کو ابھی تک اپنے نفس سے خلاصی نصیب نہیں ہوئی دعاء اور سوال کرنے ہی کو مقصود سمجھنے لگے تو یہ اس کی خطاء ہے وجہ یہ ہے کہ جب تک نفس موجود ہے دعاء اور سوال میں بھی نفسانیت موجود ہے کہ نفس اپنے حظوظ اور رمزوں کا سوال کرے گا اور نیز نظر و توجہ قلب کی وہ حاجت ہوگی نہ حق تعالیٰ کی بندگی۔

عارفین کی دعاء عبادت کا مغز ہے

بخلاف عارفین کے کہ ان کی دعاء البتہ عبادت کا مغز ہے اس لئے کہ عبادت کا مقصود اظہار وافتقار واحتیاج ہے اور دعاء وسوال کرنا یہ عین افتقار اور احتیاج کا ظاہر کرنا ہے۔ پس عارف کامل کا نفس فنا ہو جاتا ہے نفسانی غرض ان کی کچھ نہیں ہوتی۔ الی آخرہ۔ (اکمال الشیم: ۶۴، الدر المنضود)

﴿الفصل الاول﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت

{۲۱۱۹} وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّيْ اِخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِيِّ اَقْصَرُ مِنْهُ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۱۱۳، کتاب الایمان، قبیل باب دعاء النبی لامتہ وبکائہ الخ، حدیث نمبر:۱۹۹۔ بخاری شریف: ۲/۹۳۲، کتاب الدعوات، باب ولکل نبی دعوۃ مستجابۃ، حدیث نمبر:۶۰۶۰۔

حل لغات: مستجابۃ: جاب (ن) جَوْبًا: طے کرنا، کاٹنا، أجاب (افعال) جواب دینا، استجاب (استفعال) دعا قبول کرنا، اختبات: خبأ (ف) خبئًا: چھپانا، پوشیدہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہر ایک نبی کے لئے ایک دعا ہے جو قبول کی جاتی ہے، چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعاء کے بارے میں جلدی کی لیکن میں نے اپنی دعاء اپنی امت کی شفاعت کی خاطر قیامت کے دن کے لئے محفوظ رکھی ہے۔ پس میری یہ دعاء اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری امت کے ہر اس شخص کو فائدہ پہنچائے گی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔

تشریح: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت دعوت کی ایذا اور تکلیف سے تنگ

آ کران کی ہلاکت کی دعاء کی، جیسا کہ حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ وغیرہم علیہم السلام نے بددعا فرمائی۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کے حق میں بددعا نہیں فرمائی۔ بلکہ ان کی ایذاء پر صبر کیا، جس کے عوض میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن قبولیت شفاعت سے نوازا جائے گا اور مراد امت سے امت دعوت ہے نہ کہ امت اجابت۔ کیونکہ امت اجابت کے حق میں کسی نبی نے بھی بددعا نہیں کی ہے۔ (طیبی: ۴/۳۶۴)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض قبائلِ عرب اور بعض افراد کے حق میں بددعا فرمائی ہے۔ چنانچہ روایت میں مذکور ہے: "اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا" اسی طرح قبیلہ رعل، ذکوان، عصیہ اور مضر کے حق میں بھی بددعا ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ" لہٰذا حدیث مذکور کی صحیح تاویل یہ ہے کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کے حق میں ایک مقبول دعاء عطا فرمائی اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کی ہلاکت کے لئے دعا کر کے دنیا ہی میں وہ دعا حاصل کی؛ لیکن میں نے وہ دعا دنیا میں حاصل نہیں کی۔ چنانچہ میں نے اپنی امت کے بعض افراد کے حق میں بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ" (سورۂ آل عمران: ۱۲۸) [پیغمبر! تمہیں اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے کیونکہ یہ ظالم لوگ ہیں۔] (آسان ترجمہ) لہٰذا میرا وہ حق جو مجھے ملا تھا قیامت تک کے لئے محفوظ ہے۔ (طیبی: ۴/۳۶۴)

اشکال مع جواب

اشکال: یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالم کے لئے رحمت ہیں، لیکن حضور علیہ السلام کا بعض قبائل یا بعض افراد کے بارے میں بددعاء فرمانا رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی معلوم ہوتا ہے۔

جواب: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن قبائل اور افراد کے بارے میں بددعا فرمائی، یا تو اس لئے کہ ان کو تنبیہ ہو جائے اور وہ اپنی سرکشی سے باز آ جائیں۔ اور یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے کافر ہونے اور ان کی بار بار کی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے وہ لوگ عذاب خداوندی کے مستحق ہو چکے تھے، جیسا کہ اس قسم کے لوگوں سے قتال بھی کیا جاتا ہے، ان کے اموال کو غنیمت بھی بنایا جاتا ہے، اور انہوں نے اپنے کفر وعناد، بغاوت و سرکشی اور بدعہدیوں کی وجہ سے خود کو اس کا مستحق بنایا۔ ان کے لئے بددعا کرنا یا ان سے قتال کرنا ہرگز رحمت کے خلاف نہیں۔ بدن کے کسی حصہ پر پھوڑا جب ناسور کی شکل اختیار کرلے اور اس کی وجہ سے بقیہ اعضاء کے بھی متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو اس پھوڑے کا آپریشن کرنا سراسر رحمت ہوتا ہے۔ اس کو کوئی عقلمند آدمی رحمت کے خلاف نہیں کہتا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: **التفسیر الکبیر: ۲۲-۲۳۰ ، تحت قولہ تعالیٰ "وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ۔"**

اشکال مع جوابات

اشکال: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ الخ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کی صرف ایک ہی دعاء مقبول ہوتی ہے باقی نہیں۔ حالانکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

جوابات: (۱)...... قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دعاء مقطوع الاجابۃ ہوتی ہے اور بقیہ دعائیں بین القبول والرد ہیں۔

(۲)...... اس دعوۃ مستجابہ سے مراد افضل دعاء ہے۔

(۳)...... ایک دعا ہر نبی کی ایسی عام ہوتی ہے کہ جس میں تمام امت شامل ہوتی ہے خواہ وہ نبی نجات کی دعا کرے یا پوری امت کی ہلاکت کی۔ یہاں وہی دعا مراد ہے۔

(۴)...... دعاء مخصوصہ مراد ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے واسطے ہوتی ہے۔

(۵)......شاہ ولی اللہ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اس دعاء سے مراد وہ دعا ہے جس کا مصدر اور منبع نبوت ہے جس کا خاصہ ہے کہ وہ پوری امت کو شامل ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص دعاء

{۲۱۲۰} **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰذَيْتُهُ شَتَمْتُهُ لَعَنْتُهُ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلٰوةً وَزَكَاةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حواله: بخاری شریف: ۲/ ۹۴۱، کتاب الدعوات، باب قول النبی من أذیته الخ، حدیث نمبر: ۶۱۱۶۔ مسلم شریف: ۲/ ۳۲۴، کتاب البر و الصلة، باب من لعنه النبی الخ، حدیث نمبر: ۲۶۰۱۔

حل لغات: بشر: انسان واحد جمع، مذکر مؤنث سب کے لئے مستعمل ہے، اذیته: اذی (ض) ایذاءً: تکلیف پہنچانا، شتمتهٗ: شتم (ن، ض) شَتْمًا: گالی دینا، لعنته: لعن (ف) لعنا لعنت کرنا۔

ترجمه: ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے اللہ! میں نے تجھ سے ایک عہد کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اس کے خلاف نہیں کریں گے، اس لئے کہ میں انسان ہوں، میں نے جس مومن کو تکلیف پہنچائی ہے، گالی دی ہے، لعنت کی ہے یا اس کو مارا ہے، تو اس کو اس کے لئے رحمت، پاکی اور قرب کا ذریعہ بنادے تا کہ آپ قیامت کے دن ان چیزوں کے ذریعہ سے اس کو اپنا قرب بخشیں۔“

تشریح: فانما انا بشر فای المؤمنین الخ: ویسے تو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے شفیق اور رحم دل تھے، کبھی کسی کو کچھ کہنا یا ڈانٹ پھٹکار کرنا یہ سب کچھ آپ کی ذات عالی سے ناممکن تھا۔ ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ٹوکا تک نہیں۔“

یہ بات اپنی جگہ متحقق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو برا کہا ہی نہیں۔ اور جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کی دعاء فرمائی ہے یہ از راہ الفت اور تواضع ہے کہ اگر بتقاضائے بشریت کبھی ایسا ہو جائے تو ان چیزوں کو اس کے لئے رحمت اور مغفرت کا ذریعہ بنا دیا جائے۔ (التعلیق:۵۴۵/۳)

فائدہ: اس دعا کی برکت سے اگر آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی مؤمن کو برا کہا ہو تو یہ برا کہنا اس کے حق میں رحمت و مغفرت اور قرب خداوندی کا ذریعہ بن جائے گا۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی امت پر رحمت و شفقت ظاہر ہے۔

یقین سے دعا کرے

{۲۱۲۱} **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی اِنْ شِئْتَ اِرْحَمْنِی اِنْ شِئْتَ اُرْزُقْنِی اِنْ شِئْتَ وَلِيَعْزِمْ مَسْأَلَتَهُ اِنَّهُ يَفْعَلُ مَايَشَاءُ وَلَا مُكْرِهَ لَهُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حوالہ: بخاری شریف: ۱۱۱۴/۲، کتاب التوحید، باب المشیۃ والارادۃ، حدیث نمبر: ۷۱۶۸۔

حل لغات: شئت: شَاءَ (ف) شیئًا: چاہنا، لیعزم: عَزَمَ (ض) عَزْمًا: پختہ ارادہ کرنا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے، اے اللہ! مجھے بخش دے اگر تو چاہتا ہے، مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہتا ہے، مجھے رزق دے اگر تو چاہتا ہے، بلکہ پختگی کے ساتھ سوال کرے۔ اس لئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔“

تشریح: دعاء مانگے تو پورے یقین کے ساتھ مانگے کہ اللہ ضرور عنایت فرمائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مصلحت سے وہ چیز نہ دے بلکہ دوسری چیز دے دے۔

وعنه: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فلا یقل اللهم اغفر ان شئت الخ: یعنی اللہ تعالیٰ کریم ہے بخیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو دیتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے جو بھی چیز مانگی جائے پورے یقین اور اعتماد سے مانگی جائے۔ اللہ ضرور دے گا۔

انه یفعل ما یشاء ولا مکره له: یعنی اللہ کی ذات قادر مطلق ہے، جس کو دینا مفید ہوتا ہے اس کو دے دیتا ہے اور جس کو دینا خود اس آدمی کے لئے وبال جان ہو، اس کو نہیں دیتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔

اذا دعا احدکم فلا یقل الخ: ابن عبدالبر نے فرمایا: کہ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ" کہنا جائز نہیں۔ حافظ فرماتے ہیں کہ ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فلا یقل کے اندر نہی تحریمی ہے۔ اور یہی ظاہر حدیث ہے؛ لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تنزیہہ پر محمول کیا ہے۔ اور یہی اولیٰ ہے۔

ولیعزم مسئلته الخ: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے یا مراد یہ ہے کہ یقین کے ساتھ دعا کرے۔ (التعلیق: ۳/۴۶)

دعاء رغبت سے مانگے

{۲۱۲۲} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فِاِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهٗ شَیْئٌ أَعْطَاهُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حواله: مسلم شریف: ۲/۳۴۲، کتاب الذکر والدعاء، باب العزم فی الدعاء الخ، حدیث نمبر: ۲۶۷۹۔

حل لغات: لیعزم: عَزَمَ (ض) عَزْمًا: پختہ ارادہ کرنا، یتعاظمہ: عَظُمَ (ک) تَعَاظَمَ (تفاعل) بڑا ہونا۔

ترجمه: ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم

میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے اے اللہ! مجھے بخش دے اگر تو چاہے بلکہ یقین اور پوری رغبت کے ساتھ دعاء کرے، اس لئے کہ اللہ کوئی چیز دیتا ہے تو یہ اس کے لئے عظیم نہیں ہے۔"

تشریح: وعنہ: یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اذا دعا أحدکم فلا یقل الخ: جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اس طرح سے نہ کہے کہ دینا ہو تو دے دیجئے نہ دینا ہو تو مت دیجئے۔ بلکہ اس طرح دعا کرنا سخت گستاخی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نہ دینے کی صورت میں اور کونسا در ہے؟ جہاں جا کر اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں لوگ دست سوال دراز کریں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بھی مانگے پختہ یقین کے ساتھ مانگے۔

فان اللہ لا یتعاظمہ شیء الخ: یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑی سے بڑی چیز مانگنے میں بھی نہ ہچکچائے۔ اس لئے کہ کوئی چیز بندے کی نظر میں خواہ کتنی ہی عظیم ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ اس کے نزدیک بہت معمولی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی چیز کا دینا، پورا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے پختگی کے ساتھ سوال کرے۔ (التعلیق: ۷۴/۳، مرقاۃ: ۶۳۵/۲)

دعاء مانگنا نہ چھوڑے

{۲۱۲۳} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ أَرَ يُسْتَجَابُ لِي فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۳۵۲/۱، کتاب الذکر والدعاء، باب بیان انہ یستجاب للداعی الخ، حدیث نمبر: ۲۷۳۵۔

حل لغات: اثم: گناہ جمع آثام، أَثِمَ (س) اِثْمًا: گناہ کرنا، یستحسر: حَسَرَ (س) حَسَرًا

وَحَسْرَةً: افسوس کرنا، استحسر (استفعال) تھکنا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی دعاء اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک وہ گناہ یا ناتا توڑنے کی دعاء نہ کرے، نیز وہ جب تک دعا میں جلدی نہ کرے، کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ''الاستعجال'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ کہے میں نے (فلاں موقع پر) دعاء کی ہے اور (فلاں موقع پر) دعاء کی ہے لیکن میں نے قبول ہوتے نہیں دیکھی، چنانچہ وہ اس وقت تھک کر بیٹھ جاتا ہے اور دعاء کرنا چھوڑ دیتا ہے۔''

تشریح: وعنه: یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

یستجاب للعبد مالم یدع باثم: یعنی دعاء کے تمام شرائط پائے جائیں تو اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتا رہتا ہے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کسی غلط کام کی دعاء نہ کر بیٹھے جیسے کوئی یہ دعاء کرے کہ یا اللہ! مجھے فلاں شخص کو قتل کرنے کی توفیق دے یا مجھے شراب پینے کی توفیق دے وغیرہ۔ اسی طرح محال اور غیر ممکن الوقوع چیزوں کی دعا کرنا۔

أو قطیعة رحم: رشتہ داروں کے ساتھ وفائی اور نبھاؤ، شریعت کی نظر میں بڑا عظیم الشان کام ہے، اس لئے کوئی شخص رشتے ناطے توڑنے کی دعاء کرے گا تو اس کی دعاء قبول نہ ہوگی، اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح سے گناہ ہے، گویا کہ اس کا تذکرہ تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے ہے۔ یعنی قطیعۃِ رحم رشتے ناطے توڑنا خود گناہ میں داخل ہے۔

مالم یستعجل: یعنی جو شخص دعا کی قبولیت میں جلدی مچاتا ہے، اس کی بھی دعا قبول نہیں کی جاتی ہے۔

یقول قد دعوت الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعجال کا مطلب یہ بتایا کہ ایک دو دفعہ آدمی، دعاء مانگ کر یہ کہنا شروع کر دے کہ میں نے فلاں فلاں موقع پر دعاء مانگی مگر میری وہ دعائیں قبول نہیں ہوئیں، وہ ایسے موقع پر تھک کر بیٹھ جاتا ہے اور دعاء کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ تو

اس کی بھی دعا قبول نہیں ہوتی، اس لئے اکتا کر دعا کرنا نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اس لئے کہ دعا ایک عبادت ہے، اس کی قبولیت معلوم ہو یا نہ ہو۔ اور رہا اجابت دعا میں تاخیر تو وہ تین وجوہ سے ہوتی ہے۔

(۱)...... بندہ جس چیز کی دعا کر رہا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک وقت متعین ہے اور وہ وقت ابھی آیا نہیں۔

(۲)...... بندہ جس چیز کو مانگ رہا ہے وہ چیز اس کے لئے دنیا میں مقدر نہیں ہے، البتہ اس کا ثواب آخرت میں مل کر رہے گا۔

(۳)...... تاخیر اس لئے ہوتی ہے تاکہ بندہ مزید الحاح وزاری کے ساتھ دعا مانگے اور الحاح وزاری میں مبالغہ سے کام لینا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور اس الحاح وزاری پر اللہ تعالیٰ بندے کو بے شمار نعمتوں اور اپنے قرب کی دولت سے نوازتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرا بندہ اسی طرح الحاح وزاری کرتا رہے اور میں اس کو نوازتا رہوں۔ اس لئے دعا اکتا کر چھوڑ دینا مومن کی شان نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے انتہائی خسارہ کی بات ہے۔ (التعلیق: ۳/۴۷)

دوسرے کے لئے غائبانہ دعاء کرنا

{۲۱۲۴} وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۵۲، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب۔ حدیث نمبر: ۲۷۳۲۔

حل لغات: لاخیه: اخ، بھائی جمع اِخوۃ واِخوان۔ ظَهْرٌ: پیٹھ۔ جمع أظهُر۔ الملک: فرشتہ جمع ملائک۔

ترجمہ: حضرت ابو درداءرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان آدمی کا اپنے مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے کی دعاء قبول کی جاتی ہے، اس کے سر کے پاس ایک متعین فرشتہ ہوتا ہے جب جب وہ اپنے بھائی کے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے تو وہ متعین فرشتہ کہتا ہے آمین اور ایسا ہی تیرے لئے۔''

تشریح: جو شخص کسی کے لئے اس کے پس پشت جو بھی دعاءِ خیر کرتا ہے فرشتے اس کی دعاء پر آمین کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ''ولک بمثل'' [یعنی اور تجھ کو بھی اللہ تعالیٰ یہی چیز نصیب فرمائے۔]

شراح نے لکھا ہے کہ پس پشت کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی کے لئے سراً دعا کرے جس کو وہ نہ سن رہا ہو اگر چہ اسی مجلس میں ہو یا اس دسترخوان پر ہو۔

اپنے لئے ملائکہ سے دعاء کرانے کی شکل

فائدہ: (۱)...... اس حدیث شریف سے مستفاد ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے کسی معاملہ میں فرشتوں سے دعا کرانا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہی دعا اپنے کسی مسلمان بھائی کے لئے اس کے پس پشت کرے۔ منہل میں لکھا ہے کہ بعض سلف سے منقول ہے کہ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (یعنی جب کسی چیز کی دعاء اپنے لئے کرنی ہوتی تو پہلے وہی دعاء کسی دوسرے کی نیت سے کرتے)۔ (الدر المنضود: ۶۴۲ / ۲، مرقاۃ: ۶۳۶ / ۲، طیبی: ۳۶۹ / ۴)

(۲)...... اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے حق میں دعا کے ساتھ اپنے دیگر عزیز واقارب کے حق میں اور اپنے والدین کے حق میں بھی دعا کریں، بلکہ پوری امت کے حق میں بالخصوص ان حضرات کے حق میں جو دینی خدمات میں مشغول ہیں۔

بددعاء کرنے کی ممانعت

{۲۱۲۵} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی أَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی أَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی أَمْوَالِکُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ سَاعَۃً یُسْئَلُ فِیْھَا عَطَاءٌ فَیَسْتَجِیْبَ لَکُمْ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ، وَقَدْ ذُکِرَ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اِتَّقِ دَعْوَۃَ الْمُظْلُوْمِ فِیْ کِتَابِ الزَّکَاۃِ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۴۱۶، کتاب الزھد، باب حدیث جابر الطویل الخ، حدیث نمبر: ۳۰۰۶۔

حل لغات: انفسکم: جمع ہے نفس کی بمعنی نفس۔ لا توافق: وَفَقَ (ض) وَفْقًا، وافق (مفاعلت) موافق ہونا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اپنی اولاد اپنے مال اور نفس پر بددعا نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ اللہ کی طرف سے تمہیں وہ گھڑی مل جائے جس میں اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرتا ہے، پس اس میں تمہاری بددعاء قبول ہوجائے۔''

تشریح: لاتدعوا علی أنفسکم الخ: یعنی آدمی اپنے نفس کی ہلاکت یا اپنی اولاد کی بربادی یا اپنے مال کی تباہی کے لئے بددعا نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنے بندوں کی پکار کو سنتے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی بعض اوقات ایسے مقرر ہیں کہ جن میں دعائیں فوراً قبول کرلی جاتی ہیں، اور ان کی تاثیر فوری طور پر عالم اسباب میں مرتب ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ اس لئے کسی وقت بھی کوئی مسلمان اپنی زبان سے ایسا کلمہ نہ نکالے جو اس کے حق میں یا اس کی اولاد کے حق میں یا اس کے مال کے حق میں کسی طرح بددعا پر مشتمل ہو کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس وقت کوئی قبولیت کی گھڑی ہو کہ جوں ہی بددعا منہ سے نکلے فوراً قبول ہوجائے اور خود وہ شخص تباہی و بربادی کا شکار ہوجائے۔ اس لئے کسی مسلمان کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ اپنے حق میں یا کسی دوسرے کے حق میں کسی قسم کی بددعا کرے۔ (التعلیق: ۳/ ۴۷)

﴿الفصل الثانی﴾

دعاء عبادت ہے

{۲۱۲۶} وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

حوالہ: مسند احمد: ۴/۲۷۶، ترمذی شریف: ۲/۱۲۶، ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرۃ، حدیث نمبر: ۲۹۶۹۔ ابوداؤد شریف: ۱/۲۰۸، ابواب الوتر، بـاب الـدعاء، حدیث نمبر: ۱۴۷۹۔ ابن ماجه شریف: ۲۷۱، ابواب الدعاء، باب فضل الدعاء، حدیث نمبر: ۳۸۲۸۔

حل لغات: العبادة: بندگی کرنا، جمع عبادات۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دعاء ہی عبادت ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ''تمہارے رب نے کہہ دیا ہے مجھ سے ہی دعا مانگو میں قبول کروں گا''

تشریح: الدعاء هو العبادة: یہاں مسندین معرفہ ہیں اور مسندین کا معرفہ ہونا مفید حصر ہوتا ہے۔ یہاں پر حصر مبالغہ کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل عبادت ہے ہی دعائ۔ عبادت کا معنی ہے اپنے آپ کو کسی عظیم ترین ہستی کے سامنے انتہاء درجہ مٹا دینا۔ اور انتہاء درجہ ذلیل کر دینا اور دعاء میں یہ چیز سب سے زیادہ پائی جاتی ہے؛ کیونکہ بندہ جب حق تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے تو وہ اقرار کرتا ہے اپنی بے بسی اور عاجزی کا کہ میں کچھ نہیں کرسکتا اور دوسری مخلوقات بھی کچھ نہیں کرسکتیں، بنانے اور بگاڑنے والی ذات صرف حق تعالیٰ کی ہے۔ دعاء کرنے والے نے اپنے آپ کو بھی اپنی نظروں سے گرادیا اور

دوسری مخلوقات کو بھی۔ یہی تذلل روح ہے عبادت کی جو دعاء میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہی مضمون اگلی حدیث شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: "الدعاء مخ العبادة" [دعاء عبادت کا مغز ہے۔]

ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم: اس آیت کریمہ میں وعدہ کیا گیا ہے کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔ اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات انسان دعا کرتا ہے، لیکن وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعاء قبول نہ ہونے کی وجہ بعض اوقات یہ ہوتی ہے کہ اس میں دعا کے شرائط وآداب موجود نہیں ہوتے۔ اگر پورے شرائط وآداب کے ساتھ دعاء کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ البتہ قبولیت کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعض اوقات قبولیت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کو وہی چیز عنایت فرمادیتے ہیں جو اس نے مانگی ہوتی ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز بندہ نے مانگی ہوتی ہے حق تعالیٰ کے علم میں وہ اس کے لئے مفید نہیں ہوتی بندہ کا علم ناقص ہے اس کو اپنے نفع نقصان کا علم نہیں ہوتا، بعض اوقات اس کی دعاء بعینہٖ قبول کرلینا خود اس کے حق میں مضر ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ" [اور اگر حق ان کی خواہشات کے تابع ہوجاتا تو آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والے سب برباد ہوجاتے۔] (آسان ترجمہ) اس لئے ایسے موقع پر وہ خواہش پوری نہ کرنا ہی قبولیت دعا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ صرف اسی پر کفایت نہیں فرماتے بلکہ اپنی رحمت سے بعض اوقات اس دعا کے بدلہ میں اس سے کوئی ایسی مصیبت اور بلا ٹال دیتے ہیں جو اس پر نازل ہونے والی ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کی یہ دعا آخرت کے لئے ذخیرہ کرکے رکھ لیتے ہیں۔ آخرت میں اس کو اس کا ثواب عطاء فرمائیں گے۔ (اشرف التوضیح: ۲/۲۷۶)

الدعاء هو العبادة الخ: جو لوگ کہتے ہیں کہ دعاء سے کچھ نہیں ہوتا وہ اس حدیث شریف سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو آیت شریفہ "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ الخ" میں دعا سے مراد عبادت ہے، دعاء نہیں۔ لہٰذا اصل مقصود انسان کا عبادت کرنا ہے۔ اور رضا بالقضاء ہے۔ جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ دعا کی تفسیر جس طرح عبادت کے ساتھ کی گئی ہے ایسی ہی بعض لوگوں نے سوال اور

ترک ذنوب کے ساتھ بھی کی ہے۔جمہور کے نزدیک اس آیت میں دعا سے مراد سوال کرنا ہی ہے۔اور عبادت کے اندر چونکہ اعظم عبادت دعاء ہے اس لئے حدیث کے اندر دعا کو عبادت کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ جیسے **الحج عرفه** چونکہ وہ حج کا رکن اعظم ہے۔علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبادت کی غرض تذلل اور خشوع ہے۔اور دعاء کے اندر بھی یہی ہوتا ہے۔(مرقاۃ:۲۳۶/۲،التعلیق:۴۸/۳)

دعاء عبادت کا مغز ہے

{۲۱۲۷} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

حواله: ترمذی شریف: ۱۷۵/۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، حدیث نمبر: ۳۳۷۱۔

حل لغات: مخ: گودا، جمع مِخَاخ۔ العبادۃ: بندگی جمع عِبَادَات۔

ترجمه: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دعاء عبادت کا مغز ہے۔“

تشریح: الدعاء مخ العبادة: یعنی دعا ہی عبادت کا مقصد اصلی ہے۔اس لئے جس طریقے سے انسان کا وجود مغز کے بغیر ناممکن ہے۔ایسے ہی دعاء کے بغیر عبادت لاحاصل ہے۔اس لئے کہ عبادت سے مقصود خدا کے سامنے انتہائی درجہ کا تذلل اور خشوع وخضوع ہے، جو دعا میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔اس لئے دعا کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے۔

دعاء کی فضیلت و برتری

{۲۱۲۸} وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْئٌ أَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۵، باب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، حدیث نمبر: ۳۳۷۰۔

ابن ماجہ شریف: ۲۷۱، ابواب الدعاء، باب فضل الدعاء، حدیث نمبر: ۳۸۲۹۔

حل لغات: اکرم: کَرُمَ (ک) کَرَماً: عزیز ونفیس ہونا، اکرام: (افعال) تعظیم کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ کے نزدیک دعاء سے زیادہ بلند مرتبے والی کوئی (دوسری) چیز نہیں ہے۔"

تشریح: لیس شیء اکرم علی اللّٰہ من الدعاء: یعنی دعاء کا اس حدیث شریف میں اہم ہونے سے مراد یہ ہے کہ دعائی، اوراد و اذکار اور عبادات کے مقابلے میں سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ دعاء کو عمومی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ ورنہ تو قرآن کریم کی آیت "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ" کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لئے یہی توجیہ کی جائے گی کہ انسان کو دوسرے انسان پر فوقیت الگ حیثیت سے حاصل ہے۔ ایسے ہی دعاء کو تمام عبادتوں پر فوقیت الگ حیثیت سے حاصل ہے، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ (التعلیق: ۳/۴۸)

دعاء سے تقدیر کا بدلنا

{۲۱۲۹} وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱/۳۵، ابواب القدر باب ماجاء لایرد القدر الا الدعاء۔ حدیث نمبر: ۲۱۳۹۔

حل لغات: لایرد: رَدَّ (ن) رَدًّا: لوٹانا، واپس کرنا، رد کرنا۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تقدیر کو صرف دعا بدل سکتی ہے اور عمر میں اضافہ صرف نیکی ہی کر سکتی ہے۔"

تشریح: ''تقدیر'' کے معنی لغت میں اندازہ کرنے کے ہیں ۔ "قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا" [اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے ۔] (آسان ترجمہ) (سورۃ الطلاق: ۳)

اور اصطلاح میں اس دنیا اور عالم کے بنانے سے پہلے ہر چیز کی ابتداء سے انتہاء تک اللہ تعالیٰ کے علم میں جو نقشہ اور اندازہ ہے اس کا نام تقدیر ہے ۔

اور ''قضاء'' کے معنی لغت میں پیدا کرنے کے ہیں: "فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ" (سورۃ فصلت: ۱۲) [چنانچہ اس نے دو دن میں اپنے فیصلے کے تحت ان کے سات آسمان بنادئے ۔] (آسان ترجمہ)

اور اصطلاح میں حق تعالیٰ شانہ کا اس کارخانۂ عالم کو اپنے نقشے اور اندازے کے مطابق پیدا کرنے کا نام قضاء ہے ۔

لیکن خدا اور بندے کے علم میں فرق ہے؛ کیونکہ بندہ بسا اوقات کسی مانع کی وجہ سے اپنے علم اور اندازے کے مطابق جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس پر قادر نہیں ہوتا ۔ اس لئے بندہ کا علم اور اندازہ غلط ہو جاتا ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس فعل کا ارادہ فرمائیں اس کو کوئی روک نہیں سکتا ۔

اشکال مع جواب

یہاں حدیث مذکور پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ قضاء تو ''الأمر المقدر'' کو کہا جاتا ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ وہ بات جو ٹل نہیں سکتی تو پھر اس حدیث شریف کا مطلب کیا ہے جس سے تقدیر کا ٹلنا معلوم ہو رہا ہے؟ اس کی کئی توجیہات کی گئی ہیں:

(۱) ...... تقدیر کی دو قسمیں ہیں: مُبرَم اور معلّق ۔ تقدیر مبرم تو اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہوتا ہے جو چیز پیش آنے والی ہوتی ہے اس میں کچھ بھی تغیر اور تبدیلی ممکن نہیں ہے ۔ مگر تقدیر معلق میں بعض اسباب کی بناء پر تغیر اور تبدیلی بھی ہوتی ہے ۔ لہٰذا اس حدیث شریف میں جس تقدیر کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ دعاء سے بدل جاتی ہے وہ تقدیر معلق ہی ہے ۔ (النبراس: ۲۹۷، فی بحث والمقتول میت باجله)

(۲)......علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقدیر سے مراد ایسی ناپسندیدہ چیز کا پیش آنا ہے جس سے انسان ڈرتا ہے، تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب بندے کو اللہ تعالیٰ دعا کرنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس سے اس ڈر والی چیز کو دور فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ''قضاء'' سے مراد مجازاً اس چیز کا واقع ہونا ہے جس سے انسان کو خوف ہوتا ہے۔ لہٰذا قضاء سے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔ (الطیبی: ۴/ ۳۰۷)

(۳)......قضاء اپنی حقیقت پر محمول ہے، لیکن رد قضاء سے مراد ہے اس کو اس طرح آسان کر دینا ہے کہ گویا قضاء نازل ہی نہیں ہوئی۔ چنانچہ بعض اوقات کسی کے لئے کوئی مصیبت مقدر ہوتی ہے وہ اس پر نازل ہو کر رہتی ہے۔ البتہ اگر وہ حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس مصیبت کے برداشت کرنے کو اس پر اتنا آسان کر دیتے ہیں کہ گویا اس پر مصیبت نازل ہوئی ہی نہیں تھی۔ اس معنی کی تائید آنے والی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں ارشاد ہے: ''اِنَّ الدُّعَاءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ'' [دعا اس کے لئے بھی نفع بخش ہے جو نازل ہو چکا اور اس کے لئے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوا۔]

کیونکہ نازل شدہ مصیبت میں دعاء کے نافع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس مصیبت کے برداشت کرنے پر اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرمائیں اور اس پر رضا کی توفیق عطا فرمائیں اور غیر نازل شدہ مصیبت میں دعا کا نفع یہ ہے کہ وہ مصیبت ٹل جائے، یا مصیبت کے نزول سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں تا کہ آنے والی مصیبت کی مشقت اس پر آسان ہو۔ (طیبی: ۴/ ۳۰۷)

وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ: نیکی کے علاوہ کوئی چیز عمر میں زیادتی نہیں کرتی۔ ''بِر'' بکسر الباء۔ احسان اور طاعت کے معنی میں آتا ہے۔

حدیث شریف کے اس جملہ میں بھی زیادتی سے مراد یا تو معنی مجازی ہیں۔ یعنی اگر نیکی و احسان کا معاملہ کیا تو اس کی عمر ضائع نہیں ہوگی، بلکہ عمر میں برکت ہوگی اسی کو زیادتی سے تعبیر کیا ہے۔

یا اس زیادتی سے مراد معنی حقیقی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا

يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ" (سورۂ فاطر:۱۱) [اور کسی عمر رسیدہ کو جتنی عمر دیجاتی ہے اور اس کی عمر میں جو کوئی کمی ہوتی ہے وہ سب ایک کتاب میں درج ہے۔] (آسان ترجمہ)

اسی طرح فرماتے ہیں: "يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ" (سورۂ رعد:۳۹) [اللہ جس (حکم) کو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) باقی رکھتا ہے اور تمام کتابوں کی جو اصل ہے وہ اسی کے پاس ہے۔ (آسان ترجمہ)

لیکن عمر کی کمی اور زیادتی تقدیر معلق کے اعتبار سے ہے۔ یعنی تقدیر میں یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اگر نیکی کرے گا تو اتنی عمر ہوگی اور اگر نہیں کرے گا تو اتنی عمر ہوگی۔ (مرقاۃ:۳۸/۵)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صورت یہ لکھی ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا جاتا ہے کہ اگر فلاں شخص نے حج یا جہاد کیا تو اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی اور اگر حج اور جہاد دونوں کئے تو اس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگی، لہٰذا اگر اس شخص نے حج بھی کیا اور جہاد بھی کیا تو اس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگی، اس طرح اس کی عمر بڑھ گئی اور اگر اس نے صرف جہاد یا صرف حج کیا تو اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی، اس طرح اس کی عمر کل عمر سے جو ساٹھ سال تھی کم ہوئی۔ (طیبی:۳۰۷/۴)

اشکال وجواب

اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اجل تو مؤخر اور مقدم نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ارشاد ہے: "إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ" (سورۂ اعراف:۳۴) [چنانچہ جب ان کی مقرر میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اس سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتے۔] (آسان ترجمہ)

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اجل مبرم میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی، اجل معلق میں ہوسکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اجل آنے کے بعد تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی، اجل آنے سے پہلے کمی وزیادتی ممکن ہے۔ (طیبی:۳۰۸/۴)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک وہ اجل جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور ایک وہ اجل ہے

جولوح محفوظ اور ملک الموت کے علم میں ہے۔پہلی والی میں تو کوئی تبدیلی نہیں آتی، البتہ دوسری میں تبدیلی آسکتی ہے۔ چنانچہ دونوں کی طرف قرآن مجید کی ان آیات میں اشارہ ہے: "یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتَابِ" (سورۂ رعد:۳۹)[اللہ جس (حکم) کو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) باقی رکھتا ہے اور تمام کتابوں کی جو اصل ہے وہ اسی کے پاس ہے۔](آسان ترجمہ)

اسی طرح "ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَهٗ" (سورۂ انعام:۲)[پھر (تمہاری زندگی کی) ایک میعاد مقرر کر دی اور (دوبارہ زندہ ہونے کی) ایک متعین میعاد اسی کے پاس ہے۔] (آسان ترجمہ) اجل اول سے ملک الموت اور لوح محفوظ والی اجل کی طرف اشارہ ہے۔جب کہ اجل ثانی سے اس اجل کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جس کا ذکر "وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتَابِ" [اور تمام کتابوں کی جو اصل ہے وہ اسی کے پاس ہے۔] اور "إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ" (سورۂ یونس:۴۹)[چنانچہ جب ان کا وہ وقت آجاتا ہے تو وہ اس سے نہ ایک گھڑی پیچھے جاسکتے ہیں نہ آگے آسکتے ہیں۔](آسان ترجمہ) میں ہے تو گویا اس سے وہ اجل مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ ٹل نہیں سکتی۔ (نفحات التنقیح:۳/۲۴۲)

دعاء دافع بلا ہے

{۲/۱۳۰} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّعَاءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف:۲/۱۹۵، ابواب الدعاء، باب:۱۱۲۔ حدیث نمبر:۳۵۴۹۔ مسند احمد:۵/۲۳۴۔

حل لغات: ینفع: نَفَعَ (ف) نَفْعًا: فائدہ پہونچانا، نَزَلَ: نَزَلَ (ض) نُزُوْلًا: اترنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ''دعاء پیش آمدہ چیزوں اور آئندہ آنے والی چیزوں (دونوں) کے لئے نافع ہے، اس لئے اے اللہ کے بندو! دعاء کو لازم پکڑو۔''

تشریح: ان الدعاء ینفع مما نزل: یعنی بلا اور مصیبت نازل ہونے کے بعد انسان اس سے رستگاری کی دعاء تمام قیود و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے عزم و استقلال سے کرتا ہے تو یقینا وہ آئی ہوئی مصیبت ٹل جایا کرتی ہے۔

و مما لم ینزل: ایسے ہی کوئی آفت آنے والی ہے آدمی پہلے سے ہی دعا مانگنا شروع کر دیتا ہے تو آنے والی آفت ٹل جاتی ہے، اور آدمی کو پتا بھی نہ چل پاتا ہے۔

فعلیکم عباد اللّٰہ بالدعاء: اس لئے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ سب لوگ دعا کرنے کو لازم پکڑیں، تاکہ ہر طرح کی آفات و بلیات سے حفاظت رہے۔

کوئی دعاء رائیگاں نہیں جاتی

{۲۱۳۱} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ أَحَدٍ یَدْعُوْا بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَاسَأَلَ أَوْکَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهٗ مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ أَوْقَطِیْعَةِ رَحِمٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۵، ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة، حدیث نمبر: ۳۳۸۱۔

حل لغات: کف: کَفَّ (ن) کَفًّا: روکنا۔ السوء: بدی جمع أَسْوَاء۔ سَاءَ (ن) سَوَاءً: برا ہونا، قبیح ہونا۔ باثم: ناجائز عمل، جمع آثام۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ سے دعاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہی چیز دے دیتا ہے، جس

کااس نے سوال کیا ہے یا اس سے اسی کے برابر کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے، جب تک وہ گناہ یا رشتہ توڑنے کی دعا نہ کرے۔"

تشریح: ما من أحد یدعو بدعاء الخ: یعنی وہ چیز اس کے لئے مقدر اور نافع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ وہی چیز دے دیتا ہے۔

أو کف عنه من السوء الخ: یعنی اگر اس کو وہ مانگی ہوئی چیز نہیں ملتی ہے تو اس آدمی سے اللہ تعالیٰ کوئی آفت اور کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے۔ اور بندہ سوچتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم: یعنی یہ قبولیت کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ وہ آدمی کسی گناہ کی دعاء نہ کر بیٹھے۔ اگر وہ گناہ یا رشتہ ناطہ توڑنے کی دعا کرے تو اس کو دعا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرنی چاہئے۔

فائدہ: معلوم ہوا دعا سے فائدہ ہی فائدہ ہے، اس لئے دعا کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ البتہ دعا کی قبولیت کی تین صورتیں ہیں:

(۱)......بعینہ وہی چیز جس کی دعا کی ہے دیدی جاتی ہے۔

(۲)......اسی کے مثل کوئی مصیبت وآفت دور کر دی جاتی ہے۔

(۳)......آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے، جو اس کو آخرت میں کام دیگی۔

اللہ سے اس کا فضل مانگو

{۲۱۳۲} وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّسْأَلَ وَأَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ انْتِظَارُ الْفَرَجِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۹۷، کتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج الخ، حدیث نمبر: ۳۵۷۱۔

حل لغات: فضل: احسان جمع فُضُوْل۔ الفرج: کشادگی، جمع فُرُوْج۔ فَرَجَ (ض) فَرْجًا۔ کشادہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے اس کا فضل مانگو، اس لئے کہ اللہ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور بہترین عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔''

تشریح: سلوا اللہ من فضلہ: یعنی اللہ تعالیٰ سے دعاء میں اس کے فضل کو مانگو۔

فان اللّٰہ یحب أن یسأل: یعنی اللہ تعالیٰ چونکہ خالق ومالک ہے اور اپنے بندوں پر بے انتہا کریم ومہربان ہے۔ ہر قسم کے خزانوں کا مالک ہے۔ اور اس کے خزانے ایسے بھرپور لازوال ہیں کہ خرچ کرنے سے ان میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی، اس لئے وہ مانگنے سے خوش ہوتا ہے، اور مانگنے والوں کو محبوب رکھتا ہے، جو جس قدر اس سے مانگتا اور سوال کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے۔ اس لئے بندوں کو چاہئے کہ ایسے کریم ومہربان آقا سے خوب دل کھول کر مانگیں اور اپنی ہر قسم کی ضروریات کا اس سے سوال کریں اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔

وافضل العبادۃ انتظار الفرج: یعنی آدمی جب اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے اور کسی مصلحت کی وجہ سے بروقت اس کا کام نہ ہو سکے، تو ملول ہو کر لوگوں سے شکوہ شکایت کے بجائے اللہ تعالیٰ سے پرامید ہو کر اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے مزید دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات بھی پوری فرما دیں گے اور اجر بھی عطا فرمائیں گے۔ اور یہ اپنی ساری تنگیاں بھول جائے گا، یہی ہے انتظار الفرج کا مطلب کہ کشادگی کا انتظار کرتا رہے۔ اور برابر اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے، اپنی عاجزی وبے کسی کا اظہار اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا یقین اور اس کا استحضار یقیناً افضل عبادت ہے۔ (التعلیق: ۳/۵۰)

دعاء نہ کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے

{۲۱۳۳} وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۵، ابواب الدعوات، باب: ۳، حدیث نمبر: ۳۳۷۳۔

حل لغات: یغضب: غَضِبَ (س) غَضَبًا: غضب ناک ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔‘‘

تشریح: من لم یسأل اللّٰہ یغضب علیہ: عبادت کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی اور انکساری سے سر جھکانا ہے۔ اور یہ اس وقت کامل طریقے پر پایا جاتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر مانگے، یعنی اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی صورت میں کامل طور پر بندگی پائی گئی، اس لئے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی انسان دعا سے بالکل بے نیاز رہتا ہے، ایسا انسان تکبر و گھمنڈ کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔ جو کسی بھی مخلوق کے لئے روا نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ جس طرح والدین اپنی اولاد کو ہر طرح نوازنا چاہتے ہیں اور ان کو ہر طرح خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن اگر کوئی بیٹا اپنی اکڑ میں رہتا ہے اور والدین سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھتا جس کی وجہ سے والدین کی شفقتوں سے محروم ہو کر پریشانیوں کا شکار رہتا ہے اور اس کی یہ چاہت یقیناً والدین کی ناراضگی کا بھی سبب ہو جاتی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (مرقاۃ: ۲/۶۳۹)

فائدہ: اس سے اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ سے عافیت کا سوال کرو

{۲۱۳۴} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فُتِحَ لَہٗ مِنْکُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَہٗ أَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ وَمَا سُئِلَ اللّٰہُ شَیْئًا یَعْنِی أَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ أَنْ یُسْأَلَ الْعَافِیَۃَ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۵/۲، ابواب الدعوات، باب: ۱۱۲، حدیث نمبر: ۳۵۱۵۔

حل لغات: فتح: فَتَحَ (ف) فَتْحًا: کھولنا، باب: دروازہ جمع ابواب۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جس کے لئے دعاء کا دروازہ کھل گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ اور جب اللہ سے کوئی چیز مانگی جائے تو اللہ کو زیادہ پسند ہے کہ عافیت مانگی جائے۔“

تشریح: من فتح لہ منکم باب الدعاء الخ: یعنی جس شخص کو دعاء کرنے کی توفیق ہو اور وہ خوب دعاء کرتا ہو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اس لئے کہ جب زیادہ دعاء کرے گا تو اس کی دعائیں بھی قبول ہوں گی اور اس کی پریشانیاں بھی دور کی جائیں گی۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شخص کو کوئی عظیم سلطنت والا عادل و مہربان اور انتہائی سخی بادشاہ براہ راست اپنے سامنے اپنی ہر قسم کی ضرورت سے متعلق درخواست پیش کرنے کی اجازت دیدے اور وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے اور اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت بادشاہ کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے، بادشاہ اس کی ضروریات پوری کرتا رہتا ہے اور اس کو مزید اپنے فضل و انعام سے نوازتا رہتا ہے۔ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اجازت اور اس کا اس پر عمل یقیناً بہت بڑی نعمت و رجعت ہے۔

وما سئل اللہ شیئا یعنی احب الخ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اکثر کتب حدیث میں لفظ ”یعنی“ نہیں ہے۔ ”ویوید ما قلنا ان لفظ ”یعنی“ غیر موجود فی اکثر کتب الحدیث کالحصین وغیرہ“ (مرقاۃ: ۶۳۹/۲) اس لئے یعنی کو نظر انداز کر کے ہی ترجمہ اور مطلب بیان کرنا چاہئے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعاء کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔

اس لئے کہ اس مختصر لفظ میں دین و دنیا کی تمام بھلائیاں جمع ہوگئی ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

فراخی کے ایام میں زیادہ دعاء کرے

{۲۱۳۵} وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۷۵، ج ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، حدیث نمبر: ۳۳۸۲۔

حل لغات: سرہ: سَرَّ (ن) سُرُوْرًا: خوش ہونا، الشدائد: جمع ہے شدۃ کی بمعنی مصیبت، الرخاء: رَخا (ن) رَخَاءً: زندگی کا آسودہ ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ مصیبت کے وقت اس کی دعاء قبول کرے تو اس کو چاہئے کہ فراخی کے ایام میں زیادہ دعاء کرے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو آسودہ حال بنایا ہے ان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالائیں اور خوب خوب دعاء کریں۔ تاکہ مصائب کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرے۔ لہٰذا جس شخص کی یہ تمنا ہو کہ اللہ تعالیٰ مصائب کے ایام میں اس کی دعاء قبول کرے اس کو چاہئے کہ فراخی کے ایام میں خوب خوب دعاء کیا کرے۔ تاکہ سمجھا جاسکے کہ یہ شکرگذار بندہ ہے۔ اور یقیناً شکرگذار بندہ ناشکرے کے مقابلہ میں زیادہ قابل قدر ہوتا ہے۔ ایک شخص وہ ہے جو بادشاہ سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا وہ کسی پریشانی میں پھنس گیا تو درخواست لے کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ اور ایک وہ شخص ہے جو بادشاہ

سے بغیر کسی پریشانی کے خوشی کی حالت میں بھی برابر تعلق رکھتا ہے اور اس کو کوئی پریشانی پیش آ جاتی ہے اور وہ اس پریشانی کے سلسلہ میں بادشاہ سے درخواست کرتا ہے، یقیناً ان دونوں میں اور ان دونوں کی درخواستوں کے قبول کئے جانے میں بڑا فرق ہوگا۔ اسی کو حدیث پاک میں بیان فرمایا گیا ہے۔

دعاء مانگتے وقت قبولیت کا یقین ہو

{۲۱۳۶} **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْإِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۶/۲، ابواب الدعوات، باب: ۶۷، حدیث نمبر: ۳۴۷۹۔

حل لغات: موقنون: يَقِنَ (س) يَقْنًا: یقین کرنا، اعتماد کرنا۔ غافل: غَفَلَ (ن) غَفْلَةً: غافل ہونا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے اس حال میں دعاء مانگو کہ قبولیت کا یقین ہو اور جان لو اللہ تعالیٰ غافل اور کھیلنے والے دل کی دعاء قبول نہیں کرتا ہے۔''

تشریح: وعنہ: یعنی یہ روایت بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ادعوا اللّٰہ وانتم موقنون بالاجابۃ الخ: یعنی آدمی جب دعاء کرے تو دعا کے قیود وشرائط، تمام لوازمات اور حضور قلبی کے ساتھ ساتھ قبولیت پر یقین کے ساتھ ہی دعاء کرے۔ اس لئے اگر یقین اور حضور قلبی سے دعاء نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاء کو قبول نہیں فرمائے گا۔ اس لئے کہ جب خود ہی قبولیت پر یقین نہیں ہے تو پھر دینے والا کیوں دے گا۔

دوسری چیز حضور قلب کے ساتھ دعا مانگے۔ اس لئے کہ جب دل حاضر ہوگا تبھی اخلاص ہوگا۔ خشوع وخضوع ہوگا اور دل کی گہرائی سے دعا نکلے گی اور دل کی گہرائی سے نکلنے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

برخلاف غافل دل سے دعا مانگنے کے کہ حقیقت میں وہ دعا دعا ہی نہیں۔آدمی زبان سے دعا کے کلمات کہہ رہا ہے اور دل کسی دوسری طرف متوجہ ہے اور اللہ تعالیٰ دل ہی کو دیکھتے ہیں، اس لئے وہ دعا کیسے قبول ہو؟ یہ دعا تو ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے دربار میں درخواست پیش کرے اور درخواست پیش کرتے ہوئے بادشاہ کی طرف دیکھنے کے بجائے کسی دوسری طرف دیکھ رہا ہو۔ایسی حالت میں درخواست قبول کرنے کے بجائے بادشاہ اس کو سزا نہ دے یہی اس کا احسان ہے۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

{۲۱۳۷} وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ بِبُطُوْنِ أَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلُوْا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ أَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَإِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ۔ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ۔

حوالہ: ابو دائود شریف: ۱/ ۲۰۹، ابواب الوتر، باب الدعاء، حدیث نمبر:۱۴۸۶،و۱۴۸۵۔

حل لغات: بطون: جمع ہے بَطْنٌ کی بمعنی ہر چیز کا باطنی حصہ۔ أکفکم: جمع ہے کف کی بمعنی ہتھیلی، بظھورھا: جمع ہے ظَھْرٌ کی بمعنی ہر چیز کا ظاہری حصہ۔

ترجمہ: حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم اللہ سے مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطنی حصے سے مانگو اور اس کے ظاہری حصے سے نہ مانگو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے اپنی ہتھیلیوں کے باطنی حصے سے مانگو، اس کے ظاہری حصے سے نہ مانگو اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو دونوں ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر پھیر لو۔“

تشریح: دعا کے لئے آدمی جب ہاتھ پھیلائے تو اس کی ہیئت اس طرح ہو کہ دونوں ہاتھ سینے

کے برابر تک اٹھے ہوئے ہوں۔ دونوں ہتھیلیوں کے باطنی حصے کا رخ آسمان کی طرف ہو، کہنیاں پہلو سے جدا ہوں اور دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کسی قدر فاصلہ ہو۔ "فیرفعهما كالدعاء والرفع فيه وفي الاستسقاء مستحب فيبسط يديه حذاء صدره نحو السماء لأنها قبلة الدعاء ويكون بينهما فرجة" (درمختار: ۲/۲۱۵)

ولا تسألوه بظهورها الخ: اس طرح مانگنا اس لئے منع ہے کہ یہ کسی سے مانگنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم: یعنی دعا کا ایک ادب یہ ہے کہ آدمی جب دعاء سے فارغ ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لے، تاکہ رحمت کے آثار اس کے چہرے پر آجائیں۔ "**وفيه ان الجزری عد فی الحصن من جملة آداب الدعاء مسح وجهه بيديه بعد فراغه واسنده الى ابی داؤد والترمذی وابن ماجة وابن حبان والحاکم فی مستدرکه**" (مرقاۃ: ۲/٦٤٠)

ہاتھوں کی لاج رکھتا ہے

{۲۱۳۸} وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّ هُمَا صِفْرًا۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

حواله: ترمذی شریف: ۱/۱۹٦، ابواب الدعوات، باب: ۱۱۸، حدیث نمبر: ۳۵۵٦۔ ابوداؤد شریف: ۱/۲۰۹، ابواب الوتر، باب الدعا، حدیث نمبر: ۱۴۸۸۔ بیہقی فی الدعوات الکبیر، حدیث نمبر: ۱۷۰۔

حل لغات: کریم: دیالو، رحم دل، جمع کرام و کُرَمَاء۔ صِفْرًا: صَفِرَ (س) صِفْرًا: خالی ہونا۔

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا رب انتہائی باحیا اور انتہائی کریم ہے وہ اپنے بندے سے حیاء کرتا ہے کہ جب وہ اس سے ہاتھ اٹھا کر مانگے اور اللہ اس کو خالی ہاتھ واپس کردے۔''

تشریح: ان ربکم حیی کریم: ''حَیِیٌّ'' بروزن ''عَلِیٌّ'' اس میں دو ''یا'' ہیں۔اول مکسور ثانی مشدد یہ حیاء سے ماخوذ ہے۔(حیوہ سے نہیں) لیکن حیاء تو مقولہ انفعال سے ہے۔اس لئے اس سے اس کے لازمی معنی مراد ہیں یعنی احسان وانعام ''وھذا التوجیہ مشھور فی مثل ھذہ الاوصاف التی اطلق علی اللہ تعالیٰ مثل الرحمۃ والغضب۔''

ان یردھما صفرا: صِفر بمعنی خالی۔یقال بیت صفر ای خال عن المتاع ورجل صفر الیدین ای خال من الخیر۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانا اور آخر میں منہ پر پھیرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تقریباً تواتر سے ثابت ہے۔بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مصیبت کے ہٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے تو ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی تھی اور جب کوئی خیر اور بھلائی مانگتے تھے تو سیدھے ہاتھ پھیلا کر مانگتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سائل اور منگتے کو ہاتھ پھیلا کر مانگنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو خیر و برکت سے بھر دے اور یہ تب ہوگا کہ سیدھے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائیں اور اگر کوئی شخص کسی مصیبت کو ہٹانے کے لئے دعا کرے تو ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے، جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع بھی ہے اور تفاؤل بھی۔(مرقاۃ: ۴۲/۵، التعلیق: ۵۱/۳)

پہلی صورت میں تفاؤل یہ ہے کہ فقیروں کی طرح یہ پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں رہے ہیں۔رب کریم کی رحمت و برکت کا کوئی حصہ ان کو ضرور ملا ہے۔اس وجہ سے وہ پھیلے ہوئے ہاتھ آخر میں منہ پر پھیر لئے جاتے ہیں، دوسری صورت میں تفاؤل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز سے مصیبت کو دفع کردے۔(التعلیق: ۵۱/۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ اصل مقصود دعاء میں گریہ وزاری کرنا اور معبود حقیقی کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کرنا ہے اور یہ تب کامل ہوسکتا ہے جب کہ قولاً بھی اس کو اختیار کیا جائے اور عملاً بھی اختیار کیا جائے۔ چنانچہ دعاء میں باری تعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام قول کے قبیل سے ہے اور عاجزی کے لئے ہاتھ پھیلانا عمل کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی زیادہ فقر وفاقہ اور عجز کے اظہار کے لئے داعی اپنے ہاتھوں کو بہت اوپر تک اٹھاتا ہے۔ جس میں اصرار علی الخشوع اور مبالغہ فی اظہار الحاجۃ مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ صلوۃ استسقاء میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنے اوپر تک ہاتھ مبارک اٹھائے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ (التعلیق: ۵۲ / ۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ "رفع الأیدی من الاستکانۃ التی قال اللہ عزوجل: فما استکانوا لربھم وما یتضرعون" (سورۂ مومنون: ۷۶، التعلیق: ۵۲ / ۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت فصل ثالث میں آرہی ہے، اس میں انہوں نے رفع الایدی کو بدعت کہا ہے؛ لیکن وہ مطلق نہیں بلکہ اس سے مراد فوق الصدر ہے۔ چنانچہ راوی نے وہاں وضاحت کی ہے اور خود روایت میں بھی مذکور ہے۔

فوق الصدر تک اٹھانا بھی قطعی بدعت نہیں؛ بلکہ دائماً اگر اس عمل کو اختیار کیا جائے یا اکثر احوال میں تو اس التزام کی وجہ سے اس کو بدعت کہا ہے۔ کبھی کبھار تو کوئی مضائقہ نہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مہذب میں صحیحین اور دیگر کتب حدیث کی متعدد وہ روایات ذکر کی ہیں جن سے "رفع الیدین فی الدعاء" کا استحباب معلوم ہوتا ہے، اور ان سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا انکار کرنا غلط فہمی ہے۔ (شرح المہذب: ۵۰۷ / ۳)

اشکال مع جواب

البتہ ہاتھ اٹھانے پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ جہات اور مکان سے منزہ ہے تو پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا کیا مطلب؟

اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔

جواب: (۱)...... آسمان کی طرف توجہ کرنا محل تعبد کی طرف توجہ کرنا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ "العیاذ باللہ" اللہ تعالیٰ کی جہت متعین ہے۔ اس وجہ سے آسمان کی طرف توجہ ہو رہی ہے جیسا کہ نماز میں کعبۃ اللہ کی طرف توجہ ہوتی ہے اور سجدے میں زمین پر پیشانی رکھی جاتی ہے، جس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا گھر متعین ہے۔ یا اللہ تعالیٰ محل سجود میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہر گھر اور ہر محل سے منزہ ہے۔ البتہ یہ چیزیں محل عبادت ہیں جن کی تعیین اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔ اسی طرح آسمان کی حیثیت بھی دعاء میں اس طرح ہے جس طرح کعبۃ اللہ کی حیثیت نماز میں ہے گویا کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے۔ (التعلیق: ۳/۵۲)

(۲)...... آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ آسمان سے وحی، رزق، برکت اور رحمت کا نزول ہوتا ہے اسی طرح اعمال صالحہ بھی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور یہی آسمان حضرات انبیاء علیہم السلام، ملاء اعلیٰ اور جنت کا مقام ہے۔ تو ان متعدد خصوصیات کی وجہ سے تفاؤلا بھی یہ اس لائق ہے کہ اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت اور رحمت کے نزول کی امید رکھی جائے۔ (ایضاً، نفحات التنقیح: ۳/۲۴۴)

اللہ تعالیٰ کی صفت تو کریم یعنی بغیر مانگے دینے والا ہے۔ ساتھ ہی وہ باحیاء بھی ہے، ایسی صورت میں کوئی انسان جب ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو دعاء قبول کئے بغیر خالی ہاتھ واپس کرنے میں شرم آتی ہے۔ (الدر المنضود: ۲/۶۲۴)

سبحان اللہ کس قدر امید افزا حدیث ہے۔ مگر افسوس کہ ہم پھر بھی دعا میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاء کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا

{۲۱۳۹} وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ فِی الدُّعَاءِ لَمْ یَحُطَّہُمَا حَتّٰی یَمْسَحَ بِہِمَا وَجْہَہٗ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۷۶/۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی رفع الایدی عند الدعاء۔ حدیث نمبر: ۳۳۸۶۔

حل لغات: یحطهما: حَطَّ (ن) حطًّا: نیچے کرنا، اتارنا، یمسح: مَسَحَ (ف) مَسْحًا: پھیرنا۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لئے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو ان دونوں کو اپنے چہرے پر پھیرے بغیر نیچے نہیں کرتے تھے۔"

تشریح: دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کی حکمت اور تفصیل اوپر گذر چکی۔ "ذالک علی سبیل التفاؤل فکأن کفیه قد ملئتا من البرکات السماویة والانوار الالٰهیة۔" (مرقاۃ: ۶۴۱/۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعاء پسند فرماتے تھے

{۲۱۴۰} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَیَدَعُ مَاسِوٰی ذٰلِکَ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ۔

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲۰۸/۱، ابواب الوتر، باب الدعاء، حدیث نمبر: ۱۴۸۲۔

حل لغات: الجوامع: جمع ہے جامعہ کی بمعنیٰ ہمہ گیر، ید ع: وَدَعَ (ف) وَدْعًا: چھوڑ دینا۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور ان کے علاوہ کو چھوڑ دیتے تھے۔

تشریح: بات وہی پسند کی جاتی ہے جو ”ماقل و دل“ کے ضابطے کے مطابق ہو اس لئے آدمی کو دعاء کے دوران جامع کلمات استعمال کرنے چاہئے۔

جامع وہ کلمات کہلاتے ہیں جس کے الفاظ مختصر اور معانی بڑے وسیع ہوں یعنی الفاظ کم ہونے کے باوجود معانی کے اندر اتنی وسعت ہو کہ اس میں دینی اور دنیوی تمام اغراض وضروریات سمٹ کر آ گئی ہوں۔(التعلیق: ۵۳/ ۳)

غائبانہ دعاء جلد قبول ہوتی ہے

{۲۱۴۱} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ بِغَائِبٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ۔

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/ ۲۱۴، ابواب الوتر، باب الدعاء بظهر الغيب، حدیث نمبر:۱۵۳۵۔ ترمذی شریف: ۲/ ۱۹، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی دعوة الأخ لاخيه بظهر الغيب، حدیث نمبر:۱۹۸۰۔

حل لغات: أَسْرَعَ: اسم تفضیل، سَرِعَ (س) سُرْعَةً: جلدی کرنا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ دعائیں زیادہ جلدی قبول کی جاتی ہیں جو غائب غائب کے لئے کرے۔“

تشریح: یعنی غائب کی دعاء غائب کے حق میں زیادہ جلدی اس لئے قبول ہوتی ہے کہ اس صورت میں اخلاص کا عنصر وافر مقدار میں پایا جاتا ہے اور ریاکاری کی بو تک نہیں ہوتی۔ (التعلیق: ۵۳/ ۳، الدر المنضود: ۶۴۳/ ۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ غائبانہ دعا کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔

دوسروں سے دعاء کرانا

{۲۱۴۲} وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ لِيْ وَقَالَ أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا۔ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ عِنْدَ قَوْلِهٖ وَلَا تَنْسَنَا۔

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۰، ابواب الوتر، باب الدعاء، حدیث نمبر:۱۴۹۸۔ ترمذی شریف: ۱۹۶/۱، ابواب الدعوات، باب:۱۱۸، حدیث نمبر: ۳۵۶۲۔

حل لغات: العمرۃ: ایک طرح سے چھوٹا حج ہوتا ہے جمع عُمُرٌ و عُمُرَات: تنسنا: نَسِيَ: (س) نِسْيَانًا: بھلانا۔

ترجمہ: امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا: اے میرے بھائی! اپنی دعاء میں ہم کو بھی شریک کرنا اور بھلانا نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جملہ فرمایا کہ اگر مجھے اس کے بدلے میں پوری دنیا دے دی جائے تو مجھے خوشی نہ ہوگی۔ اس کو روایت کیا ابوداؤد نے اور ترمذی نے روایت کیا "ولا تنسنا" تک۔

تشریح: استأذنت النبی الخ: یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدنی زندگی میں حضرت نبی کریم ﷺ سے مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کرنے کی اجازت مانگی۔

فاذن النبی الخ: تو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ ہمیں بھی دعاء میں یاد رکھنا اور بھولنا نہیں۔ اس لئے کہ ایسے موقع پر دعائیں قبول ہوا کرتی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ عمرہ ہے جس کی انہوں نے نذر مانی تھی زمانہ جاہلیت میں۔ (منہل)

احقر کہتا ہے کہ اس عمرہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ انہوں نے اس کو قصداً و مستقلاً مدینہ منورہ سے

کیا ہو کہ یہ سوال ہو کہ کتب تاریخ وسیر میں اس عمرہ کا ذکر کہاں ہے؟ بلکہ ہوسکتا ہے کہ دوران سفر کسی منزل پر ٹھہرے ہوئے ہوں اور وہاں سے مکہ مکرمہ آ کر یہ عمرہ کیا ہو۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرّانہ سے کیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (الدر المنضود: ۶۲۶ / ۲)

فقال کلمۃ: یعنی اس دوران آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جملہ بھی فرمایا تھا وہ یا تو "یا اخی" ہے، یا "اشرکنا" ہے، یا "ولا تنسا" ہے۔ یا ان الفاظ کے علاوہ کوئی اور جملہ تھا جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تفاخر سے بچنے کی بنیاد پر یہاں ذکر نہیں فرمایا ہے۔ "وھی اشرکنا أو یا اخی او لا تنسنا او غیر ما ذکر و لم یذکرہ توقیا من التفاخر" (مرقاۃ: ۶۴۲ / ۲)

ما یسرنی ان لی بہا الدنیا: یعنی اس ایک کلمے سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اتنی خوشی ہوئی کہ اگر ان کو اس کلمے کے بدلے پوری دنیا مل جائے تو ان کو کوئی خوشی نہ ہوتی۔ (الدر المنضود: ۶۲۶ / ۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جب کسی اہم سفر میں جائے تو اپنے بڑوں سے اجازت لے کر جانا چاہئے۔ اس سے بڑوں کی دعائیں اور توجہات شامل حال ہوتی ہیں۔

(۲)...... جب کوئی حج، عمرہ وغیرہ کے سفر میں جائے اس سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرنا چاہئے۔

(۳)...... اپنے شاگردوں، مریدوں سے بھی دعا کی درخواست کرنا چاہئے۔

وہ خوش نصیب جن کی دعا رد نہیں ہوتی

{۲۱۴۳} وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۲۰۰، ابواب الدعوات، حدیث نمبر: ۳۵۸۹۔

حل لغات: یفطر: افطر افطار: الصائم روزے دار کا افطار کرنا، العادل: عَدَلَ (ض) عَدْلًا: برابری کرنا، الغمام: بادل جمع غَمَائِمُ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تین اشخاص ہیں جن کی دعائیں رد نہیں ہوتی ہیں۔ (۱) روزہ دار جب وہ افطار کرے۔ (۲) عادل بادشاہ۔ (۳) مظلوم کی دعاء، اللہ تعالیٰ اس کی دعاء کو بادلوں کے اوپر اٹھاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے میری عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر بعد کروں۔"

تشریح: ثلاثۃ: سے مراد اشخاص ہیں۔ جس میں مرد اور عورت سب داخل ہیں۔

الصائم حین یفطر: یعنی روزے دار جب پورا دن کھانے پینے اور نفسانی خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر روزہ پورا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے افطار کرنے کے وقت خاص طور سے اس کی دعاء کو قبول کیا کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت اس روزے دار کی حالت ہی ایسی ہوتی ہے کہ اس کی دعاء قبول کی جائے۔

الامام العادل: بادشاہ کا رعایا کے درمیان عدل وانصاف کو قائم رکھنا یہ بہت بڑی فضیلت کی بات ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک گھنٹے کا عدل ساٹھ گھنٹے کی مقبول عبادت سے بہتر ہے۔ "اذ عدل ساعۃ منہ خیر من عبادۃ ستین ساعۃ کما فی حدیث۔" (مرقاۃ: ۲/ ۶۴۲)

و دعوۃ المظلوم: مظلوم بے چارہ، مسکین اور لاچار ہوتا ہے۔ ہر جگہ سے اس کی امید کے تانے بانے بکھرتے نظر آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خود دست نصرت بڑھاتا ہے اور اس کی ہر طرح کی دعاء قبول کرتا ہے۔

یرفعھا اللہ فوق الغمام الخ: مظلوم چونکہ روزے دار اور عادل بادشاہ کے مقابلے میں زیادہ رحم کے قابل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ بھی مظلوم کی دعاء کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے اس کی دعاء عرش

تک پہنچنے دینے کے لئے بیچ کی تمام رکاوٹوں کو ختم کر دیتا ہے۔

لانصرنک ولو بعد حین: لفظ حین جس طریقے سے مطلق وقت کے لئے آتا ہے ایسے ہی چھ مہینے اور چالیس سال کی مدت کو بھی بتانے کے لئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیر ہو کہ سویر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی دعاؤں کو ضرور قبول کرتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۶۴۲)

تین لوگوں کی مقبول دعائیں

{۲۱۴۴} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَابْنِ مَاجَةَ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۲، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی دعاء الوالدین، حدیث نمبر: ۱۹۰۶، و ص: ۲/۱۸۲، ابواب الدعوات، باب ماذکر فی دعوۃ المسافر، ابو داؤد شریف: ۱/۲۱۵، ابواب الوتر، باب الدعاء بظھر الغیب، حدیث نمبر: ۱۵۳۶۔ ابن ماجہ: ۲۷۶، ابواب الدعاء، باب دعوۃ الوالد والمظلوم، حدیث نمبر: ۳۸۶۲۔

حل لغات: دعوات جمع ہے دعوۃ کی، بمعنی دعاء، عاجزی سے مانگنا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دعائیں ہیں جن کی قبولیت یقینی طور پر ہو جایا کرتی ہیں۔

تشریح: ثلث دعوات مستجابات لا شک فیھن: مستجابات یا تو مرفوع ہے اور خبر ہے مبتداء کی اور لا شک فیھن یا تو تاکید خبر ہے یا خبر ثانی ہے اور یا یہ مستجابات مجرور ہے اور دعوات کی صفت ہے اور لا شک فیھن اس کی خبر ہے۔

دعوۃ الوالد ودعوۃ المسافر ودعوۃ المظلوم: اس دعوت میں دعاء بالخیر اور دعاء بالشر دونوں داخل ہیں۔ ایسے ہی یہ دعا خواہ اپنے لئے ہو یا دوسرے کے لئے، اور مظلوم سے مراد عام ہے۔ خواہ مسلم ہو یا کافر، صالح ہو یا فاجر، چنانچہ مسند ابو داؤد طیالسی کی روایت میں

تصریح ہے۔ ”وان کان فاجرا ففجورہ علی نفسہ“ اور مسند احمد وغیرہ میں ہے: ”ولو کان کافرا“
(الدر المنضود: ۲/۶۴۳)

دعوۃ الوالد: یعنی باپ کی دعاء اولاد کے حق میں یا اولاد کے خلاف قبول ہوجایا کرتی ہیں۔ اس لئے کہ باپ اولاد کے لئے دعا کرتا ہے تو بڑی محبت، رقت درد اور دل کی گہرائی سے کرتا ہے۔

ودعوۃ المسافر: یہی حال مسافر کا ہے۔ وہ چوں کہ پریشانی کے عالم میں ہوتا ہے اس لئے اس کی دعاء بھی رقت آمیز لہجے میں دل کی گہرائی سے نکلتی ہے۔

ودعوۃ المظلوم: یعنی مظلوم کی دعاء ہر حال میں قبول ہوتی ہے، خواہ ظالم کے خلاف کرے یا ان لوگوں کے لئے کرے جن لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔

اشکال مع جواب

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تین آدمی کی دعاء ضرور قبول ہوتی ہے جن میں ایک دعوۃ الوالد ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ والدہ کی دعاء کا ذکر کیوں نہیں ہے۔

جواب: (۱)...... چونکہ ماں کی دعاء بالضرور قبول ہوتی ہے اس لئے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

(۲)......ماں چونکہ ہمیشہ بددعا کرتی رہتی ہے اس وجہ سے اس کی دعا قبول ہی نہیں ہوتی لیکن اول مطلب صحیح ہے۔

(۳)......عبد ضعیف کہتا ہے کہ والد صیغہ ذوکذا ہے جیسے تامر ذوتمر۔ لابن ذولبن ایسے ہی والد سے مراد ذوولد ہے۔ جو ماں اور باپ دونوں کو شامل ہے۔

الفصل الثالث

ادنیٰ چیز بھی خدا سے مانگے

{۲۱۴۵} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَسْأَلْ أَحَدُکُمْ رَبَّہٗ حَاجَتَہٗ کُلَّھَا حَتّٰی یَسْأَلَہٗ شِسْعَ نَعْلِہٖ اِذَا انْقَطَعَ زَادَفِی رِوَایَۃٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ مُرْسَلًا حَتّٰی یَسْأَلَہُ الْمِلْحَ وَحَتّٰی یَسْأَلَہٗ شَسْعَہٗ اِذَا انْقَطَعَ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۲۰۱، ابواب الدعواب، باب: ۱۲۸، حدیث نمبر: ۳۶۰۴۔

حل لغات: حاجتهٗ: ضرورت۔ جمع حاجات۔ شسع: تسمہ، جمع أَشْسَاع: نعله: جوتا، جمع نِعَالٌ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنی تمام ضروریات اللہ ہی سے مانگے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ جب ٹوٹ جائے تو اسی سے مانگے۔ ایک روایت میں ثابت بنانی سے مرسلاً روایت ہے حتی کہ نمک اسی سے مانگے اور جوتے کا تسمہ اسی سے مانگے جب ٹوٹ جائے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس طرح بڑی ضرورت اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ اسی طرح چھوٹی سے چھوٹی ضررت کا سوال بھی اللہ تعالیٰ سے ہی کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ضرورت پوری کرنے والا حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا سوال اسی سے کرنا چاہئے۔

دعاء میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے

{۲۱۴۶} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ۔

حوالہ: دعوات الکبیر للبیهقی: ۱۷۱، مایستحب رفع الیدین۔

حل لغات: یرفع: رَفَعَ (ف) رَفْعًا: بلند کرنا۔ ابطیه: بغل جمع آباط۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعاء میں اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔"

تشریح: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعاء کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ کہاں تک اور کس طرح اٹھاتے تھے؟ اس میں صاحب مشکوٰۃ نے بھی مختلف روایات پیش کر دی ہیں۔ اس میں آنحضرت ﷺ کا اکثری معمول تقریباً سینہ کے برابر تک ہاتھ اٹھانے کا تھا۔ اس طرح سے کہ ہاتھ کا اندرونی حصہ منہ کی طرف ہو۔ بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے بھی زیادہ ہاتھ اٹھائے ہیں۔ بعض اوقات ہاتھ آگے بڑھا کر منہ کے برابر تک اٹھائے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی بھی نظر آنے لگی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کا اندرونی حصہ نیچے کی طرف کر کے بھی دعاء فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اسی کو دعاء ابتہال کہہ رہے ہیں۔ اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہے الحاح وزاری کے جوش میں۔ ورنہ عام حالات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول سینہ کے برابر ہاتھ اٹھانے اور ہاتھ کے اندرونی حصہ کو منہ کی طرف کرنے کا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھانے کو بدعت فرمایا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ آدمی اس کو اپنی مستقل اور عمومی عادت بنالے۔ (اشرف التوضیح: ۲/۲۷۸)

دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

{۲۱۴۷} وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَيَدْعُوْ۔

حوالہ: الدعوات الکبیر للبیہقی: ۱۷۲، مایستحب رفع الیدین۔

حل لغات: اصبعیہ: انگلی جمع اصابع۔ منکبیہ: مونڈھا جمع مناکب۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں کو مونڈھے کے برابر کرتے تھے اور دعا فرماتے تھے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں عام حالات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقۂ دعاء کو بتلایا گیا ہے۔ اور اوپر کی حدیث میں مخصوص حالات کے طریقے کو بتلایا ہے۔ لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔

دعاء کی تکمیل کا طریقہ

{۲۱۴۸} وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

حوالہ: الدعوات الکبیر: للبیہقی: ۱۷۳، مایستحب رفع الیدین۔

حل لغات: مسح: مَسَحَ (ف) مَسْحًا: پونچھنا، ہاتھ پھیرنا، وجہ: چہرہ جمع وجوہ۔

ترجمہ: سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے اور دعاء کے بعد اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

تشریح: دعا کا ایک ادب بیان کیا گیا ہے۔ تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

دعاء کا ادب

{۲۱۴۹} وَعَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمَسْأَلَةُ أَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ أَوْ نَحْوِهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ أَنْ تُشِيْرَ

بِاِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْاِبْتِهَالُ أَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيْعًا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ وَالْاِبْتِهَالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُوْرَهُمَا مِمَّا يَلِيْ وَجْهَهٗ۔ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/۲۰۹، ابواب الوتر، باب الدعاء، حدیث نمبر: ۱۴۸۹۔

حل لغات: منكبة: مونڈھا، جمع مَنَاكِب۔ اصبع: انگلی جمع أَصابِع: الابتهال: اِبْتَهَلَ (افتعال) اِلی اللّٰہ: گڑگڑا کر دعاء کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دعاء کا ادب یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو مونڈھے تک یا اس کے قریب تک اٹھاؤ۔ استغفار کا ادب یہ ہے کہ تم ایک انگلی سے اشارہ کرو اور دعاء میں مبالغہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مکمل پھیلا دو اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ابتہال یہ ہے اور انہوں نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور چہرے سے اوپر تک اٹھالیا۔

تشریح: اس حدیث شریف میں تین قسم کی دعاؤں کے تین طریقے ذکر کئے گئے ہیں:

(۱)......عام حالات میں جو دعاء خیر کی جاتی ہے اس کا ادب تو یہ ہے کہ مونڈھوں تک رفع یدین کرے۔ یعنی اس میں زیادہ مبالغہ نہ کرے۔

(۲)......وہ دعاء جو معاصی اور اپنے گناہوں سے استغفار کے لئے ہو اس کے بارے میں یہ ہے کہ دعاء کے وقت ایک انگلی سے اشارہ کرے یا توسباً للنفس الامارۃ والشیاطین جیسے گالی دینے کے وقت غصہ میں انگلی چلاتے ہیں یعنی نفس امارہ کی ڈانٹ کی طرف اشارہ یا اشارۃ الی التوحید یعنی خداء وحدہ لاشریک لہ کی توحید کی طرف اشارہ کرے کہ اے اللہ! ہماری دعا سن لے۔

(۳)......کوئی ناگہانی آفت اور مصیبت آ گئی اس کے دفعیہ کے لئے گڑگڑا کر دعاء کرنا اس میں رفع یدین مبالغہ کے ساتھ کرے۔ (مبالغہ لفظ مد سے سمجھ میں آتا ہے اس سے پہلے رفع کا لفظ تھا) اور کہے یا اللہ! یا اللہ!

والابتہال ھکذا: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پہلی حدیث قولی تھی اور یہ فعلی ہے انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دکھائے۔

وجعل ظھورھما ممایلی وجھہ: ظہور کفین کو اوپر اور بطون کفین کو نیچے کی طرف کیا جیسا کہ پہلے گذر چکا بعض علماء کی رائے ہے کہ دعاء خیر میں ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہونی چاہئیں اور دعاء دفع شر میں اس کا برعکس۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مقصود یہ نہ ہو بلکہ مبالغہ فی الرفع مراد ہو جس کی صورت ابھی اوپر مذکور ہوئی۔ (الدر المنضود: ۶۲۵/۲)

ہر دعاء میں ہاتھوں کو زیادہ بلند کرنا بدعت ہے

{۲۱۵۰} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّ رَفْعَكُمْ أَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا يَعْنِيْ اِلَى الصُّدُوْرِ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

حوالہ: مسند احمد: ۱۸۱/۳۔

حل لغات: بدعة: نئی چیز۔ جمع بدعات۔ زاد: زَادَ (ض) زیادہ کرنا، الصدر: سینہ۔ جمع صُدُوْر۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو بلند کرنا بدعت ہے، اس لئے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یعنی سینہ سے زیادہ نہیں اٹھایا ہے۔

تشریح: یعنی عام حالات میں ہر وقت دعاء میں اپنے ہاتھوں کو خوب بلند کرنا، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔ تفصیل اوپر گذر چکی۔

پہلے اپنے لئے دعاء کرے

{۲۱۵۱} وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَکَرَ أَحَداً فَدَعَا لَہٗ بَدَأَ بِنَفْسِہٖ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۷۶/۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء ان الداعی یبدأ بنفسہ، حدیث نمبر: ۳۳۸۵۔

حل لغات: بَدأ: بَدَأَ (ن) بَدْأً (ن) بَدْأً: شروع کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر فرماتے اور اس کے لئے دعا فرماتے تو پہلے اپنے لئے فرماتے۔

تشریح: اگر کسی دوسرے مسلمان بھائی کے لئے دعاء کرنی ہو تو اس کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اس کے لئے دعا کرنے سے پہلے اپنے لئے دعا کرلے، مثلا یوں کہے: "اللھم اغفر لی و لہ" اس لئے کہ پہلے اپنے لئے دعا نہ مانگنا اس میں استغناء کی صورت پائی جاتی ہے، گویا وہ اپنے آپ کو محتاج نہیں سمجھ رہا۔ نیز دوسرے مسلمان کا بھی اسی میں فائدہ زیادہ ہے کہ پہلے اپنے لئے دعاء کرلی جائے کیونکہ مثلاً "اللھم اغفر لی و لہ" کہے گا تو پہلے اپنے لئے مغفرت کی دعاء کر چکا ہوگا اب مغفور زبان کے ساتھ دوسرے مسلمان کے لئے دعا کرے گا تو قبولیت کی زیادہ توقع ہوگی۔ (اشرف التوضیح: ۲۷۹/ ۲، التعلیق: ۵۶/ ۳)

دعاء رائیگاں نہیں جاتی ہے

{۲۱۵۲} وَعَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَۃٍ لَیْسَ فِیْهَا اِثْمٌ وَلَا قَطِیْعَۃُ رَحِمٍ اِلَّا أَعْطَاہُ اللّٰہُ بِهَا اِحْدٰی ثَلَاثٍ اِمَّا أَنْ یُّعَجِّلَ لَہٗ دَعْوَتَہٗ وَاِمَّا أَنْ یَّدَّخِرَهَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَاِمَّا أَنْ یُصْرِفَ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْ اِذًا نُکْثِرُ قَالَ اللّٰہُ أَکْثَرُ۔ رَوَاہُ أَحْمَدُ۔

حوالہ: مسند احمد: ۱۸/ ۳، و ۳۶۱/ ۳۔

حل لغات: اثم: گناہ، جمع آثام: یعجل: عَجَّلَ (تفعیل) جلدی کرنا، یدخر: اِدَّخَرَ (افتعال) ذخیرہ اندوزی کرنا، سوئ: بدی جمع اسواء۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی مسلمان ایسی دعاء کرتا ہے کہ اس میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ہی قطع رحم تو اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور دیتا ہے:

(۱)...... یا تو اس کی دعاء فوراً قبول کرلیتا ہے۔

(۲)...... یا اس کو آخرت کے لئے ذخیرہ کردیتا ہے۔

(۳)...... یا اس سے اسی کے مثل کسی بدی کو زائل کردیتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا تو ہم بہت زیادہ دعائیں مانگیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا فضل بہت زیادہ ہے۔"

تشریح: کوئی بھی دعاء رائیگاں نہیں جاتی۔ اس لئے آدمی کو دعاء مانگنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے خواہ فی الفور دعا کا فائدہ نظر آئے یا نہ آئے۔

یعنی جو مسلمان دعاء کے قیود وشرائط اور آداب کی رعایت کرتے ہوئے دعاء کرتا ہے اس کی دعاء رائیگاں نہیں جاتی۔ اس کو کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے۔

(۱)...... یا تو وہی چیز جو مانگ رہا ہے بعینہ دیدی جاتی ہے۔

(۲)...... یا اس دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنادیا جاتا ہے۔

(۳)...... یا کوئی مصیبت دور کردی جاتی ہے۔ تفصیل اوپر گذر چکی۔

اذ أنکثر: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات سے بڑی خوشی ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ تو پھر ہم لوگ خوب دعاء کیا کریں گے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے تم لوگ جتنی کثرت سے دعاء کروگے اللہ تعالیٰ اتنا ہی نوازے گا۔ (التعلیق: ۳/۵۶)

تم جتنا بھی مانگو اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

پانچ دعائیں رد نہیں ہوتی ہیں

{۲۱۵۳} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ وَ دَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَقْعُدَ وَدَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْأَخِ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَأَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعْوَاتِ إِجَابَةً دَعْوَةُ الْأَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

حوالہ: بیہقی: (لم اجد فی الدعوات الکبیر) کنز العمال: ۹۸/۲، حدیث نمبر: ۳۳۰۹۔

حل لغات: الحاج: حج کرنے والا، اسم جمع ہے بمعنی حجاج، یصدر: صَدَرَ (ن) صَدَّرًا: واپس لوٹنا، یقعد: قَعَدَ (ن) قُعُوْدًا: بیٹھنا، یبرأ: بَرِیءَ (س) بَرْءً: شفایاب ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''پانچ دعائیں ہیں جو قبول کی جاتی ہیں۔ (۱) مظلوم کی دعائ، یہاں تک کہ وہ بدلہ نہ لے لے۔ (۲) حاجیوں کی دعاء یہاں تک کہ وہ واپس نہ آجائیں۔ (۳) مجاہد کی دعائ، جب تک کہ وہ بیٹھ نہ جائے۔ (۴) مریض کی دعاء جب تک کہ وہ صحت یاب نہ ہوجائے۔ (۵) ایک بھائی کی اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعائ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دعاؤں میں سے سب سے جلدی قبول ہونے والی دعاء ایک بھائی کی اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعاء ہے۔''

تشریح: پانچ مواقع ہیں جن میں خاص طور سے دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اس لئے جن کو یہ مواقع میسر ہوں وہ دعاء کرنے یا کرانے میں چوکے نہیں۔

(۱)...... یعنی مظلوم کی دعاء اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ بدلہ نہ لیلے، اس لئے کہ بدلہ لے لینے کی صورت میں اب وہ مظلوم نہیں رہا۔

(۲)......یعنی حاجی صاحبان کی دعاء اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ گھر نہ آ جائیں۔اس لئے کہ آدمی جب حج کرتا ہے تو خدا کا مہمان ہوتا ہے، اس کے سب گناہ بھی معاف کردئے جاتے ہیں اور بے شمار نعمتوں سے اس کو نوازا جاتا ہے، ان میں ایک نعمت یہ بھی ہے کہ گھر واپس آنے تک اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔اس لئے حاجی کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے لئے اپنے عزیز واقارب کے لئے اور پوری امت کے لئے دعاؤں کا اہتمام کرے اور دوسروں کو بھی چاہئے کہ حاجی سے اس کے گھر پہنچنے سے پہلے پہلے اپنے اپنے لئے دعاؤں کی درخواست کریں۔

(۳)......مجاہد سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے والے اور دین کی اشاعت اور سربلندی کے لئے محنت کرنے والے لوگ مراد ہیں۔اللہ تعالیٰ کے یہاں ان حضرات کا خاص مقام ہے، اسی میں سے دعا کی قبولیت ہے۔یہ لوگ جب تک اس کام سے فارغ نہ ہو جائیں ان کی دعاء قبول ہوتی ہے۔

(۴)......مریض کی دعاء بھی صحت یاب ہونے تک قبول ہوتی ہے۔مریض اپنے مرض اور تکلیف کی وجہ سے مستحق رحم ہے۔مریض کے گناہ بھی معاف کئے جاتے ہیں اور بیشمار نعمتوں سے بھی اس کو نوازا جاتا ہے۔ان ہی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

(۵)......ایک مسلمان بھائی کی غائبانہ دعا دوسرے مسلمان بھائی کے حق میں بہت جلد قبول ہوتی ہے۔اس لئے کہ اس صورت میں اخلاص کا عنصر غالب ہوتا ہے اور ریا کاری کا نام ونشان نہیں ہوتا۔اسی لئے یہ دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔(التعلیق:۵۶/ ۳)

فائدہ: جن حضرات کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں ان کو خود ہی اپنے لئے اپنے عزیز واقارب کے لئے اور پوری امت کے لئے دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔اور دوسروں کو بھی چاہئے کہ ان حضرات سے اپنے لئے دعا کی درخواست کریں۔فقط

محترم حضرت مولانا محمد ایوب سورتی ماکھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب ''برکات دعا'' کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔موضوع کی مناسبت سے بعض چیزیں ''برکات دعا'' سے نقل

کی جاتی ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احادیث معتبرہ میں دعا کے لئے حسب ذیل آداب کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ جن کو ملحوظ رکھ کر دعا کرنا بلاشبہ کلید کامیابی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی وقت ان تمام یا بعض آداب کو جمع نہ بھی کر سکے تو یہ نہیں چاہئے کہ دعا ہی کو چھوڑ دے، بلکہ دعا ہر حال میں مفید ہی مفید ہے۔ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔ یہ آداب مختلف احادیث معتبرہ میں وارد ہوئے ہیں۔ پوری حدیث نقل کرنے کے بجائے خلاصۂ مضمون مع حوالہ کتب تحریر کیا جاتا ہے۔

آداب دعا

(۱)...... کھانے پینے، پہننے اور کمائی میں حرام سے بچنا۔ (مسلم، ترمذی) یعنی دعا کرنے والے کا کھانا، پینا اور لباس وغیرہ حرام مال سے نہ ہو۔ اس کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ حلال کمائی کا ذریعہ اختیار کر لیا جائے۔

(۲)...... ریاکاری سے بچتے ہوئے اخلاص ویقین کے ساتھ دعا کرنا۔ یعنی دل سے یہ سمجھنا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہمارا مقصد پورا نہیں کرسکتا۔ (الحاکم فی المستدرک)

(۳)...... دعا سے پہلے کوئی نیک کام (صدقہ خیرات، خدمات، عبادات وغیرہ میں سے کچھ) کرنا اور بوقت دعا اس کا اس طرح ذکر کرنا کہ: یا اللہ میں نے آپ کی رضا کیلئے فلاں عمل کیا ہے۔ اس کی برکت سے میرا فلاں کام کر دیجئے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

(۴)...... پاک وصاف ہو کر باوضو دعا کرنا۔ (سنن اربعہ، ابن حبان، مستدرک، صحاح ستہ)

(۵)...... دعا کے وقت دوزانو (التحیات میں بیٹھنے کے مانند) قبلہ رخ ہو کر بیٹھنا۔ (صحاح ستہ، ابوعوانہ)

(۶)...... دعا کے اوّل اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا۔ (صحاح ستہ)

(۷)...... دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں (کندھوں) کے برابر کئے ہوئے ہاتھوں کو سینہ کے

سامنے پھیلا کر دعا مانگنا۔(ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد، مستدرک) یعنی دونوں ہاتھوں کو سینہ کے سامنے پھیلا کر دعا مانگنا۔(ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد، مستدرک) یعنی دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیاں کھول کر دعا مانگنا، دونوں ہاتھ اس قدر اونچے کئے جائیں کہ کندھوں اور شانوں کے مقابل ہوجائے۔ جس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں تو سینہ کے قریب نہ کئے جائیں بلکہ سامنے کی سمت بڑھے ہوئے ہوں اور دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنا یعنی ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ کچھ نہ ہو۔

(۸)...... دعا کے وقت تواضع، عاجزی، اور ادب کے ساتھ بیٹھنا۔(مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

(۹)...... دعا میں خشوع خضوع، انتہائی ادب اور مسکنت کی رعایت رکھتے ہوئے اپنی محتاجی، بے بسی اور عاجزی کو ذکر کرنا۔(ترمذی)

(۱۰)...... دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا۔(مسلم) دعا کے وقت آسمان کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ نگاہ و نظر نیچے رکھے کیونکہ ادب کا مقتضیٰ یہی ہے۔(سحبان الھندؒ)

(۱۱)...... اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کا ذکر کرکے دعا مانگنا۔(ابن حبان، مستدرک)

(۱۲)...... الفاظ دعا میں قافیہ بندی ملانے یا بتکلّف قافیہ بندی اختیار کرنے سے بچنا۔(بخاری شریف)

(۱۳)...... دعا اگر نظم میں ہو تو گانے کی صورت اور شاعرانہ(ترنمی) انداز سے بچنا۔(حصن حصین)

(۱۴)...... دعا مانگتے وقت، انبیاء، اولیاء، صلحاء اور مقبولین بارگاہ سے توسل پکڑتے ہوئے ان کے وسیلے سے دعا مانگنا۔(بخاری شریف، بزار، حاکم) یعنی یوں کہنا کہ: یا اللہ! ان بزرگوں کے طفیل سے میری دعا قبول فرما۔

(۱۵)...... آہستہ اور پست آواز سے دعا مانگنا(صحاح ستہ)

(۱۶)...... ان جامع کلمات کے ساتھ دعا مانگنا جو حضرت نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔ یعنی قرآن وحدیث کی منصوص ومسنون دعائیں زیادہ مانگا کریں۔ کیونکہ یہ دین ودنیا کی جملہ حاجات وضروریات اور فلاح وکامیابی لئے ہوتی ہیں۔(ابوداؤد، نسائی)

(۱۷)...... دعا میں ترتیب کالحاظ رکھنا۔ یعنی پہلے اپنے لئے دعا کرنا، پھر والدین، اہل وعیال اعزا و اقرباء، متعلقین، محسنین کے لئے۔ پھر دوسرے جملہ مسلمانوں کے لئے دعا مانگنا۔ (مسلم)

(۱۸)...... اگر امام ہو تو صرف اکیلا اپنے لئے دعا نہ کرے۔ بلکہ جملہ شرکائے جماعت کو بھی دعا میں شریک کرلیا کریں۔ یعنی دعا میں جمع کے صیغے استعمال کریں۔ (ابو داوٗد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۱۹)...... عزم و یقین، شوق و رغبت اور دل کی گہرائی کے ساتھ دعا مانگنا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کا بھی پختہ یقین رکھتے ہوئے جم کر دعا مانگنا۔ (صحاح ستہ، ابوعوانہ، مستدرک، حاکم)

(۲۰)...... ضروری مطلوبہ چیزوں کو دعا میں تکرار کے ساتھ بار بار مانگتے رہنا اور کم از کم درجہ تکرار کا تین مرتبہ مانگنا ہے۔ زیادہ مرتبہ مانگنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ (بخاری، مسلم، ابو داوٗد)

(۲۱)...... دعا میں الحاح و اصرار کرے یعنی گریہ وزاری کے ساتھ گڑ گڑا کر بار بار دعائیں مانگتے رہنا۔ (نسائی، حاکم)

(۲۲)...... کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ (مسلم، ترمذی)

(۲۳)...... جو چیز عادتاً محال ہو یا جو چیز طے ہو چکی ہو اس کی دعا نہ مانگی جائے۔ مثلاً: بوڑھا آدمی جوان ہونے کے لئے دعا کرے یا پستہ قد لمبا ہونے کے لئے یا عورت مرد بننے کے لئے وغیرہ اس قسم کی دعائیں نہ کی جائیں۔ (نسائی شریف)

(۲۴)...... کسی محال یا ناممکن چیزوں کی دعا نہ کرے۔ (بخاری شریف)

(۲۵)...... اپنی ہر قسم کی ساری چھوٹی بڑی حاجتوں کی دعا صرف اللہ تعالیٰ ہی سے کی جائے۔ مخلوق پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ (ترمذی، ابن حبان)

(۲۶)...... دعا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تنگ و محدود نہ کرے۔ یعنی اس طرح دعا نہ کرے کہ یا اللہ! مجھ کو روزی دے اور فلاں کو نہ دے وغیرہ۔

(۲۷)...... دعا سے پہلے توبہ و استغفار کرے۔ اپنے جرم و گناہ کا اقرار و اعتراف کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ: یا غفور الرحیم! میں بڑا نافرمان، پاپی ہوں، بہت ہی بڑا گنہگار ہوں وغیرہ۔

(۲۸)...... دعا کی قبولیت میں جلدی نہ مچائے ۔یعنی یوں نہ کہنے لگے میں نے دعا مانگی تھی،مگر ابھی تک وہ قبول نہ ہوئی ۔(بخاری،مسلم،ابوداوٗد،نسائی،ابن حبان)

(۲۹)...... اکیلا دعا کرنے والا بھی اپنی دعا کے ختم ہونے پر خود آمین کہے اور امام کی دعا سننے والے بھی ہر ہر دعا پر آہستہ سے آمین کہتے رہیں ۔(بخاری،مسلم،ابوداوٗد)

(۳۰)...... اپنی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، درود شریف اور آمین پر ختم کیا کریں ۔ (ابوداوٗد،ترمذی،نسائی)

(۳۱)...... دعا سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لیا کریں ۔ (ابوداوٗد،ترمذی،ابن ماجہ،حاکم)

سال بھر کے مبارک ومقدس ایام یہ ہیں:

سیدنا امام غزالی طوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سال بھر کے عمدہ اور مبارک دنوں میں بھی چند دن ایسے ہیں جو رحمتوں اور مغفرتوں کو لئے ہوئے ہیں، جو یہاں پر رقم کئے جا رہے ہیں:

(۱)...... یوم عرفہ،یعنی نویں ذی الحجہ کا دن ۔

(۲)...... عاشورہ،یعنی دسویں محرم کا دن ۔

(۳)...... شب براءت،یعنی پندرہویں شعبان کا دن ۔

(۴)...... رمضان المبارک کے سترہویں روزہ کا دن ۔

(۵)...... دونوں عید کے دن ۔

(۶)...... شب معراج،یعنی ستائیسویں رجب کا دن ۔

(۷)...... ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے سب ایام حج اور ایام تشریق یعنی قربانی کے تین دن اور جمعہ کا دن ۔

بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا سب مل کر یہ کل انیس دن ہوئے جو اپنے اندر شان مقبولیت زیادہ لئے ہوئے ہیں ۔

سال بھر کی وہ مقدس راتیں جن میں دعائیں بکثرت قبول ہوتی ہیں

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سال بھر میں جتنی فضائل والی مقدس اور مقبول راتیں ہیں ان سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ جب طالب ہی عمدہ اوقات سے بے خبر ہوگا تو فلاح وکامیابی حاصل نہ کر پائے گا۔ یہ راتیں اپنے اندر بہت سی خیر اور بھلائیاں لئے ہوئے ہیں، اس لئے اجمالی طور پر پوری فصل سے سارے اوقات مقدسہ کا انتخاب کر کے ایک ہی جگہ سب کو لکھا جا رہا ہے۔ اسے ذہن میں لئے ہوئے جملہ لیل ونہار سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہا کریں۔

(۱)......رمضان المبارک کا پورا مہینہ۔

(۲)......خصوصاً اخیر عشرہ کی طاق راتیں، اسلئے کہ اس میں شب قدر ہونے کا امکان ہے۔

(۳)......افطاری کے وقت کی دعا، اس لئے کہ افطاری کے وقت دعا مانگنے والے کی دعا پر آمین کہنے کے لئے عرش اعظم کے اٹھانے والے مقدس فرشتے آمین کہتے ہیں۔

(۴)......رمضان المبارک کی سترہویں شب، اس کی صبح کو "یوم الفرقان" اور "یوم التقی الجمعان" ہوا۔ اسی دن جنگ بدر ہوئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس میں شب قدر ہونے کا امکان ہے۔

(۵)......جمعہ کی رات اور دن۔

(۶)......غرۂ رجب، یعنی رجب کے مہینے کی پہلی رات۔

(۷)......معراج کی ستائیسویں رات۔

(۸)......ماہ رجب کی پندرہویں رات۔

(۹)......محرم کی پہلی رات۔

(۱۰)......شب عاشورہ یعنی دسویں محرم کی رات۔

(۱۱)......شب براءت یعنی شعبان کی پندرہویں رات۔

(۱۲)......عرفہ کی رات، یعنی نویں ذی الحجہ کی رات۔

(۱۳)......دونوں عیدین کی راتیں۔

(۱۴)......ذی الحجہ کی چودھویں اور پندرہویں راتیں۔

مختلف اوقات مقبولہ

(۱)......وضو کے درمیان اور وضو سے فارغ ہونے پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

(۲)......نماز کے لئے جب اذان دی جائے، یعنی اذان دیتے وقت اذان سن کر دعا مانگے، اذان کے درمیان اور اذان ختم ہونے پر دعا قبول ہوتی ہے۔

(۳)......اذان اور تکبیر کا درمیانی وقت۔

(۴)......"حی علی الصلوۃ" اور "حی علی الفلاح" کے بعد خصوصاً اس شخص کے لئے جو رنج اور مصیبت میں مبتلا ہو۔

(۵)......نماز جماعت کی تکبیر شروع ہوتے وقت۔

(۶)......جب امام "ولا الضالین" کہے اس وقت۔

(۷)......فرض نمازوں کے بعد۔

(۸)......سجدے کی حالت میں (یہ نفل نمازوں کے سجدہ کے لئے ہے)۔

(۹)......تلاوت قرآن مجید کے بعد۔

(۱۰)......ختم قرآن کے بعد (داخل نماز یا خارج نماز خاص کر) قاریٔ قرآن کی دعا۔

(۱۱)...... جہاں مسلمان کثرت سے جمع ہوں، مثلاً میدان عرفات، عیدین، شرعی مجلس نکاح، اجتماعات ومجالس دینیہ وغیرہ میں۔

(۱۲)......مجالس ذکر کے وقت۔

(۱۳)......علماء ربانی اور اہل اللہ پہ نظر پڑتے وقت۔

(۱۴)......جس وقت بارش ہو رہی ہو اس وقت۔

(۱۵)......مریض کی دعا حالت مرض میں۔

(۱۶)......مریض کے پاس تیمارداری کرنے والوں کی دعا۔

(۱۷)......تنگدستی بے بسی اور مجبوری کے وقت کی دعا۔

(۱۸)......مسافر کی دعا حالت سفر میں۔

(۱۹)......طلوع، غروب اور زوال کے وقت خصوصاً جمعہ کے دن۔

(۲۰)......پچھلی رات مرغ کے اذان دینے کے وقت۔

(۲۱)......صبح صادق کے وقت۔

(۲۲)......رات کے وقت بالخصوص آدھی رات کے بعد۔

(۲۳)......رات کے پہلے تیسرے حصے میں، یعنی رات کے تین حصے کئے جائیں تو ان میں سے پہلا حصہ۔

(۲۴)......رات کے پچھلے تیسرے حصے میں یعنی بارہ گھنٹے کی رات میں دو بجے سے لے کر چھ بجے تک کا وقت مراد ہے۔

(۲۵)......آخری رات کا چھٹا حصہ۔

(۲۶)......مظلوم کی دعا۔

(۲۷)......جہاد کی صف میں جب کھڑے ہوں اس وقت۔

(۲۸)......اسلامی لشکر کفار سے لڑتے لڑتے جب باہم مل جائے اور گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہو، اس وقت کی دعا۔

(۲۹)......مردے کی آنکھیں بند کرتے وقت یعنی جس وقت مرنے والے کی آخری گھڑی ہو، روح پرواز کر رہی ہو اور لوگ مرحوم کی آنکھیں اور منہ بند کرنے لگیں وہ وقت بھی قبولیت کا ہے۔

(۳۰)......بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے وقت۔

(۳۱)......آب زم زم پیتے وقت۔

ہدایت: یہ سارے اوقات شاگرد شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سحبان الہند رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟'' سے نقل کئے گئے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ سال بھر کے لیل ونہار اور اوقاتِ مقبولہ مقدسہ پر اس فصل کو ختم کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل ورحمت سے اسے قبول فرما کر جملہ مسلمانوں کو ان مستجاب اوقات میں دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اے جوش جنوں! بے کار نہ رہ کچھ خاک اڑا ویرانے کی
دیوانہ تو بننا مشکل ہے صورت ہی بنا دیوانے کی

جن سعادت مند حضرات کی دعا قبول ہوتی ہے ان پر ایک اجمالی نظر

اب یہاں پر مجموعی طور پر چند ایسے اشخاص کی نشاندہی کی جا رہی ہے جن کی دعائیں قبول ہو جایا کرتی ہیں، ان کو تلمیذ شیخ الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے یہاں لکھنا ان شاء اللہ العزیز مفید ثابت ہوگا۔

(۱)...... امام عادل اور منصف حاکم کی دعا مقبول ہے۔ اور حاکم سے مراد مسلمان حاکم ہے، کیونکہ کافر غیر مسلم مسلمانوں کا امام یا حاکم نہیں ہو سکتا۔

(۲)...... رجل صالح اور نیک مرد کی (جائز) دعا قبول ہوتی ہے۔

(۳)...... والدین (ماں باپ) کی دعا اپنی اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ خصوصاً والد کی دعا خواہ اچھی ہو یا بری۔ اولاد کے حق میں ایسی قبول ہوتی ہے جیسے نبی کی دعا اپنی امت کے حق میں ہوا کرتی ہے۔

(۴)...... نیک صالح مطیع اولاد کی دعا اپنے ماں باپ کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔

(۵)...... حجاج کی دعا جب تک اپنے گھر لوٹ کر نہ آ جائیں قبول ہوتی ہے۔

(۶)...... ہر مسلمان کی دعا بشرطیکہ وہ ظلم یا قطع رحم کی نہ ہو۔ اور دعا کے بعد یہ بھی نہ کہے کہ میں نے دعا کی

تھی مگر وہ قبول نہ ہوئی۔

(۷)......جو مسلمان رات کو سونے کے بعد چونک کر (یا ویسے ہی) اٹھ جائے اس وقت جو جائز دعا کرے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ سوتے ہوئے آدمی کو کبھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس لئے جگایا جاتا ہے کہ بندہ اٹھ کر کچھ عبادات کر لے اور جب اس غرض کے لئے جگایا گیا اور بندے نے کچھ عبادت کر بھی لی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کی دعا قبول نہ ہو۔

(۸)......توبہ کرنے والے کی دعا، یعنی جو شخص اپنے گناہوں سے صدق و اخلاص اور زبان و دل سے توبہ کر لیتا ہے تو وہ آدمی مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے۔

(۹)......مضطر (پریشان حال بے قرار) کی دعا بہت جلد قبول ہو جایا کرتی ہے۔

(۱۰)......مظلوم کی دعا خواہ وہ مظلوم فاسق و فاجر اور کافر ہی کیوں نہ ہو قبول ہو جایا کرتی ہے۔

(۱۱)......مسافر کی دعا حالت سفر میں۔

(۱۲)......جو شخص "یا ذالجلال والاکرام" کہہ کر دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا بھی قبول کر لی جاتی ہے۔

(۱۳)......جب کوئی شخص "یا ارحم الراحمین" کہہ کر دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا بھی قبول کر لی جاتی ہے۔

(۱۴)......جب کوئی بندہ تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرتا ہے تو جنت خود بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتی ہے: "اللھم ادخلہ الجنۃ" یعنی یا اللہ! آپ اسے جنت میں داخل فرمادیں۔ اور جب کوئی بندہ دوزخ سے تین مرتبہ پناہ مانگتا ہے تو دوزخ عرض کرتی ہے: "اللھم اجرہ من النار" یعنی یا اللہ! آپ اس بندے کو آگ سے بچا لیجئے۔

(۱۵)......جو مسلمان اپنی کسی حاجت کے لئے یہ کلمات پڑھے گا تو اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔ وہ کلمات یہ ہیں: "لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کی ہے اور نہایت مجرب ہے۔

(۱۶)......جو شخص عام مومنین و مومنات کے لئے روزانہ ۲۵/ یا ۲۷/ مرتبہ استغفار (دعائے مغفرت)

کرتا رہے تو اسے ان لوگوں میں داخل کردیا جاتا ہے جن کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔اور ان کی برکت سے اہل زمین کو روزی دی جاتی ہے۔

(۱۷)......متبع سنت نائبان رسول (ﷺ) علماء کرام اور بزرگانِ دین کو محبت کی نگاہوں سے دیکھنے والے کی دعا بارگاہِ الٰہی میں جلد قبولیت کا شرف حاصل کرلیتی ہے۔

یہاں تک جو لکھا گیا ہے وہ اشخاص کے اعتبار سے انفرادی و اجتماعی طور پر دعائیں کرنے والوں کی دعاؤں کے قبول ہونے کے متعلق تھا۔

اب آگے چند ایسے مستند و مقبول مقامات مقدسہ تحریر کئے جا رہے ہیں جہاں دعائیں کثرت سے اور بہت جلد قبول ہوجایا کرتی ہیں۔

مقامات اجابت دعا مکہ مکرمہ میں

عارف باللہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مکہ کی طرف ایک خط میں تحریر فرمایا تھا: کہ مکہ مکرمہ میں کم وبیش پندرہ جگہ دعا کی قبولیت کے لئے مجرب ہیں وہ یہ ہیں:

(۱)......بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے وقت۔

(۲)......مطاف میں طواف کرتے وقت۔

(۳)......ملتزم کے پاس۔

(۴)......میزاب رحمت کے نیچے۔

(۵)......حطیم میں۔

(۶)......بیت اللہ کے اندر۔

(۷)...... چاہِ زمزم کے پاس۔

(۸)......مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے۔

(۹)......صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر۔

(۱۰)......صفامروہ کے درمیان سعی کرتے وقت۔

(۱۱)......جنت المعلّٰی۔

(۱۲)......عرفات۔

(۱۳)......مزدلفہ۔

(۱۴،۱۵)......منی میں جمرات کے پاس۔

مقامات اجابت دعا مدینہ طیبہ میں

(۱)......گنبد خضراء پر نظر جمائے ہوئے۔

(۲)......مواجہ شریف میں۔

(۳)......ریاض الجنۃ میں۔

(۴)......ریاض الجنۃ کے سب ستونوں کے دامن میں۔

(۵)......منبر ومحراب کے قریب۔

(۶)......حجرۂ مبارکہ میں (اقدام عالیہ کی طرف جو جگہ ہے وہ)۔

(۷)......مقام اصحاب صفہ پر۔

(۸)......مقام اصحاب صفہ کے سامنے جالی مبارکہ کے ساتھ جو جگہ ہے وہ (حضرت نبی کریم ﷺ بسا اوقات یہاں پر نماز تہجد ادا فرماتے تھے، اور یہاں دعائیں مانگا کرتے تھے)۔

(۹)...... پوری مسجد نبوی (ﷺ) میں، جہاں چاہو دعا مانگو ان شاء اللہ تعالیٰ ان سب جگہوں میں دعائیں یقیناً قبول ہونگیں۔

اس کے علاوہ جنت البقیع میں، مسجد اجابہ و دیگر مساجد مدینہ طیبہ میں، مسجد قباء میں اطراف مدینہ میں، مقامات مقدسہ ومزارتِ شہداء کے پاس مزاراتِ اصحابِ بدر کے پاس۔ اور بیت المقدس اور اس کے گرد ونواح میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

مہبط وحی اور اقدام عالیہ کی نسبتیں

مذکورہ بالا جگہوں میں ایک تو ہمارے آقا (فداہ ابی و امی ﷺ) کی جائے ولادت مبارکہ اور مادر وطن ہے، جبکہ دوسری جگہ لاڈلے حبیب پاک ﷺ کی جائے مستقر (روضۂ اقدس ﷺ) ہے یہ دونوں بڑی عظیم نسبتیں ہی کیا کم ہیں؟ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور اطراف کا سارا علاقہ مہبط وحی اور نزول قرآن مجید کی جگہ ہیں، نیز ان مقدس سرزمین کو اقدامِ عالیہ ﷺ کی قدم بوسی کا شرف اور نسبت ہونے کی وجہ سے وہاں کے ذرے ذرے اور قدم قدم سے مغفرت اور رشد و ہدایت کی شعائیں اکنافِ عالم میں آج بھی پھیل رہی ہیں۔ اس لئے اس میں کسی خاص جگہ کو متعین کر لینا کہ یہی جگہ قبولیت کی ہے یہ ادب کے خلاف ہے بلکہ حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفاً و تکریماً) کے سارے علاقے نسبت عالیہ کی وجہ سے اپنے اندر لکھوکھا ظاہری و باطنی کرامتیں خوبیاں اور مقبولیت کا خاصہ لئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ادب و احترام وعقیدت و محبت کے ساتھ جہاں کہیں بھی ہاتھ پھیلاؤ گے اجابت و کامیابی یقینی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جو مانگنا ہے خالق ارض و سما سے مانگ　　کیوں مانگتا ہے بندوں سے اپنے خدا سے مانگ
دنیا میں تیرا کوئی بھی مشکل کشا نہیں　　اس لا شریک مولا و مشکل کشا سے مانگ
تیرا خدا کریم ہے اور بادشاہ بھی　　مخلوق تو گدا ہے نہ ہرگز گدا سے مانگ
اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں　　مومن ہے تو تو بس اسی حاجت روا سے مانگ
مخلوق تو حقیر ہے اس کی طرف نہ دیکھ　　رب کبیر و حضرت ربُّ العلیٰ سے مانگ
دونوں جہاں میں ہے وہی رزاق کائنات　　ہر ایک چیز والیٔ ہر دوسرا سے مانگ
رد و قبول پر تیری ہرگز نہ ہو نظر　　تو بندگی و عجز سے حسن وفا سے مانگ

اے تاج! پھر تیری دعا ہو جائے گی قبول
زاری سے انکسار سے اور التجا سے مانگ

محمد یوسف شکور تاج

006 Bab Zikrullah

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ اِلَيْهِ

(اللہ کا ذکر اور اس کے قرب کا بیان)

رقم الحدیث: ۲۱۵۴/تا۲۱۷۸/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بَابُ ذِکۡرِ اللّٰہِ عَزَّوَ جَلَّ وَالتَّقَرُّبِ اِلَیۡہِ

(اللہ کا ذکر اور اس کے قرب کا بیان)

اللہ تعالیٰ شانہ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیث نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہئے تھا کہ اس ذاتِ پاک کے انعام و احسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال۔ ایسے منعم کا ذکر، اس کی یاد، اس کا شکر، اس کی احسان مندی فطری چیز ہے۔

خداوندِ عالم کے قربان میں
کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اقوال و احوال اس پاک ذکر کی ترغیب و تحریض سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا اور کیا ٹھکانا ہے اس کے انوار کا۔ یہ چند سطریں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی تالیف لطیف ''فضائل ذکر'' سے بطور تبرک نقل کی گئی ہیں۔

قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بارے میں تقریباً دس قسم کے ارشادات ہیں۔ (التعلیق: ۵۷/ ۳)

(۱)...... ذکر کرنے کا حکم مطلق بھی ہے: "یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡراً کَثِیۡراً وَسَبِّحُوۡہُ

بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً ۔" (سورۃ الاحزاب:۴۱،۴۲)[اے ایمان والو اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔](آسان ترجمہ)

"وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيْفَةً" الآية۔ (سورۃ الاعراف ۲۰۵)[اور اپنے رب کا صبح وشام ذکر کیا کرو۔ اپنے دل میں بھی عاجزی اور خوف کے (جذبات کے) ساتھ اور زبان سے بھی، آواز بہت بلند کئے بغیر۔](آسان ترجمہ)

(۲)......ذکر کی ضد یعنی غفلت اور نسیان سے ممانعت وارد ہے: "وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ" (سورۃ الاعراف:۲۰۵) [اور ان لوگوں میں شامل نہ ہوجانا جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔](آسان ترجمہ)

"وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوْا اللهَ فَأَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ" (سورۃ الحشر:۱۹)[اور تم ان جیسے نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول بیٹھے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خود اپنے آپ سے غافل کر دیا۔](آسان ترجمہ)

(۳)...... کامیابی اور فلاح کو کثرت ذکر کے ساتھ معلق کیا گیا ہے: "وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيْراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (سورۃ الجمعۃ:۱۰)[اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔](آسان ترجمہ)

(۴)......ذاکرین کی تعریف کی گئی ہے اور ان کو خوشخبری دی گئی ہے: "إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ" إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَالذَّاكِرِيْنَ اللهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيْماً" (سورۃ الاحزاب:۳۵)[اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد ہوں یا ذکر کرنے والی عورتیں۔ ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور شاندار اجر تیار کر رکھا ہے۔](آسان ترجمہ)

(۵)......ذکر سے غفلت برتنے والوں کے خسران کے بارے میں ارشاد ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔" (سورۃ منافقون:۹)[اے ایمان والو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہ بڑے گھاٹے کا سودا کرنے والے

ہوں گے۔] (آسان ترجمہ)

(۶)...... اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کا بدلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یاد فرمائیں گے: "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ" (سورۂ بقرہ: ۱۵۲) [لہٰذا مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ اور میرا شکر ادا کرو، اور میری ناشکری نہ کرو۔] (آسان ترجمہ)

(۷)...... اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے اعلیٰ اور برتر ہے: "إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ." (سورۃ العنکبوت: ۴۵) [بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔] (آسان ترجمہ)

(۸)...... ذکر اللہ تمام اعمال صالحہ کا خاتمہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں مختلف عبادات کے اختتام پر ذکر کا حکم فرمایا ہے، نماز کے بارے میں ارشاد ہے: "فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ" (سورۂ نساء: ۱۰۳) [پھر تم جب نماز پوری کر چکو تو اللہ کو (ہر حالت میں) یاد کرتے رہو، کھڑے بھی بیٹھے بھی، اور لیٹے ہوئے بھی۔] (آسان ترجمہ) جمعہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (سورۂ جمعہ: ۱۰) [پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔] (آسان ترجمہ) اسی طرح روزے کے بارے میں ارشاد ہے: "وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ" (سورۂ بقرہ: ۱۸۵) [تاکہ (تم روزوں کی) گنتی پوری کرلو۔ اور اللہ نے تمہیں جو راہ دکھائی اس پر اللہ کی تکبیر کہو۔] (آسان ترجمہ) اسی طرح حج کا خاتمہ بھی ذکر سے کیا گیا ہے: "فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا" (سورۂ بقرہ: ۲۰۰) [پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا اس طرح ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ داداؤں کا ذکر کیا کرتے ہو۔

006 Bab Zikrullah

بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرو۔] (آسان ترجمہ)

(۹)...... ذاکرین ہی اللہ تعالیٰ کی آیات سے نفع حاصل کرسکتے ہیں اور انہی کو اللہ عزوجل نے "أولو الالباب" کہا ہے: "إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِأُوْلِي الْاَلْبَابِ۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔" (سورۃ آل عمران: ۱۹۰/۱۹۱) [بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں ان عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں۔] (آسان ترجمہ)

(۱۰)...... ذکر اللہ کو تمام اعمال صالحہ کا مصاحب اور قرین قرار دیا۔ گویا کہ ہر عمل صالح ذکر کے بغیر جسد بلا روح کی طرح ہے۔ چنانچہ مختلف عبادات کے ساتھ ذکر اللہ کا اقتران مذکور ہے۔ جیسا کہ نماز کے بارے میں ارشاد ہے: "أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ" (سورۃ طٰہٰ: ۱۴) [اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرو۔] (آسان ترجمہ) یہاں تک کہ جہاد کے وقت جب کہ دشمنوں سے ملاقات ہو اس وقت بھی ذکر کرنے کا حکم ہے: "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (سورۃ انفال: ۱۵) [اے ایمان والو! جب تمہارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو۔ تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔] (آسان ترجمہ)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جہاد کرتے وقت ذکر کا حکم اس لئے دیا ہے کہ محب ایسی مشقت کے وقت میں محبوب کے ذکر کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے جیسا کہ حماسی نے کہا ہے:

ذكرتكِ والخَطِيُّ يَخْطِرُ بَيْنَنَا
وقد نَهِلت مِنَّا الْمَشَقَّةَ السَّمْرُ

خلاصہ یہ ہے کہ ذکر اللہ اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت قرآن کریم اور

دعاء واستغفار وغیرہ سب ہی کو شامل ہے، اور یہ سب اس کی خاص خاص شکلیں ہیں۔لیکن مخصوص عرف واصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس، توحید وتمجید، اس کی عظمت وکبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان اور دھیان کو "ذکر اللہ" کہا جاتا ہے اور احادیث سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا اور انسان کی روحانی ترقی اور ملاء اعلیٰ سے اس کے ربط کا خاص الخاص وسیلہ ہے جو تمام عبادات کی روح اور جان ہے اور یہ وہ راستہ اور دروازہ ہے جو حق جل جلالہ اور بندے کے درمیان کھلا ہوا ہے اور اس سے بندہ اس کی بارگاہ عالی تک پہنچ سکتا ہے اور جب بندہ ذکر اللہ سے غافل ہوتا ہے تو یہ دروازہ بند ہو جاتا ہے کیا خوب کہا گیا ہے:

نسیانُ ذِکْرِ اللهِ موتُ قُلوبِهِم
وأجسامُهم قبلَ القبورِ قُبُوْرٌ
وأرواحُهم فِي وحشةٍ من جُسُومِهِم
وليس لهم حَتّٰى النُّشورِ نُشُوْرٌ

[اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جانا اور اس کو فراموش کرنا ان کے قلوب کی موت ہے اور ان کے جسم زمین والی قبروں سے پہلے ان کے مردہ دلوں کی قبریں ہیں۔اور ان کی روحیں سخت وحشت میں ہیں ان کے جسموں سے اور ان کے لئے قیامت اور حشر سے پہلے زندگی نہیں۔] (التعلیق:۵۸/۳)

ذکر کی اقسام

ذکر دو قسم پر ہے۔ایک ذکر لسانی۔دوم ذکر قلبی۔پھر ذکر قلبی کی دو قسمیں ہیں: ایک ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کی نعمتوں اور نشاناتِ قدرت میں ہمیشہ تفکر کرنا۔اس کو ذکر خفی کہا جاتا ہے۔اور اس کا درجہ بہت اعلیٰ ہے۔کما فی الحدیث "خیر الذکر الخفی۔" [بہترین ذکر ذکر خفی ہے۔] دوم اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی پر عمل کرتے وقت دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

اب ذکر میں سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ زبان سے ثنا و دعا ہو بشرطیکہ دل میں ذکر ہو۔اسی کو ذکر جلی کہتے ہیں۔دوسرا درجہ ذکر قلبی کا ہے کہ دل میں غفلت ونسیان نہ ہو بلکہ ہمیشہ توجہ الی اللہ ہو۔پھر بحث ہوئی کہ ذکر جلی بہتر ہے یا ذکر خفی؟ تو بعض حضرات ذکر جلی یعنی زور سے ذکر کرنے کی افضلیت کے قائل ہیں۔جیسا کہ حدیث میں آتا ہے ”من ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منه“ [جو شخص کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔] نیز اس سے غفلت ونسیان دور ہو کر قلب پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔اور بعض حضرات کے نزدیک ذکر خفی افضل ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے: ”اربعو علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا“ [اپنے نفسوں پر نرمی کرو،اس لئے کہ تم کسی بہرے یا کسی غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔] نیز ذکر بالجہر سے نائمین اور بیماروں کو تکلیف ہوگی۔اور دوسری عبادات میں مشغولین کو حرج واقع ہوگا۔مزید براں اپنے ریاء کا اندیشہ بھی ہے۔بہرحال ہر ایک فی نفسہ جائز ہے۔اختلاف افضل یا غیر افضل ہونے میں ہے۔عوارض کی بناء پر مکروہ وغیر مکروہ ہوگا۔اور ہمارے بزرگوں سے دونوں طریقے منقول ہیں۔(مرقاۃ:۲/۳)

﴿الفصل الاول﴾

ذکر اللہ کی فضیلت

{۲۱۵۴} وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَأَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۴۵، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن علی الذکر، کتاب الذکر، حدیث نمبر: ۲۷۰۰۔

حل لغات: یذکرون: ذکر (ن) ذکرا: یاد کرنا، دل میں یاد کرنا۔ غشیتھم: غشی (س) غشیا: ڈھانپنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جب لوگ اللہ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے پاس والوں میں کرتا ہے۔‘‘

تشریح: حدیث پاک میں ذکر کرنے والوں پر چار خصوصی انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱)......فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ یعنی فرشتے برکت حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس جمع ہوجاتے ہیں۔

(۲)......رحمت خداوندی ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا ان کے اوپر نزول ہوتا ہے۔

(۳)......ان پر اطمینان وسکون نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرات ذاکرین اپنے دلوں میں سکون واطمینان کی خاص کیفیت محسوس کرتے ہیں۔غیر ذاکرین اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے ،جس کی وجہ سے ان کے تمام غم اور تفکرات ختم ہوجاتے ہیں۔سکینہ سے کیامراد ہے؟اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔جن کی تفصیل ''فضائل قرآن'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۴)......اللہ تعالیٰ ذاکرین کا تذکرہ مقرب فرشتوں کی جماعت اور حضرات انبیاء ومرسلین کی ارواح کے سامنے کرتا ہے۔جوکیا ہی مرمٹنے کی چیز ہے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔(مرقاۃ:۳/۳)

ذاکرین کی فضیلت

{۲۱۵۵} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسِیْرُ فِیْ طَرِیْقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلٰی جَبَلٍ یُقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ فَقَالَ سِیْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَالذَّاكِرَاتُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حوالہ: مسلم شریف:۲/۳۴۱، باب البحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، کتاب الذکر، حدیث نمبر:۲۶۷۶۔

حل لغات: یسیر: سار(ض) سیرا: چلنا، طریق: راستہ، جمع طرق، فمر: مر(ن) مرورًا: گذرنا،جبل: پہاڑ جمع جبال۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے کے راستے سے گذرتے ہوئے ایک پہاڑ پرگذرے جس کو جمدان کہا جاتا ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاچلتے رہو۔یہ جمدان ہے۔تنہائی اختیار کرنے والے سبقت لے گئے،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیایارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی اختیار کرنے والے کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کثرت سے ذکر کرنے والے اور کثرت سے ذکر کرنے والیاں۔

تشریح: یسیر فی طریق مکۃ: یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ جاتے ہوئے یا وہاں سے مدینہ منورلوٹتے ہوئے مکے کے راستے سے گذر رہے تھے۔(مرقاۃ: ۳/۳)

اسی راستے میں جمدان (بضم الجیم وسکون المیم وفی آخرہ نون) نامی پہاڑ تھا اس پر سے بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گذرے۔

فقال سیروا ھذا جمدان: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پہاڑ پر سلیقے سے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے گذرو۔ چونکہ زمین کا ہر خطہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے کہ آج کسی نے تجھ پر اللہ کا ذکر کیا ہے؟ جس حصے میں کوئی اللہ کا ذکر کیا ہوتا ہے تو وہ خطہ تمام خطوں پر فخر کرتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پہاڑ پر اللہ کا ذکر کرادیا تاکہ اس کو یہ سعادت میسر ہوجائے اور وہ دوسری جگہوں پر فخریہ بیان کرسکے کہ آج مجھ پر ایسے ایسے بندوں نے ذکر کیا ہے۔(مرقاۃ: ۳/۳)

سبق المفردون: مراد وہ لوگ ہیں جو کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ یہ لوگ چونکہ گوشہ نشین اور تنہائی پسند ہونے کی وجہ سے عام طور پر دوسرے لوگوں سے الگ رہتے ہیں، اس لئے ان ذاکرین کو "المفردون" سے تعبیر کردیا گیا ہے۔(مرقاۃ: ۳/۳)

اشکال مع جواب

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے آتے ہوئے جب جبل جمدان پر پہنچے تو آپ نے اس موقع پر اور اس جگہ پر یہ کیوں ارشاد فرمایا؟

جواب: (۱)......زید بن عمرو، یا ورقہ بن نوفل کہتا ہے۔ ؎

سبحان ذی العرش سبحان من یدوم لہ

وقبلنا سبح الجودی والجندی

اس شعر کے اندر جبل جندان کا تذکرہ ہے کہ وہ بھی اللہ کی تسبیح کرتا ہے تو آپ کو یہ شعر یاد آیا اس وجہ سے آپ نے یہ فرمایا۔

(۲)......حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادی ازرق پر پہنچے تھے تو تلبیہ پڑھا تھا اور یہ وادی اس پہاڑ کے قریب ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ آپ کو یاد آیا اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے

{۲۱۵۶} وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حوالہ: بخاری شریف: ۹۴۸/۲، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، کتاب الدعوات، حدیث نمبر: ۶۱۶۰۔ مسلم شریف: ۲۶۵/۱، باب استحباب صلوۃ النافلۃ فی بیتہ وموازھا فی المسجد، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا۔ حدیث نمبر: ۷۷۹۰۔

حل لغات: مثل: مثال، جمع امثال۔ الحیی: حی (س) حیاۃ: زندہ رہنا، المیت: میت جمع میتون۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ لوگ جو اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور وہ لوگ جو یاد نہیں کرتے ہیں ان کی مثال مردہ اور زندہ کی سی ہے۔“

تشریح: جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں ان کا دل زندہ ہوتا ہے اور جو لوگ ذکر الٰہی سے غافل رہتے ہیں گویا کہ ان کا دل مردہ ہوتا ہے۔

یہاں پر موت وحیات سے مراد دل کی زندگی اور موت ہے، اس لئے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”المراد بالمیت القلب“ (مرقاۃ: ۵/۵۱)

ذاکر اور غیر ذاکر کو زندہ اور مردہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ اس وجہ تشبیہ میں دو قول ہیں:

(۱)...... پہلا قول یہ ہے کہ جس طرح زندہ آدمی کا ظاہر خوشنما ہوتا ہے زندگی کے ساتھ اور وہ ہر قسم کے تصرفات کرسکتا ہے۔ اور اس کا باطن روشن ہوتا ہے علوم وادراک کے ساتھ اسی طرح ذکر کرنے والے کا ظاہر منور ہوتا ہے طاعت کے نور کے ساتھ اور باطن میں نور معرفت سے اجالا ہوتا ہے۔ اور غیر ذاکر کا ظاہر عاطل (بیکار) ہوتا ہے اور باطن میں بھی اندھیرا ہوتا ہے۔ (شرح الطیبی: ۴/۳۹۰، مرقاۃ: ۳/۴)

(۲)...... دوسرا قول یہ ہے کہ جس طرح زندہ آدمی کے ذریعہ دوستوں کو نفع پہنچتا ہے اور دشمنوں کو نقصان اور مردہ سے کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ذاکر سے دوستوں کو فائدہ اور دشمنوں کو نقصان پہنچتا ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اسمیں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ذاکرین کو حقیقی حیات حاصل ہوتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار" [اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔] (درس مشکوۃ: ۲/۲۱۸، مرقاۃ: ۳/۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ اس حدیث شریف کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے، اس کی زندگی بھی بے کار ہے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتیکہ مراست
زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

[کہتے ہیں کہ وہ زندگی ہی نہیں جو میری ہے، زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو۔]

بعض علماء نے فرمایا ہے: یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ: تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مردہ کو ستائے کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہمیشہ کی زندگی ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے، اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں؛ بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہوجانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے: "بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ" (آل عمران: ۱۶۹) اسی طرح ان کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہوجاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہوجاتے ہیں، طاعت سے رک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے، جیسے کہ خشک لکڑی کہ جھکانے سے نہیں جھکتی، صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

ذکر تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے

{۲۱۵۷} وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ وَأَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ، فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۱۱۰۱، باب ما یذکر فی الذات والنعوت واسامی اللہ، کتاب التوحید، حدیث نمبر: ۷۴۰۷۔ مسلم شریف: ۲/۳۴۱، باب البحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، کتاب الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار، حدیث نمبر: ۲۶۷۵۔

حل لغات: ظن: گمان، جمع ظنون، نفس: نفس جمع نفوس۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتے ہیں، پس اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی ان کو دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو اس کو اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔

تشریح: میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں۔حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میرا بندہ میری نسبت جو گمان وخیال رکھتا ہے میں اس کے لئے ایسا ہی ہوں اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جس کی وہ مجھ سے توقع رکھتا ہے، اگر مجھ سے معافی کی امید رکھتا ہے تو اس کو معافی دیتا ہوں اور اگر میرے عذاب کا گمان رکھتا ہے تو پھر عذاب دیتا ہوں۔(مرقاۃ: ۴/ ۳)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظن چونکہ یقین اور شک کے درمیان واسطہ ہے اس لئے کبھی یقین کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جب کہ یقین کی علامات ظاہر ہوں اور کبھی شک کے معنی میں جب کہ یقین کی علامت ضعیف ہوں۔

یقین کی مثال ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ'' (سورۃ البقرۃ:۴۰) [جو اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔] (آسان ترجمہ)

یہاں ''يَظُنُّوْنَ'' کے معنی ''یوقنون'' کے ہیں اس لئے کہ آیت کریمہ میں ''خاشعین'' کی صفت بیان کی جارہی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے بارے میں ''خاشعین'' کو یقین ہے شک نہیں۔

اور شک کی مثال ہے: ''وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ'' (سورۃ قصص:۳۹) [اور یہ سمجھ بیٹھے کہ انہیں ہمارے پاس واپس نہیں لایا جائے گا۔] (آسان ترجمہ)

یہاں ''ظنوا'' کے معنیٰ ہیں: ''توھموا'' چونکہ یہاں یقین کی علامات کمزور ہیں۔اس لئے ظن شک کے معنیٰ میں مستعمل ہوا۔(طیبی: ۳۲۲/ ۴،مرقاۃ: ۴/ ۳)

اب حدیث مذکور میں ''ظن'' اپنے ظاہر پر بھی حمل ہوسکتا ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ میرا بندہ میری نسبت جو گمان رکھتا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں تو گویا کہ اس ارشاد کے ذریعہ ترغیب دلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امید اس کے عذاب کے خوف پر غالب ہونی چاہئے۔

فَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ۔ ماقبل پر تفریع ہے۔اس سے پہلے فرمایا تھا: ''وَأَنَا مَعَهٗ إِذَا ذَكَرَنِيْ'' اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں، مطلب یہ ہے کہ اس کو توفیق دینے، حفاظت کرنے اور مدد کرنے کے اعتبار سے میں ساتھ ہوتا ہوں، یا یہ کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سنتا ہوں، اور اس کے حال سے باخبر ہوں اس کا قول مجھ پر مخفی نہیں۔اس کے بعد تفریع یہ ہے کہ میرا ساتھ ہونا عام ہے چاہے مجھے خفیہ طور پر دل میں یاد کرے یا ظاہری طور پر جماعت میں یاد کرے۔ (مرقاۃ: ۴/ ۳،شرح الطیبی: ۳۲۲/ ۴)

اشکال و جواب

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس لئے جنس بشر جنس ملائکہ سے افضل ہے، جب کہ حدیث کا ظاہر اس کے خلاف ہے۔کیونکہ ''فی ملاء خیر منھم'' کا مطلب یہ ہے کہ ملائکہ انسان سے افضل ہیں۔

پہلا جواب علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ''ملاء'' کا اطلاق صرف فرشتوں پر نہیں ہوتا، بلکہ ''ملاء'' کے معنیٰ ہیں اشراف اور رؤساء اور یہاں اس سے صرف ملائکہ مراد نہیں۔بلکہ ملائکہ مقربین اور ارواح مرسلین مراد ہیں۔تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہوا کہ میرا بندہ مجھے عام انسانوں کی جماعت میں یاد کرے گا اور میں اس کو ملائکہ

مقربین اور ارواح مرسلین کے سامنے یاد کروں گا، اور یقیناً یہ جماعت عام انسانوں کی جماعت سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ (طیبی: ۳۲۳/ ۴، مرقاۃ: ۵/ ۳، التعلیق: ۶۱/ ۳)

دوسرا جواب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث شریف سے ملائکہ کی افضلیت تو ثابت ہے، لیکن یہ ایک جزئی فضیلت ہے، کلی نہیں۔ یعنی ملائکہ کو تقدس، عصمت، قوت علی الطاعۃ اور اسرار الوہیہ پر اطلاع اور مشاہدہ کی وجہ سے عام ذاکرین کی جماعت سے افضل قرار دیا ہے، ورنہ انسان خواہشات نفسانی اور موانع وعوارض کے باوجود عبادت کرکے ثواب کثیر حاصل کرتا ہے جو یقیناً پہلے مرتبہ سے افضل ہے۔ لہٰذا دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۵۲/ ۵)

ذکرتہ فی نفسی: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ مجھے دل میں اور خفیہ طور پر یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو خفیہ طور پر اور دل میں یاد کرتا ہوں؛ لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تو جوارح سے منزہ اور مبرا ہے لہٰذا باری تعالیٰ کے لئے نفس کا ذکر مشاکلت لفظی پر محمول ہوگا کہ چونکہ بندہ کے لئے "فی نفسہ" کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اسی مناسبت سے باری تعالیٰ کے لئے بھی "فی نفسی" کا لفظ مشاکلت لفظی کے طور پر استعمال کیا گیا۔ (طیبی: ۳۲۲/ ۴، نفحات التنقیح: ۲۵۰/ ۳)

ذاکرین پر اللہ کی خصوصی توجہ

{۲۱۵۸} وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا وَاَزِیْدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَجَزَاءُ سَیِّئَۃٍ مِثْلُہَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَۃً لَا یُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُہٗ بِمِثْلِہَا مَغْفِرَۃً۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۴۳، باب فضل الذکر والدعاء والتقرب الی اللہ تعالیٰ، کتاب الذکر والدعاء، الخ، حدیث نمبر: ۲۶۸۷۔

حل لغات: الحسنة: نیکی، جمع حسنات: السیئة: برائی، جمع سیئات، شبر: بالشت، جمع اشبار، شبر (ن) شبرا: بالشت سے ناپنا، ذراع: ایک ہاتھ، باعا: دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار، جمع أبواع۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص ایک نیکی لے کر آتا ہے اس کے لئے دس نیکیاں ہیں، بلکہ اس سے زیادہ، اور جو شخص ایک برائی لے کر آتا ہے تو اس کو ایک برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں۔ جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص مجھ سے زمین کے برابر گناہ لے کر ملے گا تو میں اس سے اسی کے برابر مغفرت لے کر ملوں گا، بہ شرطیکہ اس نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔''

تشریح: من جاء بالحسنة فله عشر امثالها و ازيد: مراد یہ ہے کہ جو شخص ایک نیکی انجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دس نیکی کے برابر ثواب دیتا ہے، بلکہ اس کے خلوص اور للہیت کی بنیاد پر اس سے زیادہ اور بہت زیادہ ثواب دیتا ہے۔ یعنی اس حدیث قدسی میں قرآن کریم کی آیت: ''مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا'' [جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس جیسی دس نیکیون کا ثواب ہے۔ اور جو شخص کوئی بدی لے کر آئے گا تو اس کو صرف اسی ایک بدی کی سزا دی جائے گی۔] (آسان ترجمہ) کی طرف اشارہ ہے۔ (مرقاۃ: ۵/۳)

من جاء بالسيئة فجزاء سيئة مثلها أو اغفر: مراد یہ ہے کہ انسان اگر کفر وشرک کے گناہ کے علاوہ کوئی دوسرا گناہ کر بیٹھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اگر عذاب دینا چاہے تو اس کو اس کی برائی کے بہ قدر ہی عذاب دیتا ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو عذاب دینا نہ ہو تو اس گناہ کو بھی بخش دیتا ہے۔

ومن تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعا: حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اطاعت کے ذریعے سے ذات باری تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ذریعے سے اس سے قریب ہوتا ہے، یعنی اس کے لئے رحمت عام کردی جاتی ہے، جس سے اس کی ضروریات کی تکمیل اور سہولیات کی فراہمی میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ (مرقاۃ: ۵/۳)

مطلب یہ ہے کہ بندہ جس درجہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس سے کہیں زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہ کی طرف سے اس بندہ پر ہوتا ہے۔ قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا مطلب یہی ہے کہ پس بندہ کو اختیار ہے کہ جس قدر رحمت ولطف الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف بڑھائے۔

تقرب الٰہی کا ثمرہ

{۲۱۵۹} **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْئٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُبِهٖ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْئٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ وَلَا بُدَّلَهٗ مِنْهُ۔ ﴿رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/ ۹۶۲، باب الواضع، کتاب الرقاق، حدیث نمبر: ۶۲۵۳۔

حل لغات: ولیا: دوست جمع اولیائ، آذنته: أذن (س) أذنا: سننا، آذان (افعال) آگاہ کرنا، اعلان کرنا، الحرب: جنگ لڑائی جمع حروب، النوافل: جمع ہے النفل کی بمعنی فرائض وواجبات سے

زیادہ عبادت،یبطش: بطش (ض) بطشا: پکڑنا،مساءته: ساء (ن) سوءا: ناپسند کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں، میرا بندہ کسی چیز کے ذریعہ سے میرا تقرب چاہتا ہے ان میں سے وہ چیزیں مجھے زیادہ پسند ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں، مجھ سے پناہ مانگتا ہے میں پناہ دیتا ہوں، میں کسی چیز میں جس کو میں کرتا ہوں ایسا تردد نہیں کرتا جیسا تردد مومن کی روح نکالنے میں کرتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ناپسند کو ناپسند کرتا ہوں، اور اس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔''

تشریح: من عادیٰ لی ولیا فقد آذنته بالحرب: لفظ ''لی'' ولی کی صفت ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی سے عارف باللہ مطیع مخلص فی العبادت مراد ہے۔ (تعلیق: ۶۲/ ۳)

مطلب یہ ہوا کہ علماء، فضلاء، اولیاء اللہ اور خدام دین کی دشمنی کوئی معمولی بات نہیں، ان سے عداوت اور دشمنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کو دعوت دینا ہے۔ اور جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہو جائے اس کی ہلاکت و بربادی میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، مگر افسوس صد افسوس آج مسلمانوں کا بڑا طبقہ حضرات علماء و مشائخ اولیاء اللہ اور خدام دین کی عداوت و دشمنی میں مبتلا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ اعاذنا اللہ منه۔

فکنت سمعه الخ: حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث مشکلات الاحادیث میں سے ہے، اور اشکال اس حدیث شریف کے دو حصوں میں ہے۔ پہلا حصہ ہے: ''فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به'' اور دوسرا حصہ ''وما ترددت فی شیٔ انا فاعله'' (التعلیق: ۶۳/۳)

پہلے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ پر اپنی محبت غالب کر دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام شہوات اور لذات سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی پوری توجہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتی ہے تو اس کو وہی چیز نظر آتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہو اور وہی چیز سنتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔ گویا وہ تمام اغیار سے لاپرواہ ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ اس کا مددگار اور کارساز ہوتا ہے۔ اور اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ جوارح کو اپنی ناپسندیدہ چیزوں سے بچاتا ہے، یہی مطلب ہے کان، انکھ اور ہاتھ بننے کا تو گویا بندہ اللہ رب العزت کی مرضی کا مکمل مرہون ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی مکمل رعایت ہوتی ہے اس خاص تعلق اور خصوصیت کی بنیاد پر یہی محاورہ کلام عرب میں استعمال ہوتا ہے۔ ؎

جُنُونِیْ فِیْکَ لَا یَخْفٰی وَنَارِیْ فِیْکَ لَا تَخْبُوب

فأَنتَ السَّمع وَالنَّاظِرُ وَالْمُہْجَۃُ وَالْقَلْبُ

(طیبی: ۳۲۷/۴، تعلیق: ۶۳/۳)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کی توجیہ یوں فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نور بندہ کے نفس کو قوت عملیہ کی جہت سے جو پورے بدن میں موجود اور منتشر ہے، احاطہ کر لیتا ہے تو اس نور کا حصہ اس کی تمام قوتوں میں داخل ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ایسی برکات پیدا ہونے لگتی ہیں جو عادت کے خلاف ہوں، تو اس وقت بندہ کے فعل کی نسبت اس تعلق کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ" [چنانچہ (مسلمانو! حقیقت میں) تم نے ان (کافروں کو) قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے قتل کیا تھا۔ اور (اے پیغمبر!) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔] (آسان ترجمہ) (التعلیق: ۶۳/۳)

یہاں حدیث مذکور میں بھی اسی تعلق کی بناء پر اس بندہ کے سننے دیکھنے چلنے وغیرہ افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

دوسرے حصہ کا مطلب یہ ہے کہ موت کسی کے لئے کوئی پسندیدہ شی نہیں موت سے مفر بھی نہیں اسلئے کہ اس دنیا میں جو بھی جاندار آیا ہے اس کو موت کی آغوش میں ضرور جانا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کی ناپسندیدگی کو پسند نہیں فرماتے جس کی وجہ سے ''تردد'' ہوتا ہے اور ''تردد'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبد مؤمن پر بوقت موت خاص مہربانی فرماتے ہیں، جس سے موت کی کراہیت اس کے دل سے زائل ہوجاتی ہے، اس کی تائید حضرت عبادۃ بن الصامت اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں: ''عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ اَحَبَّ اللهُ لِقَائَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَائَهُ. قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذَاكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللهِ وَكَرَامَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْئٌ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ'' (طیبی: ۳۲۹/۴، التعلیق: ۶۴) [آنحضرت ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات محبوب رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ مومن بندہ کی جب موت کا وقت آتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مومن بندہ کے لئے جو اکرام واعزاز ہے اس کی خوشخبری دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اب کوئی چیز بھی اس کو اس چیز سے جو اس کیلئے آگے ہے زیادہ محبوب نہیں ہوتی۔ (یعنی اس وقت موت کو محبوب رکھتا ہے)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''تردد'' کے معنی ''ازالۃ کراھۃ الموت'' کے ہیں، اور موت کی کراہیت کا ازالہ اس طریقہ سے ہوتا ہے کہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ مؤمن کے لئے ایسے اسباب مہیا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دنیا سے مایوس اور تنگ آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف پوری امید کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے لئے دنیا کا چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے۔ (التعلیق: ۳/۶۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''تردد'' کے معنی کا

اطلاق اللہ تعالیٰ پر باعتبار غایت کے ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں اپنے کسی فیصلہ کو پورا کرنے میں تاخیر وتوقف نہیں کرتا، مگر عبد مؤمن کی روح قبض کرنے میں توقف کرتا ہوں تاکہ بندہ مؤمن پر موت آسان ہو اور اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ خود موت کا مشتاق ہو جائے، پھر اس کے بعد وہ زمرۂ مقربین میں داخل ہو کر اعلیٰ علیین میں اپنی جگہ حاصل کرلے۔ (طیبی: ۴/۳۲۸، نفحات التنقیح: ۲۵۲/۳)

مجالس ذکر کی فضیلت

{۲۱۶۰} **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللهَ تَنَادَوْ هَلُمُّوْا اِلىٰ حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْاَءُ لُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ قَالَ يَقُوْلُوْنَ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيُحَمِّدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَأَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللهِ مَارَأَوْكَ قَالَ فَيَقُوْلُ كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوْا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحاً قَالَ فَيَقُوْلُ فَمَا يَسْأَلُوْنَ قَالُوْا يَسْأَلُوْنَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللهِ يَارَبِّ مَارَأَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصاً وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُوْلُ فَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَا وَاللهِ يَا رَبِّ مَارَأَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا أَشَدَّ لَهَا مُخَافَةً قَالَ فَيَقُوْلُ

فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فَضْلًا يَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُا مَابَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعَدُوا اِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ فِي الْاَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيُهَلِّلُوْنَكَ وَيُحَمِّدُوْنَكَ وَيَسْأَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا لَاأَى رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ قَالَ وَمِمَّا يَسْتَجِيْرُوْنَنِيْ قَالُوْ مِنْ نَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْنَارِيْ قَالُوْ لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْانَارِيْ قَالُوْ يَسْتَغْفِرُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوْا وَآجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ يَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُوْلُ وَلَهٗ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔

حوالہ: بخاری شریف: ۹۴۸/۲، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، کتاب الدعوات، حدیث نمبر: ۵۱۶۱۔

حل لغات: الطرق: جمع طریق کی بمعنیٰ راستہ،یلتمسون: لمس (ن، ض) لمسا: چھونا، التمس (افتعال): تلاش کرنا،وجدوا: وجد (ض) وجودا: پانا،تنادوا: ندا (ن) ندوا: جمع ہونا، تنادیٰ (تفاعل): ایک دوسرے کو پکارنا، حاجۃ: ضرورت جمع حاجات، فیعفو: عفا (ض) عفوا: روکنا،یحمدونک: حمد (س) حمدا: تعریف کرنا،یمجدونک: مجد (ک) مجادۃ: بزرگوار ہونا، مَجَّدَ (تفعیل): بزرگی کی طرف نسبت کرنا، الجنۃ: باغ جمع جنات، حرصا: حرص (ض)

حرصا: لالچ کرنا، النار: آگ جمع نیران، فرارا: فر (ض) فرارا: جانا، بھاگنا، یبتغون: بغی (ض) بغیا غور سے دیکھنا، ابتغاء (افتعال): تلاش کرنا، قعدوا: قعد (ن) قعودا: بیٹھنا، حف: حف (ن) حفا: گھیرنا، احاطہ کرنا، عرجوا: عرج (ن، ض) عرجا: چڑھنا، یستجیرون: جار (ن) جورا: ہٹ جانا، استجار (استفعال): پناہ چاہنا، مر: مر (ن) مرورا: گذرنا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے فرشتے، راستوں میں پھر پھر کر، ذاکرین کو تلاش کرتے ہیں، جب وہ فرشتے لوگوں کو ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ تم اپنے مقصد کی طرف جلدی آؤ۔ چنانچہ وہ فرشتے ذاکرین کو آسمان دنیا تک گھیر لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ لوگ آپ کی تسبیح، تکبیر، تمجید اور تحمید بیان کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں۔ انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ لوگ اگر مجھ کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا حالت ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ لوگ آپ کو دیکھ لیں تو آپ کی بہت زیادہ عبادت کریں گے۔ آپ کی بہت زیادہ بزرگی بیان کریں گے اور آپ کی بہت زیادہ پاکی بیان کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ لوگ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ لوگ آپ سے جنت مانگ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا ان لوگوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں ہمارے رب واللہ ان لوگوں نے جنت کو نہیں دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر وہ لوگ جنت کو دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ لوگ جنت کو دیکھ لیں تو وہ لوگ اس کا بہت زیادہ لالچ کریں گے، اس کو بہت زیادہ طلب کریں گے اور اس کی بہت زیادہ خواہش کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا

ہے کہ وہ لوگ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں جہنم سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے اس کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ ہمارے رب، ان لوگوں نے آگ کو نہیں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر وہ لوگ اس کو دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ لوگ اس کو دیکھ لیں تو اس سے بہت تیز بھاگنے والے اور اس سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں تم فرشتوں کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اس جماعت میں فلاں شخص ذاکرین میں سے نہیں ہے وہ تو کسی ضرورت سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسے جلیس ہیں کہ ان کا ہمنشین محروم نہیں ہوتا ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم کی روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے گھومنے والے بہت زیادہ وہ فرشتے ہیں جو ذکر کی مجلسوں کو ڈھونڈتے ہیں جب وہ فرشتے ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں ذکر ہو رہا ہو تو وہ فرشتے ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور آپس میں اس انداز سے حلقہ بنا لیتے ہیں کہ زمین سے لے کر آسمانِ دنیا تک ان ہی فرشتوں سے بھر جاتا ہے۔ جب ذکر کرنے والے متفرق ہوتے ہیں تو یہ فرشتے اوپر چڑھتے ہیں اور ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ تم سب کہاں سے آئے ہو؟ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں ہم سب آپ کے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو آپ کی تسبیح، تکبیر، تہلیل اور تحمید بیان کرتے ہوئے آپ سے مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ لوگ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں وہ لوگ آپ سے آپ کی جنت مانگ رہے تھے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا ان لوگوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں اے ہمارے رب! نہیں اللہ تعالیٰ کہتا ہے اگر وہ لوگ میری جنت دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ لوگ تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے وہ لوگ مجھ سے کس چیز کی پناہ مانگتے ہیں؟ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ تیری جہنم سے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے، کیا ان لوگوں نے میری جہنم کو دیکھا

ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں نہیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر وہ میری جہنم دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ فرشتے کہتے ہیں وہ لوگ تجھ سے مغفرت بہت زیادہ مغفرت طلب کریں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے ان سب کو بخش دیا، میں نے ان لوگوں کو وہ چیزیں دیں جس کا انہوں نے سوال کیا اور میں نے ان سب کو اس چیز سے پناہ دے دی جس سے انہوں نے پناہ مانگی ہے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ان میں فلاں بندہ بہت گنہ گار ہے، وہ وہاں سے صرف گذر رہا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا۔اس لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بھی محروم نہیں ہوتا ہے۔''

تشریح: ذاکرین وشاغلین کا بڑا اونچا مقام ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ان لوگوں کی تلاش میں پوری دنیا میں گشت کرتے رہتے ہیں، جب ذاکرین کہیں مل جاتے ہیں تو ان کو یہ فرشتے پروانہ وار گھیر لیتے ہیں اور ان کے اس عمل کو بارگاہ الٰہی میں لے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ ذاکرین تو بخشے جاتے ہیں، ان کے ساتھ بیٹھنے والے لوگ بھی بخش دیئے جاتے ہیں۔

اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے جس سے ذکر، مجلس ذکر اور مجلس ذکر میں بیٹھنے والوں کی مغفرت اور فضیلت ظاہر ہے۔

اسی وجہ سے مجالس اولیاء میں شرکت نعمت عظمیٰ ہے۔امت مسلمہ کے ہر فرد کو مجالس اولیاء میں شرکت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔مگر افسوس آج خانقاہ، اہل خانقاہ اور ذاکرین کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔اعاذنا اللہ۔

دائمی ذکر کی فضیلت

{۲۱۶۱} وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأُسَيْدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَقِيَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ،

قَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْى عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا، قَالَ أَبُوْبَكْرٍ فَوَاللهِ إِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْى عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَاتَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةٌ وَسَاعَةٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ ﴿رَوَاهُ مُسْلِمٌ﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۵۵، باب فضل دوام الذکر والفکر الخ، کتاب التوبۃ، حدیث نمبر: ۲۷۵۰۔

حل لغات: النار: آگ جمع نیران، الجنۃ: جنت، جمع جنات، عین: آنکھ جمع عیون، عافسنا: عفس (ض) عفسا: پچھاڑنا، عافس (مفاعلت): کشتی کرنا، الأزواج: جمع ہے زوجۃ کی بمعنی بیوی۔ الضیعات: جمع ضیعۃ کی بمعنی جائیداد۔

ترجمہ: حضرت حنظلہ بن ربیع الاسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کرکے فرمایا کہ، اے حنظلہ تم کیسے ہو؟ میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''سبحان اللہ'' تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا جب ہم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل کر بیوی، بچوں اور جائیداد میں آپھنستے ہیں تو ہم

بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، خدا کی قسم! ہم بھی ان ہی حالات سے دو چار ہیں۔تو میں نے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چل کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حنظلہ منافق ہوگیا، اس لئے کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔لیکن جب ہم آپ کے پاس سے نکل کر بیوی، بچوں اور جائیداد میں جا پھنستے ہیں تو بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حال میں رہو جو میری صحبت اور ذکر کی وجہ سے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور راستوں میں مصافحہ کرنا شروع کر دیں گے لیکن اے حنظلہ! گاہے گاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح: حنظلۃ بن الربیع: سے مراد وہ حنظلہ ہیں جو کاتب الرسول کے نام سے مشہور تھے۔بعد میں یہ مکہ مکرمہ چلے گئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وفات پائی۔یہاں حنظلہ سے مراد وہ حنظلہ نہیں ہیں جو غسیل ملائکہ سے مشہور ہیں۔(مرقاۃ:۱۰/۳)

لقيني أبو بكر: حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ چونکہ مغلوب الحال تھے، اسی سے متأثر ہو کر انہوں نے کہہ دیا کہ مجھ سے ابوبکر نے ملاقات کی ورنہ ادب کا تقاضہ تو یہ تھا کہ یہ کہتے: لقيت أبا بكر رضي الله عنه فقال كيف أنت؟ یعنی میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کے مزاج کیسے ہیں؟ (مرقاۃ:۱۰/۳)

قلت نافق حنظلة: یہاں اعتقادی اور ایمانی نفاق مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کے احوال وکوائف اس طرح ادلتے بدلتے رہتے تھے جیسا کہ اصلی منافقین اپنے اعتقاد کو بدلتے تھے۔(مرقاۃ:۱۰/۳)

قال سبحان الله ما تقول: یہ چونکہ ایک تعجب آمیز چیز تھی، اس لئے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سبحان اللہ پڑھا اور فرمایا: کہ اس پر غور تو کیجئے کہ آپ کیا بول رہے ہیں؟ (طیبی: ۴/۳۳۳)

قلت نکون عند رسول اللہ الخ: مراد یہ ہے کہ جب ہم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں، جہاں جنت و دوزخ کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں ہم اس طرح مستغرق ہوجاتے ہیں کہ جنت و دوزخ کا نظارہ ہو رہا ہے، لیکن جب ہم وہاں سے الگ ہو کر اپنے کاموں میں مشغول ہوجاتے ہیں تو یہ حالت اور کیفیت باقی نہیں رہتی ہے، جیسا کہ منافقین جب تک حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں تو خوب ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، اور چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ لوگ یہاں سے الگ ہو جاتے ہیں تو ان کی حالت غیر اور بہت غیر بلکہ قابل رحم ہو جایا کرتی ہے۔ (مرقاۃ: ۳/۱۱)

قال ابو بکر الخ: یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ میری بھی یہی حالت ہے۔

فانطلقت انا و أبو بکر الخ: دونوں کے احوال چونکہ ایک ہی طرح کے تھے، اس لئے مسئلے کے حل کے لئے دونوں حضرات حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

فقلت نافق حنظلۃ یا رسول اللّٰہ! الخ: حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک سے ہی یہ دونوں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے، اس لئے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی اپنی بات شروع کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ اس لئے کہ آپ کی مجلس میں جب ہوتے ہیں تو احوال کچھ اور ہی ہوتے ہیں اور جب اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں تو کیفیات بدل جاتی ہیں۔

فقال رسول اللّٰہ الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حنظلہ! تمہاری جو حالت میری محفل میں ہوتی ہے اگر یہی کیفیت چوبیس گھنٹے رہنے لگے تو فرشتے تم سے علانیہ مصافحہ کرنے لگیں۔ اس لئے کہ آدمی جب چوبیس گھنٹے ذکر میں مشغول رہے گا تو وہ کثرت ذکر کی بناء

پر صفات ملکوتی سے متصف ہو جایا کرتا ہے اور جب انسان صفاتِ حیوانی سے خالی ہو کر صفات ملکوتی سے متصف ہو جائے گا تو گویا کہ وہ فرشتے کی جنس میں سے ہو گیا، اور ہر جنس اپنی جنس سے بے تکلفی سے ملاقات کرتی ہے، اس لئے فرشتے بھی چوبیس گھنٹے ذکر کرنے والے انسانوں سے بے تکلفانہ ملاقات شروع کر دیں گے۔

قیل أی علانیۃ الخ: مراد یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بہ طور نصیحت کے فرمایا: کہ انسان عناصر اربعہ سے مرکب ہے، اس لئے وہ ایک حالت پر باقی نہیں رہ سکتا ہے، اس لئے کبھی یہ حالت ہوتی ہے اور کبھی وہ حالت ہوتی ہے، میری مجلس میں آ کر بھی تمہاری حالت نہ بدلے یہ بھی بے کار ہے۔ اس لئے احوال وکوائف ادلتے بدلتے رہیں گے، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ولکن یا حنظلۃ! ساعۃ وساعۃ ثلث مرات: اس ثلث مرات کا تعلق یا تو اس پورے جملہ سے ہے، یعنی اس پورے جملہ کو تین مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا لفظ ساعۃ کو تین مرتبہ فرمایا۔ علامہ توربشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساعۃ وساعۃ کا مطلب ہے کہ ساعۃ فی الحضور تؤدون حقوق ربکم وساعۃ فی الغیبۃ فتقضون حقوق نفوسکم۔ یعنی ایک وقت ایسا ہونا چاہئے جس کے اندر اپنے رب کے ساتھ مشغول رہو اور اس کے حقوق ادا کرو، اور ایک وقت ایسا ہونا چاہئے جس کے اندر بیوی اور بال بچوں وغیرہ میں مشغول رہو۔ (تعلیق: ٣/٦٧)

اس لئے یہ کیفیت گاہے گاہے حاصل ہوتی ہے۔

﴿الفصل الثانی﴾

ذکر الٰہی کی عند اللہ قدر ومنزلت

{۲۱۶۲} وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرَقِ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ ﴿رَوَاہُ مَالِکٌ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ﴾ اِلَّا اَنَّ مَالِکًا وَقَفَہٗ عَلٰی اَبِی الدَّرْدَاءِ۔

حوالہ: مالک:۳۷، باب ماجاء فی ذکر اللہ تعالیٰ، قبل کتاب الجنائز، وتحت جامع الصلوۃ، مسند احمد:۱۹۵/۵، ترمذی شریف:۱۷۵/۲، باب ماجاء فی فضل الذکر، ابواب الدعوات، حدیث نمبر:۳۳۷۷۔ ابن ماجہ شریف:۲۶۸، باب فضل الذکر، ابواب الادب، حدیث نمبر:۳۷۹۰۔

حل لغات: ائنبئکم: أنبأ (افعال) خبر دینا، انفاق: انفق (انفعال): المال خرچ کرنا، الذھب: سونا جمع اذھاب وذھوب، الورق: چاندی کا سکہ جمع أوراق، اعناقھم: جمع ہے عنق کی بمعنی گردن، ذکر (ن) ذکرًا: دل دل میں یاد کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں سب سے بہتر عمل کے بارے میں نہ بتادوں جو تمہارے بادشاہ کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ، تمہارے درجات کو بہت زیادہ بلند کرنے والے، تمہارے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر اور اس سے بھی بہتر کہ تم اپنے دشمنوں سے لڑو، تم ان کی گردنوں کو کاٹو اور وہ تمہاری گردنوں کو کاٹیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کیوں

006 Bab Zikrullah

نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاذ کراللہ۔"

تشریح: حدیث پاک سے ذکر اللہ کا تمام اعمال وعبادات حتی کہ جہاد سے بھی افضل ہونا ظاہر ہے۔

عند اللہ سب سے بہتر عمل

{۲۱۶۳} **وَعَنْ** عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ طُوْبٰى لِمَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ، قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ أَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حوالہ: مسند احمد: ۱۸۸/۴، ترمذی شریف: ۵۹/۲، باب ماجاء فی طول العمر للمؤمن، ابواب الزھد، حدیث نمبر: ۲۳۲۹۔

حل لغات: طوبی: سعادت جمع طوبیات، طال: طال (ن) طولا، لمبا ہونا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی نے آکر کہا کہ کون آدمی سب سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جس کی عمر لمبی ہوئی اور اعمال نیک ہوئے، اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا عمل سب سے اچھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سے اس حال میں جدا ہونا کہ تمہاری زبان ذکر اللہ سے تر ہو۔

تشریح: جس شخص کی عمر بھی طویل ہو اور اعمال حسنہ کا عادی ہو جس کی وجہ سے اعمال حسنہ کا بہت بڑا ذخیرہ اس نے جمع کیا اس کا قابل مبارک باد ہونا ظاہر ہے۔

قال ان تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللّٰہ: مراد یہ ہے کہ یہ

سب سے اچھا عمل ہے کہ آدمی چوبیس گھنٹے ذکر میں لگا رہے حتی کہ موت کے وقت بھی ذکر اللہ میں مشغول رہے اور ذکر سے مراد ہر طرح کا ذکر ہے، یعنی ذکر کی جتنی قسمیں ہو سکتی ہیں وہ تمام قسمیں اس میں داخل ہیں صرف ذکر لسانی یا قلبی نہ سمجھ لیا جائے۔ ''والذکر یشمل الجلی والخفی، واللسان یحتمل القلبی والقالبی ولا منع من الجمع بل ھو ادعی إلی مقام الجمع'' (مرقاۃ: ۱۴/ ۳)

ذکر کے حلقے جنت کے باغات ہیں

{۲۱۶۴} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا، قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ؟ قَالَ حِلَقُ الذِکْرِ رَوَاہُ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۱۹۱، ابواب الدعوات، حدیث نمبر: ۳۵۱۰۔

حل لغات: مررتم: مر (ن) مروراً: گذرنا، بریاض: جمع ہے روضۃ کی بمعنی باغ، فارتعوا: رعی (ف) رعیا: جانور کا گھاس چرنا، ارتعی (افتعال): چرنا، حلق: جمع ہے حلقۃ کی بمعنی ہر گول چیز۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم جنت کے باغات سے گذرو تو چرلیا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر کے حلقے۔''

تشریح: اذا مررتم بریاض الجنۃ: مراد ذکر کی محفلیں ہیں، یعنی آدمی جب ذکر کی محفل کے پاس سے گذرے تو ان محفلوں میں شریک بھی ہو جائے تا کہ اس کو بھی کچھ حصہ مل جائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ اس حدیث شریف کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس، ان حلقوں تک رسائی ہو جائے، تو اس کو

بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہئے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں۔اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا: کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا، بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے؛ لیکن ادھر سے منہ نہیں موڑتا۔اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہ موڑنا چاہئے۔اور ''جنت کے باغ'' اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی، اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ایا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے، یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔

صاحب الفوائد فی الصلوت والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اور صحیح حدیث میں آیا ہے: حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں۔اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے، اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہ کا ہم نشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہم نشیں ہو جائے، اس کے علاوہ اس سے شرح صدر ہو جاتا ہے، دل منور ہو جاتا ہے، اس کے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں۔جن کو بعض علماء نے سو (۱۰۰) تک شمار کیا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں، تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کرسکتے ہیں، پھر یہ آیت پڑھیں: ''یَآیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا'' سے ''رَحِیْمًا'' تک۔ (سورۃ احزاب) [اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو، وہی ہے جو خود بھی تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئے

اور وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔] (آسان ترجمہ) گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور ملائکہ کی دعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے۔ جتنا تم ذکر کروگے اتنا ہی ادھر سے ذکر ہوگا۔

ہمہ وقت ذکر اللہ میں مشغول رہنا

{۲۱۶۵} وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةً وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةً۔ ﴿رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ﴾

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲/۲۶۶، باب کراھیۃ ان یقوم الرجل الخ، کتاب الادم، حدیث نمبر: ۴۸۵۶۔

حل لغات: قعد: قعد (ن) قعودا: بیٹھنا۔ ذکر (ن) یاد کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے نقصان کی بات ہوگی اور جو شخص بستر ے میں لیٹا اور اس نے اس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا تو اس کے لئے اللہ کی مغفرت سے نقصان کی بات ہوگی۔''

تشریح: آدمی اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاتے اور شب وروز اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے، کوئی وقت اور جگہ خالی نہ جانے دے ورنہ تو بعد میں پچھتاوا ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ قیامت میں جب ذکر کے اجر وثواب کو دیکھے گا تو جو مجلس اور جو وقت بھی ذکر اللہ سے خالی گذرا اس پر اس کو سخت افسوس ہوگا کہ اس وقت بھی اگر اللہ کا ذکر کرتا تو کتنا اجر وثواب حاصل ہوتا۔ مگر وہاں حسرت وافسوس سے کچھ حاصل نہ ہوگا، اس لئے کوشش کرنا چاہئے کہ کوئی وقت بھی ذکر اللہ سے خالی نہ گذرے، مگر واضح رہے کہ تمام اعمال حسنہ اور عبادات بھی ذکر اللہ میں داخل ہیں۔

ذکرِ خدا سے خالی مجلس کا حال

{۲۱۶۶} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ قَوْمٍ يَّقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً (رَوَاهُ اَحْمَدَ وَاَبُوْدَاوُدَ)

حوالہ: مسند احمد: ۲/۴۴۶، ابو داؤد شریف: ۲/۲۶۶، باب کراهیة ان یقوم الرجل من مجلسه الخ، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۴۸۵۵۔

حل لغات: قوم: جماعت، لوگ۔ جمع أقوام، جیفة: میت کا بدبودار جثہ جمع أجیاف، جاف (ض) جیفا: بدبودار ہونا، حمار: گدھا جمع حمیر۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگ کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کئے بغیر اٹھ جائیں تو ان لوگوں کا اٹھنا ایسا ہے جیسا کہ گدھے کی لاش کے پاس سے اٹھے ہوں اور یہ مجلس ان پر باعث حسرت ہوگی۔''

تشریح: جن مجالس میں خدا کا ذکر نہیں ہوتا ہے وہ مجالس ایسی ہی ناپسندیدہ اور قابل نفرت ہیں، جیسے گدھے۔

مطلب یہ ہے کہ جو مجلس ذکر اللہ سے خالی گذری وہ ذکر اللہ کے اجر وثواب سے خالی ہونے کی وجہ سے اس مجلس کے مقابلہ میں جس میں ذکر اللہ کا اہتمام کیا گیا مردار گدھے کے مانند قابل نفرت وناپسندیدہ ہے، جس پر وہاں سخت افسوس ہوگا اس لئے کوشش کرنا چاہئے کہ کوئی مجلس بھی ذکر اللہ سے خالی نہ ہو۔

جس مجلس میں ذکر اللہ نہ ہو

{۲۱۶۷} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاجَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ

اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ ﴿رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۷۵/۲، باب ماجاء فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ، ابواب الدعوات، حدیث نمبر: ۳۳۸۰۔

حل لغات: مجلسا: بیٹھنے کی جگہ جمع مجالس، شاء (ف) شیئا: چاہنا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں نے کسی مجلس میں بیٹھ کر نہ ہی اللہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اپنے نبی پر درود پڑھا تو ان کے لئے نقصان ہے، اللہ اگر چاہے تو عذاب دے گا اور اگر چاہے تو بخش بھی دے گا''

تشریح: ماجلس قوم مجلسا: مراد یہ ہے کہ آدمی جب کسی مجلس میں بیٹھے تو لازماً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلیا کرے، یا حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا کرے۔

ایسا نہ کرنے کی صورت میں ان لوگوں کے لئے نقصان ہی نقصان ہے۔ اس لئے کہ ہر آن ہر لمحہ بندہ پر حق تعالیٰ شانہ کے کروڑوں انعامات واحسانات ہوتے ہیں، جن کی شکر گذاری بندے پر لازم ہے اور ذکر اللہ کرنا یا درود شریف پڑھنا بہترین شکر گذاری ہے۔ پس جو بندہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے جرم میں مبتلا ہے، وہ یقیناً مجرم اور مستحق سزا ہے۔ الاَّ یہ کہ کریم آقا اپنے فضل و کرم سے اس کو معاف فرمادے۔

تین چیزوں کے علاوہ ہر بات وبالِ جان ہے

{۲۱۶۸} وَعَنْ اُمِّ حَبِیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ کَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَیْهِ لَا لَهٗ، اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرُ اللّٰهِ ﴿رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ﴾ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۲۸۶، باب کف اللسان فی الفتنة، ابواب الفتن، حدیث نمبر: ۳۹۷۴۔ ترمذی شریف: ۶۶/۲، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ابواب الزھد، حدیث نمبر: ۲۴۱۲۔

حل لغات: امر: حکم جمع أوامر، نھی، نھا (ف) نھیا: منع کرنا۔

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بنی آدم کا ہر کلام اس کے لئے وبالِ جان ہے سوائے امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے۔''

تشریح: جب آدمی کوئی بات کرے تو سوچ سمجھ کر کرے اسلئے کہ جس طرح سے اس کو ہر اچھی بات کا ثواب ملتا ہے، ایسے ہی اس کو ہر بری بات کا جواب دہ بھی ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ کلام خیر، شر اور مباح کے قبیل سے ہوگا، پس خیر میں اجر ہے، اور شر میں گناہ ہے اور مباح میں عفو ہے، نہ گناہ اور نہ ہی اجر۔ (طیبی: ۴/۳۳۹)

اور انسان کا کلام جب امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ذکر اللہ سے خالی ہوگا تو اس کا غیبت چغلی وغیرہ سے بچنا دشوار ہوگا اور یقیناً یہ چیزیں بندہ کے لئے وبال ہی وبال ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بندہ اپنے اوقات کو امر بالمعروف، نہی عن المنکر، ذکر اللہ تینوں میں سے کسی نہ کسی چیز میں مشغول رکھے۔

ذکر اللہ نہ کرنا قساوت قلبی کی علامت ہے

{۲۱۶۹} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِّلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ۔ ﴿رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۶۶، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ابواب الزھد، حدیث نمبر: ۲۴۱۱۔

حل لغات: قسوۃ: سخت، قسا (ن) قسوۃ، سخت ہونا، درست ہونا، القاسی: سخت۔ جمع قساۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ذکر اللہ کے بغیر زیادہ کلام نہ کرے چونکہ یہ قساوت قلبی کا باعث ہے، بے شک سخت دل

والا اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ دور ہوتا ہے۔"

تشریح: اس حدیث شریف سے مطلقاً کلام کی نفی نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آدمی بات کم کرے اور ذکر اللہ کی طرف زیادہ دھیان دے، اس لئے کہ زیادہ باتیں بنانا اور ذکر اللہ نہ کرنا یہ قساوت قلبی کا باعث ہے۔ اور جب قساوت قلبی پیدا ہو جاتی ہے تو حق باتوں کا اثر ورسوخ کم ہونے لگتا ہے۔ (مرقاۃ: ۱۶/۳) اس کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ سے دوری ہے، جو ایک مسلمان کی شان نہیں ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے ہمہ وقت ذکر اللہ میں مشغول رہے اور ذکر اللہ کے علاوہ باقی کلام ضرورت کے بقدر ہی کرے۔

بہترین سرمایہ

{۲۱۷۰} **وَعَنْ** ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهٗ فَقَالَ أَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ ﴿رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ﴾

حواله: مسند احمد: ۲۷۸/۵، ترمذی شریف: ۱۴۰/۲، باب ومن سورة التوبة، ابواب التفسير، حدیث نمبر: ۳۰۸۴۔ ابن ماجه شریف: ۱۳۳، باب افضل النساء، ابواب النكاح، حدیث نمبر: ۱۸۵۶۔

حل لغات: یکنزون: کنز (ض) کنوزا: جمع کرنا، الذهب: سونا۔ جمع اذهاب، الفضة: چاندی، لسان: واحد، جمع السنة ہے۔ بمعنی زبان، شاکر: شکر (ن) شکرا: شکریہ ادا کرنا، بہتر سلوک پر تعریف کرنا۔

ترجمه: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں تو ہم لوگ ایک سفر میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، تو بعض

صحابہ نے کہا کہ سونے اور چاندی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوگئی اگر ہم لوگ جان لیتے کہ کون سا مال سب سے اچھا ہے تو اسی کو اختیار کرتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان، شکر گزار دل اور ایمان والی بیوی سب سے بہتر ہے جو اپنے شوہر کے ایمان کے لئے مدد گار ہو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آیت مبارکہ سے سونے چاندی کے احکام تو ہم کو معلوم ہو گئے لیکن ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ سب سے اچھا مال کون سا ہے؟ تا کہ ہم لوگ اس کو اختیار کریں۔ (تعلیق: ۷۰/۳، طیبی: ۳۴۰/۴، مرقاۃ: ۱۶/۳)

فقال أفضله لسان شاكرا الخ: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو چیز انسان اختیار کرے وہ یہ تین چیزیں ہیں:

(۱)...... ذکر کرنے والی زبان۔ یہ تو ظاہر ہے ذکر کرنا بہترین عمل ہے اس لئے کہ جس زبان سے ذکر کیا جائے وہ بہترین زبان ہے۔

(۲)...... شکر گذار قلب۔ جب آدمی شکر ادا کرتا ہے تو منعم حقیقی کو ضرور یاد کرتا ہے تو گویا کہ یہ بھی ذکر کی ایک صورت ہے۔

(۳)...... ایسی مسلمان عورت جو ایمان کی پختگی پر مدد کرے۔ یعنی وہ عورت اپنے شوہر کو عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار اور دیگر اعمال حسنہ کی ترغیب دیتی رہے۔ اور ہر ہر برائی سے اس کو روکنے کی کوشش کرتی رہے۔ (تعلیق: ۷۰/۳، مرقاۃ: ۱۶/۳)

﴿الفصل الثالث﴾

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ذاکرین پر فخر کرتا ہے

{۲۱۷۱} وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلىٰ حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ قَالَ آللّٰهُ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ؟ قَالُوْا آللّٰهُ، مَا أَجْلَسَنَا غَيْرُهُ قَالَ أَمَا إِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَمَاكَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِنِّيْ وَإِنَّ رُسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلىٰ حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ هٰهُنَا قَالُوْ جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلىٰ مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهُ مَا أَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ قَالُوْا آللّٰهُ مَا أَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ قَالَ أَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنَّهٗ أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۶، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، حدیث نمبر: ۶۸۵۷۔

حل لغات: حلقة: حلقه: جمع حلق، نذكر: ذكر (ن) ذكرا: دل دل میں یاد کرنا، تهمة: شک جمع تهم، من: منّ (ن) منّا: احسان کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں ایک حلقے کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا آپ لوگوں کو یہاں کس چیز نے بیٹھایا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم اسی مقصود کے لئے بیٹھے ہو؟ تو

ان لوگوں نے کہا واقعی ہم صرف اسی مقصد کے لئے بیٹھے ہیں۔ میں نے تہمت کی وجہ سے آپ لوگوں کو قسم نہیں کھلائی ہے، نیز جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کم حدیث نقل کرنے کے سلسلے میں میرے برابر کوئی نہیں ہے۔ بے شک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ایک حلقے کے پاس پہنچے تو ارشاد فرمایا؛ تم لوگوں کو یہاں کس چیز نے بیٹھایا؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اللہ کا ذکر کرنے اور اس بات پر اللہ کی تعریف کرنے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی ہدایت دے کر ہم لوگوں پر احسان فرمایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ نے آپ لوگوں کو اسی کام کے لئے بیٹھایا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اسی کام کے لئے بیٹھایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہر حال میں نے تہمت کی وجہ سے تم لوگوں کو قسم نہیں کھلائی ہے لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے پاس آ کر خبر دی ہے کہ اللہ بزرگ و برتر فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرمارہے ہیں۔

تشریح: خرج معاویۃ علی حلقۃ: یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف نکلے تو دیکھا کہ وہاں ایک حلقہ لگا ہوا ہے۔ (مرقاۃ:۱۶/۳)

فقال ما أجلسکم: تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حلقہ والوں سے دریافت کیا کہ آپ لوگ یہاں کس وجہ سے بیٹھے ہیں؟ (مرقاۃ:۱۶/۳)

قالوا اجلسنا نذکر اللّٰہ: تو ان حضرات نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کے یہاں بیٹھنے کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔

قال آللّٰہ ما أجلسکم الا ذلک: یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاکیداً قسم دے کر ان لوگوں سے دریافت فرمایا؛ کہ بہ خدا کیا آپ لوگ اسی مقصد سے بیٹھے ہیں۔

قالوا اللّٰہ ما أجلسنا غیرہ: تو ان حضرات نے جواب دیا کہ جی ہاں ہم لوگوں کے یہاں بیٹھنے کا مقصد صرف ذکر اللہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔

لم استحلفکم تھمۃ: مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شک کی بنیاد پر ان لوگوں کو قسم نہیں کھلائی تھی، بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

ایک مجلس سے ایسے ہی دریافت فرمایا تھا۔ اس لئے انہوں بھی ایسے ہی دریافت کیا۔ اس سے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر چیز میں کمال اتباع کا علم ہوا۔

وما کان احد بمنزلتی الخ: مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سالے ہونے اور دیگر خصوصیات کی بنا پر بہت قریب تھے۔ اس کے باوجود احتیاطاً بہت کم روایت نقل کرتے ہیں، ورنہ قربت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ بہت زیادہ روایت کرتے۔ یہ کہہ کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں جو کچھ بیان کروں گا سو فی صد ٹھیک اور درست ہوگا۔ (مرقاۃ: ۱۷/ ۳، تعلیق: ۱۷/ ۳)

یباھی بکم الملائکۃ: یعنی جب لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کا ذکر جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان لوگوں کا تذکرہ بطور فخر فرماتے ہیں؛ کہ میرے بندے شہوات نفسانیہ کے ہوتے ہوئے اور شیطان کی ان کو ذکر سے روکنے کی ہزار کوششوں کے باوجود میرے ذکر میں مشغول ہیں۔ (مرقاۃ: ۱۷/ ۳، تعلیق: ۱۷/ ۳)

انسان ذکر میں لگا رہے

{۲۱۷۲} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْئٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ﴿رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ﴾ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ابن ماجہ: ۲۶۸، باب ماجاء فی فضل الذکر، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۳۷۹۳۔
ترمذی شریف: ۲/ ۱۷۵، باب ماجاء فی فضل الذکر، ابواب الدعوات، حدیث نمبر: ۳۳۷۵۔

حل لغات: شرائع: جمع ہے شریعۃ کی بمعنی طریقہ، تشبث: شبث (س) شبثا چمٹنا، متعلق

ہونا،رطبا:تر،رطب:(س،ک)رطوبۃورطابۃ:تر ہونا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ’’یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر اسلام کے احکام بہت ہو گئے ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک ایسی چیز بتلا دیجئے جس سے میں چمٹا رہوں۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ سے تیری زبان ہمیشہ تر رہے۔

تشریح: ان شرائع الاسلام قد کثرت علی: مراد یہ ہے کہ میں فرائض وواجبات تو ادا کرتا ہوں؛ لیکن نفلی عبادتوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے، ان میں سے کس عمل کو اپناؤں؟ یہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اس لئے آپ! مجھے کوئی خاص عمل بتلا دیجئے، جسے میں زندگی کا نصب العین بنالوں۔ ’’والظاھر ان المراد ھنا النوافل‘‘(مرقاۃ:۱۷/۳،التعلیق:۱۷/۳)

لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللّٰہ: مراد یہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ ذکر اللہ میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور آدمی ہمیشہ ذکر میں لگا رہے اور یہ کیفیت کسی بڑے بزرگ اور شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینے ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

ذاکرین کی فضیلت

{۲۱۷۳} وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَالذَّاکِرَاتُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بَسَیْفِہٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا فَاِنَّ الذَّاکِرَ لِلّٰہِ اَفْضَلُ مِنْہُ دَرَجَةً ﴿رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ﴾ وَقَالَ ھٰذَا

حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: مسند احمد: ۷۵/۳، ترمذی شریف: ۱۷۵/۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الذکر، حدیث نمبر: ۳۳۷۶۔

حل لغات: العباد: جمع ہے عبد کی بمعنی بندہ، الغازی: جمع غزاۃ، غزا (ن) غزوا: کسی قوم سے جنگ کے لئے نکلنا، ینکسر، کسر (ض) کسرا: ٹوٹنا، یختضب، خضب (ض) خضبا: رنگین کرنا، اختضب (افتعال): رنگین ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن کون لوگ سب سے افضل اور اللہ کے نزدیک بلند درجے والے ہونگے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بھی افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص اپنی تلوار سے کفار و مشرکین میں جہاد کرے حتی کہ وہ ٹوٹ جائے اور خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والے درجے کے اعتبار سے اس شخص سے بہتر ہیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور سب سے بلند درجے والے ذاکرین ہوں گے، حتی کہ مجاہدین سے بھی افضل ہونگے۔

ذکر ایک قسم کی ڈھال

{۲۱۷۴} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ۔ (رواہ البخاری تعلیقاً)

حوالہ: بخاری شریف: ۷۴۴/۲، کتاب التفسیر، باب قل اعوذ برب الناس، حدیث نمبر: ۴۹۷۷۔

سے ماقبل۔

حل لغات: جاثم: چپکنے والا۔ جمع: جثم، جثم (ض) جثما لگنا، چپکنا۔ خنس (ن، ض) خنساً علاحدہ ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ شیطان ابن آدم کے قلب پر جما بیٹھا رہتا ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان جدا ہو جاتا ہے اور جب وہ غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ شیطان برابر وسوسہ ڈالنے کی فکر میں رہتا ہے، مگر جب انسان ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالنے کی قدرت نہیں پاتا، اس لئے وہ ذکر کے وقت اس سے الگ ہو جاتا ہے اور جب انسان ذکر سے غافل ہوتا ہے شیطان فوراً وسوسہ ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ پس انسان کو چاہئے کہ ہمہ وقت ذکر اللہ میں مشغول رہے تا کہ شیطان کے وساوس سے محفوظ رہے۔

ذاکر کی مثال

{۲۱۷۵} وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ ذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّيْنَ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ كَغُصْنٍ اَخْضَرَ فِيْ شَجَرٍ يَابِسٍ، وَفِيْ رِوَايَةٍ مَثَلُ الشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ فِيْ وَسْطِ الشَّجَرِ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ مِثْلُ مِصْبَاحٍ فِيْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ يُرِيْهُ اللّٰهُ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِيْنَ يُغْفَرُ لَهٗ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيْحٍ وَاَعْجَمَ وَالْفَصِيْحُ بَنُوْ آدَمَ وَالْاَعْجَمُ الْبَهَائِمُ۔ ﴿رواہ رزین﴾

حوالہ: لم یوجد فی رزین۔

حل لغات: الفارین: فرار، بھاگنا، غصن: ٹہنی: جمع اغصان: خضر (س) خضرا، سبز

ہونا، **شجر**: درخت، جمع **اشجار**، **یابس**: خشک، جمع **یبس**: **یبس** (س) **یبسا**، خشک ہونا، **عدد**: گنتی، جمع، **اعداد**، **فصیح**: **فصح** (ک) **فصاحۃ**، خوش بیان ہونا، **اعجم**: گونگا، جمع **اعاجم**، **البھائم**، جمع ہے، **بھیمۃ**، کی بمعنی چوپایہ۔

ترجمہ: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ”غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے جہاد سے بھاگنے والوں کے پیچھے قتال کرنے والوں کے مانند ہیں، اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے سوکھے درخت میں سبز ٹہنی کے مانند ہیں اور ایک روایت میں ہے خشک درخت کے درمیان سبز درخت کے مانند ہیں، غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے اندھیرے گھر میں چراغ کے مانند ہیں، اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے ایسے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو حالت حیات میں ہی جنت میں ان کی جگہ ان کو دکھلا دیتا ہے، اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے ایسے خوش نصیب ہیں کہ ہر فصیح اور اعجم کی تعداد کے برابر ان کی مغفرت ہوتی ہے۔“ فصیح سے مراد انسان اور اعجم سے مراد جانور ہیں۔

تشریح: کالمقاتل خلف الفارین: یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لڑائی کے دوران شکست ہونے لگتی ہے جس کی بنیاد پر لوگ بھاگنے لگتے ہیں اور ہارنے والی جماعت میں بھگدڑ سی مچ جاتی ہے۔ اس دوران کچھ باہمت لوگ میدان جنگ میں ڈٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے بہت مرتبہ شکست فتح اور کامیابی سے بدل جاتی ہے، بادشاہ اور تمام اہل سلطنت کے نزدیک ان حضرات کا مقام و مرتبہ بہت اونچا ہوتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مقام و مرتبہ ہے۔ (التعلیق: ۲/۷۲ /۳)

وذاکر اللہ فی الغافلین کغصن أخضر: مراد یہ ہے کہ ذکر کرنے والے لوگ زندہ ہیں، باقی لوگ گویا کہ مردہ ہیں۔ جس طرح خشک درخت میں ہری بھری شاخ۔

مثل مصباح فی بیت مظلم: مراد یہ ہے کہ ذکر اللہ نور ہے اور غفلت ظلمت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذکر میں مشغول رہنے والے بے مثال ہیں، مخلوقات میں ان کی کوئی نظیر ملنا

006 Bab Zikrullah

مشکل ہے۔ذاکرین کا مقابلہ غیر ذاکرین کرہی نہیں سکتے۔

ذکر اللہ سب سے زیادہ نجات دلانے والا عمل ہے

{۲۱۷۶} وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَاعَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجیٰ لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللہ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (رواہ مالک والترمذی وابن ماجہ)

حوالہ: موطا امام مالک:۷۳، باب ماجاء فی ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ، قبل کتاب الجنائز، تحت جامع الصلوۃ، ترمذی شریف:۲/ ۱۷۵، باب ماجاء فی فضل الذکر، ابواب الدعوات، حدیث نمبر:۳۳۷۷۔ ابن ماجہ شریف:۲۶۸، باب فضل الذکر، ابواب الادب، حدیث نمبر:۳۷۹۰۔

حل لغات: انجی: نجا (ن) نجاۃ، نجات پانا،انجی (افعال) نجات دلانا۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بندے کے اعمال میں عذاب الٰہی سے سب سے زیادہ چھٹکارا دلانے والا عمل ذکر اللہ ہے۔

تشریح: عذاب الٰہی سے نجات نیک اعمال سے ملا کرتی ہے،ان اعمال میں ذکر اللہ سب سے مفید ہے۔یعنی سب سے مؤثر عذاب الٰہی سے حفاظت میں ذکر اللہ ہے،اس لئے کہ احسان کی تحصیل میں ذکر اللہ کا اہم رول ہے اور ذکر اللہ اس لئے بھی افضل ہے کہ اس سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان رہتا ہے۔اسی وجہ سے ہر فرد کو ذکر اللہ میں رطب اللسان رہنا چاہئے۔(تحفۃ الالمعی)

اللہ تعالیٰ ذاکرین کے ساتھ ہے

{۲۱۷۷} وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ

اِذَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ۔ ﴿رواہ البخاری﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۱۱۲۲/۲، کتاب التوحید، باب قول اللہ لاتحرک بہ لسانک۔

حل لغات: تحرک: حرک، (ک) حرکۃ، ہلنا، حرک (تفعیل) ہلانا، شفتاہ: ہونٹ، جمع شفاہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہتا ہے اور وہ اپنی زبان کو حرکت دیتا رہتا ہے۔"

تشریح: **اللہ** تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ "نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔" یعنی کہ ہم بندے کے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

انا مع عبدی: اللہ تعالیٰ کی معیت سے مراد یہ ہے کہ اس کی اعانت کرتا ہے، یا اس کو ذکر کی توفیق دیتا ہے۔ اور اس کی دنیوی واخروی معاملات میں مدد کرتا ہے۔ نیز اس کو حقیقی معنی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ "ای بالاعانۃ والتوفیق" (مرقاۃ: ۱۹/ ۳)

ذکر سے مراد ہر طرح کا ذکر ہے، خواہ قلبی ہو یا لسانی۔ (الطیبی: ۴۱۷)

ذکر سے قلب کی صفائی ہوتی ہے

{۲۱۷۸} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَصَقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ۔ ﴿رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر﴾

حوالہ: بیہقی فی الدعوات الکبیر، فضل الذکر والدعاء، حدیث نمبر: ۱۸۔

حل لغات: صقالة: صفائی، صقل (ن) صقلا، صاف کرنا، انجی: نجا (ن) نجاة نجات پانا، انجی: (افعال) نجات دلانا، الجهاد: جهد (س) جهاداً، دین کی حفاظت اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے جنگ کرنا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: کہ ہر چیز کی صفائی ہے اور قلب کی صفائی ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کے مقابلے میں عذاب الٰہی سے نجات دلانے میں کوئی چیز نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں اگر چہ وہ اپنی تلوار چلائے حتیٰ کہ ٹوٹ جائے۔

تشریح: حدیث پاک کا مضمون تفصیلی طور پر پہلے گذر چکا۔

اس حدیث پاک کی تشریح فرماتے ہوئے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ ’’فضائل ذکر‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا، ورنہ اپنی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ہے۔

اس حدیث شریف میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے۔ اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہو سکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے: کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر۔ اور ذکر قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے۔ اس لئے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل

کے تابع ہیں، جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہو جاتا ہے، سارے ہی اعضاء اسکے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے۔

اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا؟ قرآن پاک میں ہے: "وَلَذِكْرُ اللهِ أَكْبَرُ" (سورۃ عنکبوت: ۴۵) کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ اکیسویں پارہ کی پہلی آیت ہے۔

صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے افضل اس لئے فرمایا: کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں۔

اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے: ایک زبانی اور ایک قلبی، جو زبان سے بھی افضل ہے۔ اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے۔ اس حدیث شریف سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر برس کی عبادت سے افضل ہے۔

مسند احمد میں ہے: حضرت سہل رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں، وقتی ضرورت کے اعتبار سے ان کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں، جن میں ان چیزوں کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر سال کی نماز سے افضل ہے، حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے؛ لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے فضائل ذکر میں ذکر کے فوائد نقل فرمائے ہیں۔ ان کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

فوائد ذکر

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور محدث ہیں، انہوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں "الوابل الصیب" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سو(۱۰۰) سے بھی زیادہ فائدے ہیں، ان میں سے نمبروار اُناسی (۷۹) فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں، جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ سو(۱۰۰) سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

(۱)...... ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

(۲)...... اللہ جل جلالہ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(۳)...... دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے۔

(۴)...... دل میں فرحت وسرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔

(۵)...... بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔

(۶)...... چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔

(۷)...... رزق کو کھینچتا ہے۔

(۸)...... ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے، یعنی اس کے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(۹)...... اللہ تعالیٰ شانہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے۔ اور سعادت اور نجات کا مدار ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو، اس کو چاہئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے۔ جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے۔ اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے۔

(۱۰)...... ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے۔ جو مرتبۂ احسان تک پہنچا دیتا ہے، یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ

تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے، گویا اللہ جل شانہ کو دیکھ رہا ہے۔ (یہی مرتبہ صوفیا کا منتہائے مقصد ہوتا ہے)۔

(۱۱)...... اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے، جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آ جاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ وملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔

(۱۲)...... اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے۔

(۱۳)...... اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔

(۱۴)...... اللہ جل شانہ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے۔

(۱۵)...... اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے، چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے: "فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ" (سورۂ بقرہ: ۱۵۲) اور حدیث شریف میں وارد ہے: "مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ۔ الحدیث" چنانچہ آیات اور احادیث کے بیان میں پہلے مفصل گذر چکا ہے۔ اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی، چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں۔

(۱۶)...... دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

(۱۷)...... دل اور روح کی روزی ہے، اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔

(۱۸)...... دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں بھی وارد ہوا ہے۔ ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے، دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں، یہ اس

کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔

(۱۹)......لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے۔

(۲۰)......بندہ کو اللہ جل شانہ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس کو دور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۲۱)......جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

(۲۲)......جو شخص راحت میں اللہ جل شانہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ جل جلالہٗ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے۔

(۲۳)......اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۲۴)......سکینہ اور رحمت کے اترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں۔

(۲۵)......اس کی برکت سے زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے؛ چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

(۲۶)......ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں، اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے۔

(۲۷)......ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے آس پاس بیٹھنے والا بھی، اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔

(۲۸)......قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رکھتا ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر وہ

مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے۔

(۲۹)...... ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جب کہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہوگا، عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(۳۰)...... ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں۔ حدیث شریف میں اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا، اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا۔

(۳۱)...... باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے۔ اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضا کو حرکت دینے سے سہل ہے۔

(۳۲)...... اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں۔

(۳۳)...... جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے، اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے؛ چنانچہ ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص "لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" ۱۰۰ رمرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔ اور ۱۰۰ رنیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں۔ اور ۱۰۰ ربرائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا؛ مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۳۴)...... دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے، جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا، اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ" (سورۂ حشر) [تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو، جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی، پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا، یعنی ان

کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا۔]اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے۔جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے۔تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس؛ بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے، اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے، جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵)......ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے، بستر ہ پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی، اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو؛ حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔

(۳۶)......ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پل صراط پر آگے آگے چلتا ہے۔حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: "اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰہُ وَجَعَلۡنَا لَہٗ نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنۡ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡہَا" (سورۂ انعام:۱۲۲) [ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے، کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو، کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا) پس اوّل شخص مومن ہے، جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی

ہے؛ اسی لئے حضرت نبی کریم ﷺ اس کی طلب اور دعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے؛ چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس ﷺ نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں، اوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کر دے؛ حتی کہ یہ بھی دعا کی کہ خود مجھی کو سرتاپا نور بنادے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہی نور بن جائے۔ اسی نور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے۔ حتی کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ ان پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور ان کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔

(۳۷)...... ذکر تصوف کا اصل اصول ہے، اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے۔ جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا اور جو اللہ جل شانہ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

(۳۸)...... آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلط ہوجاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پر کرتا ہے؛ بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے۔ اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(۳۹)...... ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے، دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم، غموم تفکرات، پریشانیاں ہوتی ہیں، ان کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں ان کو متفرق کر دیتا ہے، اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ

جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے، اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے، اور آخرت کو جو دور ہے قریب کر دیتا ہے، اور دنیا کو جو قریب ہے دور کر دیتا ہے۔

(۴۰)...... ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے۔ غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔

(۴۱)...... ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں، صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں۔ اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئیں گے۔

(۴۲)...... ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے، حتیٰ کہ اس کے ساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے؛ چنانچہ قرآن پاک میں ہے: "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا" (سورۂ نحل: ۱۲۸) [اللہ جل شانہ متقیوں کے ساتھ ہے۔] اور حدیث شریف میں وارد ہے: "اَنَا مَعَ عَبْدِيْ مَا ذَكَرَنِيْ" [میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے۔] ایک حدیث شریف میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں، میں ان کو اپنی رحمت سے دور نہیں کرتا، اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں ان کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں ان کا طبیب ہوں کہ ان کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ ان کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کے برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے۔ نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے، نہ تحریر میں آسکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ مِنْهُ شَيْئًا۔

(۴۳)...... ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے۔ (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر چکے ہیں)۔

(۴۴)...... ذکر شکر کی جڑ ہے، جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل شانہ سے عرض کیا: آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں، مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا: کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کروگے اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ! تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو؟ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا: کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر وتازہ رہے۔

(۴۵)...... اللہ تعالیٰ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں، اس لئے کہ تقویٰ کا منتہا جنت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیت ہے۔

(۴۶)...... دل میں ایک خاص قسم کی قساوت (سختی) ہے، جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔

(۴۷)...... ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸)...... ذکر، اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔

(۴۹)...... اللہ تعالیٰ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

(۵۰)...... ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔

(۵۱)...... جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے، وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے، کیونکہ یہ مجالس جنت کے باغ ہیں۔

(۵۲)...... ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔ (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصل گذر چکا ہے۔)

(۵۳)...... اللہ جل شانہ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

(۵۴)...... ذکر پر مداومت کرنے والا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے۔

(۵۵)...... تمام اعمال کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں۔

(۵۶)......تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے، روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو، حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو، اسی طرح اوراعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔

(۵۷)...... یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور اقدس ﷺ سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں، یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج، عمرہ، جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے گا، مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے، اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھنے کو فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸)...... ذکر، دوسری عبادات کے لئے بڑا معین ومددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا۔

(۵۹)...... ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۶۰)...... ذکر کی وجہ سے دل سے خوف وہراس دور ہو جاتا ہے، ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے، جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا۔ اور خوف زائل ہوگا۔

(۶۱)...... ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ایسے کام اس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب انہوں نے چکی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے

ایک خادم طلب کیا تھا، تو سوتے وقت "سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" ۳۳/۳۳/ مرتبہ اور "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" ۳۴/ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا: کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔

(۶۲)...... آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔عمر مولیٰ غفرۃ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرد لوگ آگے بڑھ گئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ذکر پر مر مٹنے والے کہ ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔

(۶۳)...... ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانہ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ "لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: میرے بندہ نے سچ کہا، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

(۶۴)...... ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں، جب بندہ ذکر سے رک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رک جاتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" سات مرتبہ پڑھے، ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔

(۶۵)...... ذکر جہنم کے لئے آڑ ہے، اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔

(۶۶)...... ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے

ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ" کہتا ہے یا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہتا ہے، تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔

(۶۷)......جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے؟ اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے، تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(۶۸)...... ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے، کیونکہ اللہ جل شانہ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ "لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا" (سورہ نساء: ۱۴۲) [نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا۔] کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے، وہ نفاق سے بری ہے۔

(۶۹)......تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی، اگر ذکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لئے کافی تھی۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لذّت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔

(۷۰)......ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

(۷۱)......جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے، قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں: "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" (سورۂ زلزال: ۴) [اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لاعلمی ظاہر کی، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن، فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے۔ (نیک ہو یا برا) اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں

کے گواہ بھی کثرت سے ہوں گے۔

(۷۲)......زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی، اس لئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں، یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں؛ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳)......شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں، جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس کے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں، اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں، جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

کتاب اسماء اللہ تعالیٰ

(اللہ تعالیٰ کے ناموں کا بیان)

رقم الحدیث: ۲۱۷۹/ تا ۲۱۸۵/

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

کتاب اسماء اللہ تعالیٰ

(اللہ تعالیٰ کے ناموں کا بیان)

اللہ تعالیٰ کے جتنے نام ہیں سب توقیفی ہیں، یعنی ان ناموں کا استعمال اذن شریعت پر موقوف ہے، اس لئے جن ناموں کے استعمال کی شریعت اسلامیہ نے اجازت دی ہے ان کا استعمال ٹھیک ہے، اپنی طرف سے کوئی نام گھڑ کر ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ (طیبی: ۵/۵)

﴿الفصل الأول﴾

اسمائے حسنیٰ کی فضیلت

{۲۱۷۹} وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ وَهُوَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ۔ ﴿مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۹۴۹، کتاب الدعوات، باب: للہ ماۃ اسم غیر واحدۃ۔ حدیث نمبر: ۶۴۱۰۔
مسلم شریف: ۲/۳۴۲، باب فی اسماء اللہ تعالیٰ وفضل من احصاھا، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، حدیث نمبر: ۶۸۰۹۔

حل لغات: حصاھا: حصی (ض) حصیا، کنکڑی سے مارنا، احصیٰ (افعال) احصاء، شمار کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے ایک کم سو نام ہیں جو شخص ان کو ضبط کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔''

تشریح: ان اللّٰہ تسعۃ وتسعین اسما مائۃ الا واحد:

ایک شبہ

یہاں شبہ ہوسکتا ہے کہ جب پہلے "تسعۃ وتسعین" کا ذکر کردیا تو آگے چل کر "مائۃ الا واحد" کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: (۱) تاکید اور حقیقت بیان کرنے کے لئے فرمایا۔

جواب: (۲) چونکہ "سبعۃ وسبعین" کے ساتھ اشتباہ ہوسکتا تھا اس وجہ سے فرمایا۔
(تعلیق: ۳/۴۷، مرقاۃ: ۳/۲۰)

اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی کا ذکر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں: "وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ" (سورۃ الاعراف: ۱۸۰) [اور اسمائے حسنیٰ (اچھے اچھے نام) اللہ ہی کے لئے ہیں۔ لہٰذا اس کو ان ہی ناموں سے پکارو۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا بدلہ انہیں دیا جائے گا۔] (آسان ترجمہ)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِدْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّاماً تَدْعُوا فَلَهٗ

الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی"۔ (بنی اسرائیل:۱۱۰) [کہہ دو کہ چاہے تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو، جس نام سے بھی (اللہ کو) پکاروگے (ایک ہی بات ہے) کیونکہ تمام بہترین نام اسی کے ہیں۔] (آسان ترجمہ)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے: "اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی"۔ (سورۂ طٰہٰ:۸) [اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔] (آسان ترجمہ)

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یعنی شارع کے اِذن وسماع پر موقوف ہیں، لہٰذا جن اسماء کا اطلاق کتاب، سنت اور اجماع میں ہوا ہے ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر صحیح ہے، اور واجب ہے، لیکن جن کا اطلاق ان اصول ثلاثہ سے ثابت نہ ہوا گرچہ اس کے معنی صحیح ہوں اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ بحکم عقل اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی نام نہیں رکھ سکتے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو "عالم" تو کہا جائے گا؛ لیکن "عاقل" نہیں کہا جائے گا۔ "شافی" کہا جائے گا؛ لیکن "طبیب" نہیں کہا جائے گا۔ اگرچہ "عاقل" اور "طبیب" کے معنی بھی غلط نہیں؛ لیکن چونکہ شارع سے ان اسماء کا اطلاق ثابت نہیں ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ پر ان کا اطلاق کرنا جائز نہیں۔ (مرقاۃ:۳۷/۵، طیبی:۵/۵)

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اسماء چونکہ توقیفی ہیں اس لئے بغیر اِذن شرعی کے اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کا اطلاق جائز نہیں۔ اگرچہ اس کے معنی درست ہوں، مثلاً اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا خالق ہے اس کے باوجود "یا خالق الذئب والقردۃ" کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی طرف تعلیم کی نسبت جابجا ہوئی ہے: "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا"۔ (سورۂ بقرہ:۳۱) [اور آدم کو (اللہ نے) سارے نام سکھا دیئے۔] (آسان ترجمہ) "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"۔ (سورۂ نساء:۱۱۳) [اور تم کو ان باتوں کا علم دیا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔] (آسان ترجمہ) "وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا"۔ (سورۂ کہف:۶۵) [اور خاص اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا۔] (آسان ترجمہ) لیکن چونکہ لفظ "مُعَلِّم" کا اطلاق مسموع نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کو "یامعلم" کہہ کر پکارنا جائز نہیں۔ (طیبی:۶/۵)

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے: "یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ" (سورۃ مائدہ: ۵۴) [جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔] (آسان ترجمہ) مع ہذا "یا محب" کہہ کر پکارنا جائز نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب تک کسی نام کا بلفظہٖ اطلاق نہ ہوا ہو تو بحکم عقل اور صحت معنی کے اعتبار سے اس کا اللہ رب العزت کی ذات پر اطلاق کرنا جائز نہیں۔ (طیبی: ۶/۵، التعلیق: ۳/۷۳)

اشکال وجواب

اشکال: حدیث شریف میں طبیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہوا ہے، چنانچہ حضرت ابو رِمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد صاحب کو ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک میں درد کا علم ہوا، تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: "یا رسول الله الا أعالجها لك فإني طبيب" (مسند احمد: ۴/۲۶۳) [مجھے اجازت عنایت فرمائیں تاکہ میں اس کا علاج کروں۔ کیونکہ میں طبیب ہوں، تا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "أنت رفيق والله الطبيب" (ایضا) [تم رفیق ہو اور اللہ طبیب ہے۔]

جواب: حدیث شریف سے "طبیب" کہنے کی اجازت اس لئے معلوم نہیں ہوتی کہ یہاں اللہ تعالیٰ پر طبیب کا اطلاق صرف مشاکلۃً ہوا ہے، یعنی جواب کو سوال کے مطابق کرنے کی غرض سے مشاکلۃً طبیب کہا ہے، اور ظاہر ہے کہ کلام فصیح میں اس مطابقت کا خیال رکھا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے: "تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ" (سورۃ مائدہ: ۱۱۶) [آپ وہ باتیں جانتے ہیں جو تیری دل میں پوشیدہ ہیں، اور میں آپ کی پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتا۔] (آسان ترجمہ) یہاں پر "نفسك" کا لفظ "نفسي" کے مقابلہ میں مشاکلۃً لایا گیا ہے۔ (طیبی: ۶/۵)

البتہ اہل سنت میں سے امام غزالیؒ امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بطریق عقل اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر علی وجہ التوصیف جائز ہے۔ یعنی عقل کے واسطے سے کسی لفظ سے اللہ تعالیٰ کی صفت بیان

کرنا جائز ہے؛ لیکن علی وجہ التسمیۃ جائز نہیں۔ یعنی عقل کے واسطے سے کوئی لفظ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں رکھا جا سکتا، جب کہ معتزلہ کے نزدیک مطلقاً ہر وہ لفظ جس کے معنی صحیح ہوں بواسطہ عقل اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا جا سکتا ہے۔ گویا کہ وہ توقیف کے قائل نہیں، بلکہ ان کے نزدیک فہم صحیح اور عقل سلیم کو اللہ تعالیٰ کا نام رکھنے اور اس کی صفات مقرر کرنے کا اختیار ہے۔ (مرقاۃ: ۲۰ / ۳)

قول راجح وہی ہے جو جمہور اہل سنت اور محدثین حضرات رحمہم اللہ کا ہے۔ حتی کہ امام محی السنۃ معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت "وَالَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ" (سورۃ الاعراف: ۱۸۰) میں الحاد سے مراد یہی ہے کہ اِذن شرع کے بغیر کسی نام کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا جائے۔ (طیبی: ۵ / ۵، مرقاۃ: ۲۰ / ۳)

بلکہ اگر انسانی عقل کو اس میں اختیار دیا جائے تو وہ اسماء جو مسموعہ منصوصہ ہیں ان کا اطلاق بھی ہماری عقل ناقص کے اعتبار سے مشکل ہو جائے گا، کیونکہ بظاہر ان صفات میں اس قسم کے اعراض موجود ہیں، جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوتا، مثلاً عظیم اور کبیر میں کمیت ہے، اور حی اور قادر میں کیفیت ہے، قدیم اور باقی میں زمان ہے، علی اور متعالی میں مکان ہے، اور رحیم اور ودود میں انفعال ہے، اور ظاہر ہے کہ ہماری عقل کے اعتبار سے ان معانی کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں اگرچہ اصل حقیقت کے اعتبار سے ان کے معانی معقول ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر اطلاق بھی صحیح ہے۔

إن للہ تسعۃ و تسعین إسما: حافظ تورپشتیؒ فرماتے ہیں: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ان اسماء کے علاوہ اور بہت سارے اسماء کا اطلاق ہوا ہے، مثلا قرآن کریم میں "الرب، المولی، النصیر، المحیط، الفاطر، الکافی، العلام، الملیك، ذو الطول اور ذو المعارج کا اطلاق ہوا ہے، اسی طرح سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں الحنان، المنان، الدائم، الجمیل وغیرہ کا اطلاق ہوا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسماء ننانوے میں منحصر نہیں ہیں، اس حدیث شریف میں جو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں اس سے مراد حصر اور تحدید نہیں،

بلکہ یہاں صرف ان اسماء کا ذکر ہے جو لفظ کے اعتبار سے مشہور اور معنی کے اعتبار سے ظاہر ہیں، اور یہی ان کی خصوصیت کی وجہ ہے۔ (مرقاۃ: ۲۰، ۲۱/ ۵، تعلیق: ۷۳/ ۳)

بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث پورا ایک جملہ ہے: "من أحصاها دخل الجنة" [جو ان کو یاد کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔] یہ کلام ما قبل سے منقطع اور منفصل نہیں، بلکہ پورا ایک ہے اور یہ ما قبل کے لئے مقام وصف میں واقع ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ایسے ہیں کہ جو شخص انہیں یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا، مطلب یہ ہوا کہ یہ خاصیت ان ننانوے اسماء کے ساتھ خاص ہے، یہ مطلب نہیں کہ اسماء ننانوے میں منحصر ہیں۔

جیسا کہ کلام عرب میں کہا جاتا ہے: "ان لفلان ألف شاة أعدها للاضياف" [فلاں کے پاس ایک ہزار بکریاں ہیں، جن کو اس نے مہمانوں کے لئے تیار کر کے رکھا ہے۔] یہاں مطلب یہ ہے کہ ایک ہزار وہ بکریاں ہیں جو مہمانوں کے لئے رکھی ہیں، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ الف شاۃ کے علاوہ اور بکریاں نہیں ہیں، ایسا ہی یہاں بھی یہ مطلب نہیں کہ تسعة وتسعين کے علاوہ دوسرے اسماء نہیں ہیں، بلکہ تسعة وتسعين کی خصوصیت کا ذکر مقصود ہے کہ جو ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (التعلیق: ۷۳/ ۳، مرقاۃ: ۲۱/ ۵)

اور عدم حصر پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان اسماء میں سے اکثر صفات ہیں اور صفاتِ باری تعالیٰ غیر متناہی ہیں۔ اور جمہور کا قول بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء تسعة وتسعين میں منحصر نہیں، چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، جس کی تائید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

"أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهٗ أَحَداً مِنْ خَلْقِكَ أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ." (التعلیق: ۷۳/ ۳) [میں تجھ سے تیرے اس نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنا نام رکھا ہے، یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کی تعلیم دی ہے یا اس کو علم غیب میں اپنے پاس

خـاص کیـا ہے ۔]

باقی یہ سوال کہ جب اسمـاء تسعة وتسعین میں منحصر نہیں تو ان کے ذکر کی کیـا وجہ ہے؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر حضرات کی رائے یہ نقل فرمائی ہے کہ یہ معاملہ تعبدی ہے، معقول اور متصور نہیں، لہٰذا اس کی وجہ معلوم ہونے کی ضرورت نہیں ۔

بعض حضرات نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ چونکہ قران کریم میں مختلف مقامات پر اتنے ہی ناموں کا ذکر آیا ہے ۔ اس مناسبت سے یہاں یہ عدد ذکر کیا ہے، بعض دوسری توجیہات بھی اس مقام پر منقول ہیں، جنہیں اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے ۔

من احصاها : اس کے مطلب کے اندر اختلاف ہے :

(۱)......جو شخص یاد کرلے، امام بخاری نے یہی تفسیر کی، امام نووی نے محققین بلکہ اکثرین کی طرف اس کو منسوب کیا ۔ (طیبی: ۶/ ۵)

(۲)......اس کا مطلب ہے "من عرفها وامن لها" [جو ان کو اپہچانے اور ان پر ایمان لاوے ۔

(۳)......یعنی جو طاقت رکھے اور مضامین پر مضبوطی سے عمل کرے ۔

(۴)......ابوعبداللہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ فـرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن پاک کو پورا حفظ کرلے، کیونکہ قـرآن کریم کے اندر یہ تمـام اسماء موجود ہیں ۔ لیکن اس مطلب کو ضعیف قرار دیا گیـا ہے ۔ (طیبی: ۸/ ۵)

﴿الفصل الثانی﴾

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام اور ان کے خواص

{۲۱۸۰} وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالیٰ تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ اِسْماً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَکَمُ الْعَدَلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّکُوْرُ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْکَرِیْمُ الرَّقِیْبُ الْمُجِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَکِیْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِیْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِیْدُ الْحَقُّ الْوَکِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِی الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِ الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیُ الْمُتَعَالِیُ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِکُ الْمُلْکِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِیُ الْمَانِعُ الضَّارُ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِی الْبَدِیْعُ الْبَاقِیْ الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ۔ (رواه الترمذی والبیهقی فی الدعوات الکبیر) وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: الترمذی شریف: ۱۸۸/۲، ماجاء فی جامع الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: حدیث فی اسماء اللہ الحسنیٰ مع ذکرھا تماما، حدیث نمبر: ۳/۷ ۰ ۵، بیھقی: لیس موجود۔

حل لغات: احصاھا: حصی (ض) حصیا کنکری مارنا، احصی (افعال) شمار کرنا، الرحمن: بڑا مہربان، رحیم (س) رحمۃ، مہربان ہونا، الرحیم: نہایت رحم والا ہے، جمع رحماء، الملک: بادشاہ، جمع ملوک، املاک ملک (ض) ملکا، مالک ہونا، القدوس: ہر نقص و عیب سے پاک ہونا، قدس (ن) قدسا، پاس ہونا، المؤمن: تصدیق کرنے والا، امن (ض، س) امنا، مطمئن ہونا، بھروسہ کرنا، المھیمن: خوف سے امن دینے والا، ھیما: محبت کرنا، العزیز: قوی عز (ض) عزا، قوی ہونا، الجبار: قابض، قاھر جبر (ن) جبرا، مجبور کرنا، المتکبر: غرور کرنا اپنے آپ کو بزرگ ظاہر کرنا، کبر (ن) بڑا ہونا، کبرا، الخالق: پیدا کرنا، خلق (ن) خلقا، عدم سے وجود میں لانا، الباری: پیدا کرنے والا، بری (ض) بری، تراشا، المصور: تصویر بنانے والا، صور (تفعیل) تصویر بنانا، الغفار: بہت بخشنے والا، غفر، (ض) غفراً، معاف کردینا، القھار: غلبہ حاصل کرنے والا، قھر (ف) غالب ہونا، الوھاب: ہبہ کرنا، وھب (ف) فتحا: دروازہ کھولنا، العلیم: بہت زیادہ جاننے والا، علم (س) علما جاننا، القابض: قبضہ کرنے والا، قبض (ض) کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا، الباسط: فراخی دینے والا، بسط (ن) بسطا، پھیلانا، الخافض: ... (ض) خفضا، پست کرنا، الرافع: بلند کرنے والا، رفع، رفعۃً (ک) عالی مرتبہ ہونا، المعز: عزت دینے والا، عز (ض) غزا، قوی ہونا، المذل: ذلیل کرنے والا، ذل (ض) ذلۃ، ذلیل ہونا، ذلل (تفعیل) ذلیل کرنا، تذلیلا، السمیع: بہت زیادہ سننے والا، سمع (س) سمعا، سننا، البصیر: بہت زیادہ دیکھنے والا، بصر (س) بصارۃ، دیکھنا، الحکم: حکم جاری کرنے والا، حکم، (ن) دانا ہونا، العدل: عادل، عدل (ک) عدلا، عادل ہونا، اللطیف: مہربان، جمع لطاف لطف (ن) مہربانی کرنا، الخبیر: بہت زیادہ آگاہ رہنے والا، خبر (ف، ک) خبرا، حقیقت حال سے واقف ہونا، الحلیم: بہت زیادہ بردبار، حلم، (ک) الشکور: بہت شکر کرنے والا، شکر (ن) شکراً، بہتر سلوک پر تعریف کرنا، العلی: بلند کرنے والا، علا، (ن) علوا، بلند

کرنا، الکبیر: بڑا بزرگی والا، کبر (ن) کبر، بڑا ہونا، الحفیظ: نگہبانی کرنے والا، حفظ، (س) حفظا الشیٔ، ضائع ہونے سے بچانا، المقیت: قدرت رکھنے والا، قات (ن) قوتا، روزی دینا، الحسیب: حساب کرنے والا، (مفاعلت) حساب کی جانچ کرنے والا، الجلیل: بڑے مرتبے والا، جل (ن) جلا، بڑے مرتبے والا ہونا، الکریم: بخشش کرنے والا، کرم (ک) کرامۃ، اکرام کرنے والا، الرقیب: نگہبانی کرنے والا، رقب، (ن) رقوبا، نگہبانی کرنا، المجیب: قبول کرنے والا، جاب، (ن) جوبا، جواب دینا، استجاب، (استفعال) قبول کرنا، الواسع: فراخی دینے والا، وسع (س) سعۃ، کشادہ ہونا، الحکیم: حکمت والا، حکم، (ک) حکمۃ، حکمت والا ہونا، الودود: دوست رکھنے والا، ود، (ف) وا، محبت کرنا، المجید: بزرگی والا، مجد، (ن، ک) مجدا و مجادۃ، بزرگوار ہونا، الباعث: اٹھانے والا، بعث، (ف) بعثا، بھیجنا، الشھید: گواہ، شھد، (س) شھادۃ، گواہی دینا، جمع، شھداء، الحق: سچائی، جمع، حقوق، حق، (ن) حقا، ثابت ہونا، الوکیل: وکالت کرنے والا، جمع، وکلاء، وکل، (ض) وکلاً، سپرد کرنا، القوی: طاقت والا، قوی، (س) قوۃ، طاقت رکھنا، المتین: سنجیدہ رہنے والا، متن، (ک) متانۃ، مضبوط قوی ہونا، الولی: دوست رکھنے والا، ولی، (ح) ولیا، قریب ہونا، الحمید: تعریف کیا ہوا، حمد، (س) حمدا، تعریف کرنا، المحصی: احاطہ کرنے والا، احصاء، (افعال) شمار کرنا، المبدی: پہلے پیدا کرنے والا، بدا، (ف) بدا، شروع کرنا، المعید: دوبارہ پیدا کرنے والا، عاد (ن) عودا، لوٹنا، اعاد، (افعال) لوٹانا، المحی: زندہ کرنے والا، حی، (س) حیاۃ، زندہ رہنا، احیاء (افعال) احیائ، زندہ کرنا، القیوم: ہمیشہ رہنے والا، قام، (ن) قوما و قیاما، کھڑا ہونا، الواجد: وجود دینے والا، وجد (ض) وجدا و جودا، پانا، الماجد: بزرگی والا، مجد (ن) مجدا و مجادۃ، بزرگوار ہونا، الواحد: ایک، وحد (ض) وحدا، اکیلا ہونا، الصمد: بے نیاز، صمد (ن) صمدا، ثابت قدم رہنا، القادر: قدرت والا، قدر (ن، ض) قدرۃ: توانا ہونا، المقتدر: اقتدار رکھنے والا، اقتدر (افعال) قدرت پانا، المقدم: پہلے سے ہونا، قدم (ن) قدما، سابق ہونا، المؤخر: اخر (تفعیل) پیچھے کرنا، الاول: اول جمع،

اوائل، الآخر: جمع، آخرون، الظاھر: ظاھر ظھور، (ف) ظھورا، ظاہر ہونا، الباطن: بطن (ف) بطنا و بطونا، پوشیدہ ہونا، والی: حاکم، ولی (س) ولایۃ، متصرف ہونا، المتعال: برتر، علا (ف) علوا، بلند ہونا، البر: نیکوکار ہونا، جمع برور، بر (ن) ض) برا حسن سلوک کرنا، التواب: توبہ قبول کرنے والا، تاب (ن) توبا، توبہ قبول کرنا، المنتقم: بدلہ لینے والا، نقم (ض، س) نقما، سزا دینا، انتقم (افتعال) سزا دینا، العفو: معاف کرنے والا، عفا (ن) عفوا درگذر کرنا، الرؤوف: شفقت کرنے والا، راف (ف) روفا، شفقت کرنا، مالک الملک: تمام جہان کا مالک، ملک (ض) ملکا، مالک ہونا، ذوالجلال: دبدبے والا، جل (ض) جلالۃ، بڑے مرتبے والا ہونا، المقسط: عدل کرنے والا، قسط، (ن، ض) قسطا، منصف ہونا، الجامع: جمع کرنے والا، جمع (ف) جمعا، جمع کرنا، الغنی: بے نیاز، جمع اغنیاء، غنی (س) غنی، مال دار ہونا، المغنی: بے نیاز کرنے والا، اغنی (افعال) مال دار کر دینا، المانع: منع کرنے والا، منع (ف) منعا منع کرنا، الضار: ضرر دینے والا، ضر (ن) ضرا، نقصان کرنا، النور: روشنی، جمع انوار، نار (ن) نورا، چمکنا، الھادی: ہدایت دینے والا، ھدی، (ض) ھدایۃ: راستہ دکھانا، البدیع: نیا پیدا کرنے والا، بدع، (ف) بدعا، بغیر نمونہ کے کوئی چیز بنانا، الباقی: باقی رہنے والا، بقی (ض) بقائ، باقی رہنا، الوارث: اللہ تعالیٰ، مددگار، ورث (ض) ورثا، وارث ہونا، الرشید: راستہ دکھانے والا، رشد (ن) رشد، ہدایت پانا، ارشدہ (افعال) ہدایت کرنا۔

ترجمہ: حل لغات کے ذیل میں تمام الفاظ کے معانی آ گئے ہیں۔ اس لئے الگ سے ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

تشریح: قول متین ترجمہ حصن حصین سے اسمائے حسنیٰ کی تشریح نقل کی جاتی ہے۔

اسمائے حسنیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیارے ناموں کا حصر ننانوے ناموں ہی پر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی نام ہیں، ان سے تو یہ مقصود ہے کہ ان ناموں کی جو خاصیت ہے انہیں ناموں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ''لوامع النجوم'' میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ایسے ہیں جن کو اس کے سوا کوئی

نہیں جانتا اور ایک ہزار نام ایسے ہیں جن کو صرف فرشتے ہی جانتے ہیں اور ایک ہـزار نام ایسے ہیں جو مسلمانوں کی زبان پر جاری وساری ہیں، ان میں سے تین سو توریت میں، تین سو انجیـل میں، تین سو زبور میں اور سو کلام اللہ شریف میں مذکور ہیں۔ جن میں سے ۹۹؍ نام تو لوگوں پر ظاہر ہیں اور ایک نام پوشیدہ ہے اور وہی اسم اعظم ہے۔

حضرت مولانا قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ حصن حصین میں اسمـاـئے حسنیٰ کی شرح کی ہے، ہم بھی یہاں اس سے بعض چیزیں نقل کریں گے۔

حضرت ابوعبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے نام قرآن مجیـد میں تلاش کئے تو ایک سو تیرہ ملے، مگر بعض مکرر تھے، جیسے: غافر، غفور، غفار وغیرہ۔ مکررات حذف کرنے کے بعد ننانوے ہی باقی رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا" (الاعراف: ع ۲۲)

[اور اللہ تعـالیٰ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں تو اس کے نام لے کر اس کو (جن ناموں سے چاہو) پکارو۔]

"احصا" کے معنی میں اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حفظ کرنے اور یاد کرنے کے کئے ہیں، کیونکہ بعض روایتوں میں "حفظها" آیا ہے۔ بعض علماء نے اس کے معنی پڑھنا، ایمان لانا، معانی جاننا، معانی پر عمل کرنا کئے ہیں، بعض نے قرآن مجید یاد کرنا کئے ہیں، اس لئے کہ یہ تمـام نام قرآن شریف میں موجود ہیں۔

(۱)...... اللّٰہ: ذات واجب الوجود معبود حقیقی کا نام ہے، یہ نام اس کی ذات کے علاوہ کسی دوسرے پر نہیں بول سکتے، نہ حقیقتاً نہ مجازاً، مگر دوسرے نام مجازاً اوروں پر بولے جاتے ہیں، اس وجہ سے یہ نام سب سے افضل واعلیٰ ہے اور اسی لئے بعض حضرات نے اس کو اسم اعظم کہا ہے۔

بندہ کو چاہئے کہ ان اسمائے حسنیٰ کے معنی اپنے اندر پیدا کرے اور ان اوصاف سے متصف ہو۔

ہم اسمائے حسنیٰ کی شرح میں اس بات کو نصیب سے تعبیر کریں گے۔

لفظ ''اللّٰہ'' تعلق کے لئے ہے نہ تخلق، یعنی خلق پکڑنے کے لئے۔

نصیب: یہ ہے کہ اس سے لگاؤ پیدا کرے، اپنا دل اس کی یاد میں مستغرق رکھے، اس کے سوا دوسرے کی طرف التفات نہ کرے، اس کے غیر سے کچھ امید نہ رکھے اور اس کے علاوہ کسی سے خوف زدہ نہ ہو۔

خاصیت: جو اس نام کو ہزار بار پڑھے اس میں عزم ویقین کی قوت پیدا ہو جائے، اگر نماز کے بعد سو بار پڑھے تو باطن کشادہ ہو جائے اور کشف ہونے لگے۔

(۲)...... ''الرَّحْمٰنُ'' بخشنے والا، نہایت رحم والا۔

(۳)...... ''الرَّحِیْمُ'' نہایت مہربان، دونوں مبالغہ کے وزن ہیں، مگر رحیم میں مبالغہ زیادہ ہے، کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل ہے اور صرف خدا کی مقدس ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ مخلوقات پر مہربانی کرے اور نظر رحمت رکھے، اپنے سب کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے کہ وہی منعم حقیقی ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد نہ چاہے، برائی دور کرنے میں سعی وکوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے بلا غرض اور بلا عوض محتاجوں کی حاجت روائی کرے۔

خاصیت: نماز کے بعد جو شخص ''الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ'' کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے غفلت، بھول اور سختی دور کر دیتا ہے، اور جو ہر روز سو بار ''رحیم'' کہے تو تمام مخلوق اس پر مہربان ہو جائے۔

(۴)...... ''اَلْمَلِكُ'' بادشاہ حقیقی۔ دونوں جہاں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، مَلِکْ، مالک سے اخص اور ابلغ ہے، یعنی دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر مَلِکْ کو مالک تو کہہ سکتے ہیں، مگر ہر مالک کو مَلِکْ نہیں کہہ سکتے۔

نصیب: جب یہ معلوم ہو گیا کہ بادشاہ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے تو اسی کی درگاہ کا غلام اور اسی کی گلی کا گدا بنے،

اور اسی کی اطاعت وفرمانبرداری سے اپنی عزت چاہے اور سب سے بے نیاز ہو کر اس کی قدرت اور تصرف سے رشتہ جوڑے، اس کے علاوہ کسی غیر سے نہ اپنی حاجت ظاہر کرے، نہ امید وخوف رکھے۔ ظاہر و باطن میں اپنا تصرف کرے اور اعضاء و جوارح کو اس کا مطیع بنائے، تاکہ اپنے عالم وجود کا بادشاہ ہو۔ بعض مشائخ سے کسی نے وصیت چاہی تو فرمایا: کہ دنیا اور آخرت کا بادشاہ ہو جا، یعنی اپنی حاجت اور خواہش کو دنیا سے منقطع کر کیونکہ بادشاہی اور ملک رانی آزادی اور بے نیازی کا نام ہے۔

خاصیت: جو اس نام کو ''القُدُّوسُ'' کے ساتھ ملا کر ہمیشہ پڑھتا ہے، اگر صاحب ملک ہو تو اس کا ملک ہمیشہ باقی رہے اور اگر صاحب ملک نہ ہو تو اس کا نفس اس کا فرماں بردار ہو جائے، اگر عزت وحرمت کے لئے پڑھے تو مجرب ہے۔

(۵)...... ''القُدُّوسُ'' تمام عیبوں سے پاک۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے علم کو برے خیالوں سے اور اپنے ارادوں کو بشریت کی لذتوں سے پاک وصاف کرے۔

خاصیت: زوال کے وقت جو شخص اس نام کو پڑھے اس کا دل صاف ہو، اور نماز جمعہ کے بعد اس نام کو ''السُّبُّوحُ'' کے ساتھ ملا کر روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے، فرشتہ صفت ہو جائے، اور دشمن سے بچنے کے لئے بھاگنے کے وقت جس قدر پڑھ سکے پڑھے، اگر مسافر راہ میں اس کی مداومت کرے کبھی ماندہ اور عاجز نہ ہو، اگر تین سو انیس بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلاوے تو مہربان ہو جائے۔

(۶)...... ''السَّلَامُ'' تمام نقصانات سے محفوظ۔ یہ اصل مصدر ہے، بمعنی سلامت، مگر یہاں سالم کے معنی میں ہے، یعنی وہ جس کی ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے سالم اور محفوظ ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ برے اخلاق اور بے کار کاموں سے محفوظ رہے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ بیمار پر پڑھ کر دم کرے اللہ تعالیٰ اس کو صحت اور شفا عطا

فرمائے، اگر اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو خوف سے نڈر رہو۔

(۷)...... "اَلْمُؤْمِنُ" اپنے وعدہ میں سچا یا اپنے عذاب سے امن دینے والا۔ لفظ مومن کا ماخذ امن وامان ہے، یا ایمان ہے۔ اگر امن وامان ہے تو مومن کے معنی ہوئے امن دینے والا، یعنی دنیا میں اسباب امن کا مہیا کرنے والا، یا عقبیٰ میں نیکوکاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا، اور اگر ماخذ ایمان ہے تو مومن کے معنی ہوئے مصدق یعنی ایمان داروں کے ایمان کو باور کرنے والا۔

نصیب: یہ ہے کہ مخلوق خدا کو اپنی اور غیروں کی برائی سے مامون ومحفوظ رکھے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو پڑھے یا اپنے ساتھ رکھے اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور کوئی اس پر قدرت نہ پاسکے گا اور اس کا ظاہر وباطن حق تعالیٰ شانہ کی امان میں رہے گا، اور جو بکثرت پڑھتا رہے تو مخلوق اس کی مطیع وفرمانبردار ہو جائیگی۔

(۸)...... "اَلْمُهَيْمِنُ" نگہبان یا گواہ۔ "اَلْمُهَيْمِنُ" کا لفظ وہی المومن ہے، "اَلْمُؤْمِنُ" باب افعال سے ہے اور "اَلْمُهَيْمِنُ" باب مفاعلۃ سے۔ تو "اَلْمُهَيْمِنُ" اصل میں "اَلْمُؤْمِنُ" تھا، دوسرے ہمزہ میں قاعدۂ تلین جاری کرکے اسے "ی" سے بدل لیا اور پہلے ہمزہ کو "ہ" سے معناً "اَلْمُؤْمِنُ واَلْمُهَيْمِنُ" ایک ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے دل کا مراقب اور محافظ بنے اور اس کے احوال واسرار پر مطلع ہو اور اپنے اچھے اوصاف پر غالب رہے۔

خاصیت: جو کوئی غسل کرکے اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ پڑھے تو اچھی اور پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو، اور اگر ہمیشہ پڑھتا رہے تو تمام آفتوں سے محفوظ رہے۔

(۹)...... "اَلْعَزِيْزُ" غالب، قوی، قاہر۔ اصل میں عزیز اسے کہتے ہیں جس کی بارگاہ میں بہ آسانی پہنچنا ممکن نہ ہو۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے نفس اور خواہشات نفسانی اور شیطان پر غالب ہو اور حرص وطمع اور سوال

اور ذلت کے سبب سے اہل دنیا کے دروازہ پر اپنی آبروریزی نہ کرے، اور اپنی حاجت اللہ کے سوا اور کسی سے ظاہر نہ کرے اور علم و عمل اور عرفان میں بے مثل بنے۔

خاصیت: جو نماز فجر کے بعد اس اسم کو اکتالیس بار پڑھے، کسی کا محتاج نہ ہو اور ذلت کے بعد عزت پائے اور اس اسم کی عجیب وغریب خاصیتیں ہیں۔

(۱۰)...... "اَلْجَبَّارُ" بگڑی بنانے والا، زبردست، بڑا دباؤ والا۔ جبار مبالغہ کا صیغہ ہے، جبر سے مشتق ہے اور جبر کے اصل معنی ہیں ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا اور کسی کے حال کی اصلاح کرنا اور کسی کو زور وغلبہ سے کسی کام پر آمادہ کرنا۔ پہلی صورت میں یہ اسم جمالی ہوگا اور دوسری صورت میں جلالی۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے نفس کے نقصانوں کو فضائل وکمالات کے حاصل کرنے سے درست کرے اور اپنے نفس سرکش پر غالب ہو کر لزوم وتقویٰ اور دوام اطاعت سے مرتبۂ کمال کو پہنچے۔

خاصیت: جو کوئی مسبعات عشر کے بعد اکیس بار یہ اسم پڑھے، ظالموں کے شر سے محفوظ رہے، اور جو شخص ہمیشہ پڑھتا رہے، مخلوق کی عیب جوئی اور بدگمانی سے مامون رہے اور دولت وسلطنت والا ہو جائے، اور اگر انگوٹھی پر نقش کر کے پہنے تو اس کی ہیبت وشوکت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو۔

مسبعات عشر سے یہ دس چیزیں مراد ہیں، جن کو بسم اللہ کے ساتھ سات مرتبہ پڑھا کرتے ہیں۔

(۱) الحمد۔ (۲) سورۂ فلق۔ (۳) سورۂ ناس۔ (۴) سورۂ اخلاص۔ (۵) سورۂ کافرون۔ (۶) آیۃ الکرسی۔ (۷) کلمۂ تمجید۔ (۸) درود شریف۔ (۹) یہ دعا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ مُجِيْبُ الدَّعَوَاتِ، يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَيَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ، بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

(۱۰) اور یہ دعا: اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ اِفۡعَلۡ بِیۡ وَبِھِمۡ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدِّیۡنِ وَالدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ مَا اَنۡتَ لَہٗ اَھۡلٌ وَلَا تَفۡعَلۡ بِنَا یَا مَوۡلَانَا مَا نَحۡنُ لَہٗ اَھۡلٌ اِنَّکَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ جَوَّادٌ کَرِیۡمٌ رَؤُفٌ رَّحِیۡمٌ۔

(۱۱)...... "اَلۡمُتَکَبِّرُ" بڑی عظمت و بزرگی والا۔ تکبر اور استکبار کے معنی ہیں گردن کشی کرنا۔ اور بزرگی ظاہر کرنا، اور ایک لفظ ہے کبریا، جس کے معنی ہیں بزرگی، یہاں متکبر سے مراد ہے کمال بزرگی والا۔

نصیب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پہنچنے کے سوا اور پہنچنے کے سامان کے سوا دنیا کی لذت کی تمام چیزوں کو بلکہ آخرت کی لذیذ چیزوں کو بھی حقیر سمجھے اور دنیا اور اہل دنیا کی چکنی چپڑی چیزوں اور لذتوں کی طرف مائل نہ ہو اور نہ ان کی کچھ قدر سمجھے، کیونکہ انسان کی شان بہت بڑی ہے، اور دین کا مرتبہ بہت بلند ہے، اس لئے نہیں کہ اپنے آپ کو بزرگ اور اپنی ذات کو بڑا جانے۔

خاصیت: اگر اس اسم کو اپنی حلال منکوحہ سے صحبت کرنے سے پہلے دس مرتبہ پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کو فرزند رشید اور بزرگ عطا فرمائے، اور اگر ہر کام کی ابتداء میں بکثرت پڑھے تو مراد پائے۔

(۱۲)...... "اَلۡخَالِقُ" ہر چیز کا پیدا کرنے والا۔

(۱۳)...... "اَلۡبَارِئُ" ہر چیز کا موجد۔

(۱۴)...... "اَلۡمُصَوِّرُ" تمام مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا۔

"اَلۡخَالِقُ" "اَلۡبَارِئُ" "اَلۡمُصَوِّرُ" تینوں مترادف المعنی ہیں، یعنی تینوں کے معنی ہیں پیدا کرنا، اختراع کرنا، مگر باعتبار استعمال ہر ایک کے ساتھ خصوصیت جداگانہ ہے، مثلاً "خلق" مستعمل ہوتا ہے کسی چیز کے وجود میں لانے سے پیشتر اس کے اندازہ کرنے میں۔ اور "برء" ایجاد، پیدا کرنے میں۔ اور "تصویر" صورت بنانے اور ہیئت بخشنے میں، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے، اولاً اندازہ کرنے کی، ثانیاً صورت بنانے کی۔

نصیب: یہ ہے کہ جب اوراد ووظائف سے فارغ ہوتو کوئی ایسا کام کرے جس سے اکل حلال حاصل ہو، خصوصاً وہ کام اختیار کرے جس کا اثر اس کی موت کے بعد بھی باقی رہے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچے، مثلاً علم دین کی درس وتدریس یا تصنیف وتالیف وغیرہ۔

خاصیت: جو شخص "اَلْخَالِقُ" ہمیشہ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے لئے عبادت کرتا ہے اور اس کا چہرہ منور فرماتا ہے، اور جو کوئی ہفتہ میں سو بار "البارئ" پڑھے تو حق تعالیٰ اس کو قبر میں نہیں چھوڑیگا بلکہ ریاض قدس کی طرف لے جائے گا، اور جس شخص کی بیوی بانجھ ہوتو سات روز روزہ رکھے اور افطار کے وقت اکیس بار "المصور" پڑھے اور اپنی پر دم کرکے پلائے تو ان شاء اللہ اس کی بیوی حاملہ جائے گی اور نیک فرزند جنے گی۔

(۱۵)...... "اَلْغَفَّارُ" بہت بخشنے والا۔ مبالغہ ہے غافر کا۔ اور ایک ہے غفور، یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے، اس میں غفاری کی بہ نسبت مبالغہ زیادہ ہے، اسی وجہ سے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا۔ غفار لیا گیا ہے غفران اور مغفرت سے جس کے معنی ہیں بخشنا، مگر کبھی غفر بمعنی ستر بھی آتا ہے، اس وقت اس کے معنی ہوں گے گناہوں کا چھپانے والا۔

نصیب: یہ ہے کہ لوگوں کے گناہ معاف کرے، خطاؤں سے درگذر کرے اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیت: جو شخص نماز عصر کے بعد سو بار "یاغفار اغفرلی" کہے اللہ تعالیٰ اس کو بخشے ہوئے لوگوں کے زمرہ میں داخل کردیتا ہے۔

(۱۶)...... "اَلْقَهَّارُ" زبردست یا غلبہ رکھنے والا، تمام عالم اس کے قبضۂ قدرت کے نیچے عاجز و ماندہ ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے سب سے بڑے دشمن نفس وشیطان پر غالب ہو۔

خاصیت: جو شخص بکثرت اس اسم کو پڑھتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت اس کے دل سے نکال دیتا ہے اور اس کا خاتمہ بخیر کرتا ہے اور خدا کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱۷)...... "اَلْوَهَّابُ" بخشش عطا کرنے والا، بلا معاوضہ بہت دینے والا۔ وھب اور ھبہ کہتے ہیں بخشنے اور عطا کرنے کو۔ موھبت بخشش۔ وھاب مبالغہ ہے، کثیر الھبہ، دائم العطا۔

نصیب: یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اپنا جان ومال بلا غرض اور بلا معاوضہ خرچ کرے۔

خاصیت: جو شخص فقر وفاقہ میں مبتلا ہو وہ اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے یا لکھ کر اپنے پاس رکھ لے تو اللہ تعالیٰ اس سے فقر وفاقہ اس طرح دور فرمائے گا کہ وہ حیران ومتحیر رہ جائے گا، اور اگر کوئی نماز چاشت کے بعد آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرے اور سجدہ میں سات بار اس اسم کو پڑھے تو مخلوق سے بے پرواہ ہو جائے، اور اگر کسی قسم کی حاجت ہو تو رات کو گھر یا مسجد کے صحن میں تین بار سجدہ کر کے ہاتھ اٹھائے اور سو بار اس کو پڑھے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے۔

(۱۸)...... "الرَّزَّاقُ" مخلوقات کو روزی پہنچانے والا۔ یہ بھی رازق کا مبالغہ ہے، یعنی خدا تعالیٰ تمام مخلوق کو مناسب حال اور موافق حکمت رزق پہنچاتا ہے۔ رزق کی دو قسمیں ہیں، محسوس اور معقول۔ محسوس ابدان کے لئے اور معقول ارواح کے واسطے۔

نصیب: یہ ہے کہ خلق خدا کو روحانی اور جسمانی رزق سے نفع پہنچائے۔

خاصیت: جو شخص صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اور نماز فجر سے پہلے اپنے گھر کے چاروں کونوں میں دس دس بار اس اسم کو پڑھے تو اس کے گھر میں ہرگز بیماری اور مفلسی نہ ہو، پڑھتے وقت داہنے کونے سے شروع کرنا چاہئے اور قبلہ کی طرف منہ رکھنا چاہئے۔

(۱۹)...... "اَلْفَتَّاحُ" مشکل کشا، یا بندوں میں حکم کرنے والا۔ فتح کے معنی کھولنے اور حکم کرنے کے ہیں، یعنی خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت اور علم ومعرفت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ خلائق میں حاکم علی الاطلاق ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ خلق خدا کی مشکلات حل کرے اور ان کے مصائب دور کرے۔

خاصیت: جو شخص نماز فجر کے بعد دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ کر ستر بار یہ اسم پڑھے تو اس کے دل سے

سیاہی وزنگ دور ہو جاتا ہے اور نور اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲۰)...... "اَلْعَلِیْمُ" بہت جاننے والا، ظاہر و باطن کا علم رکھنے والا۔ مبالغہ ہے عالم کا، یعنی خدا تعالیٰ ظاہر و پوشیدہ بلکہ خطراتِ دل تک کا جاننے والا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم کی زیادتی کی دعا کرے اور اس کے حاصل کرنے میں سعی وکوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص بکثرت اس اسم کو پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے، اور جو ذکر کے بعد "یَا عَالِمُ الْغَیْبِ" سو بار کہے تو صاحب کشف ہو جائے۔

(۲۱)...... "اَلْقَابِضُ" ہر چیز کا روک دینے والا۔ (بندوں کی روزی محدود یعنی نپی تلی کرنے والا) اور دل تنگ کرنے والا اور روح قبض کرنے والا، قبض و بسط، دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں، قبض کہتے ہیں تنگی و گرفتگی کو، اور بسط فراخی اور کشائش کو (یعنی خدا جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے۔)

خاصیت: جو شخص چالیس روز اس اسم کو چار لقموں پر لکھ کر کھائے تو بھوک اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہے۔

(۲۲)...... "اَلْبَاسِطُ" ہر چیز کا کھولنے والا (بندوں کی روزی فراخ کرنے والا) قبض و بسط کے یہ معنی بھی ہیں کہ سوتے میں لوگوں کی روحیں قبض کرتا اور بیداری کے وقت بسط کرتا ہے۔

نصیب: ان دونوں اسموں سے یہ ہے کہ بندوں کا دل خوف الٰہی سے تنگ کرے اور بیان وسعت رحمت اور فضل لامتناہی سے اس کو فراخ کرے۔

خاصیت: جو شخص سحر کے وقت ہاتھ اٹھا کر دل میں دس بار اس اسم (الباسط) کو پڑھے اور منہ پر ہاتھ پھیرے تو کبھی اس بات کا محتاج نہ ہوگا کہ کسی سے کچھ مانگے۔

(۲۳)...... "اَلْخَافِضُ" نافرمانوں کو) پست کرنے والا۔

(۲۴)...... "اَلرَّافِعُ" (فرمانبرداروں کو) بلند کرنے والا۔

خفض ضد ہے رفع کی، کیونکہ خفض کہتے ہیں پست کرنے کو اور رفع بلند کرنے کو، خدا کے خافض اور رافع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو قرب کی دولت عطافرما کر انہیں بلند کرتا اور نافرمانوں کو بارگاہ عالی سے دور کرکے پستی میں ڈالتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اہل باطل سے نفرت اور دشمنی رکھے اور ان سے مل کر باطل کو مٹائے اور اس کی بیخ کنی کی کوشش کرے، اور اہل حق سے محبت اور تعلق رکھے اور ان کے ساتھ مل کر اسلام کو بلند کرے اور اس کے پھیلانے کی پوری پوری سعی کرے۔

خاصیت: جوشخص تین روزے رکھے اور چوتھے روز ایک مجلس میں ستر بار "الخافض" پڑھے تو دشمن پر فتحیاب ہو، اور جوشخص ہر مہینہ کی چودہویں رات کو آدھی رات میں "الرافع" سو بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو خلائق سے برگزیدہ، تونگر اور بے نیاز فرمائے۔

(۲۵)...... "اَلْمُعِزُّ" عزت دینے والا۔

(۲۶)...... "اَلْمُذِلُّ" ذلیل کرنے والا۔

اعزاز کہتے ہیں عزیز کرنے کو اور اذلال خوار اور ذلیل کرنے کو، یعنی خدا جسے چاہتا ہے عزیز کرتا ہے، دنیا میں توفیق طاعت دے کر اور عقبیٰ میں علو مرتبت اور نعیم جنت عطافرما کر، اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، دنیا میں توفیق طاعت سلب کرکے اور آخرت میں اسفل السافلین میں داخل کرکے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ خدا جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو علم ومعرفت کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے ان کی قدر ومنزلت کرے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے کفر وگمراہی کے سبب سے ذلیل وخوار کیا ہے ان کو حقیر سمجھے اور ذلیل کرے۔

خاصیت: جوشخص شب دوشنبہ یا جمعہ کو نماز مغرب کے بعد ۱۴۰؍مرتبہ "المعز" پڑھے تو لوگوں کی نظر میں اس کی ہیبت اور وقار قائم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے، جوشخص کسی ظالم حاسد

سے ڈرتا ہو تو پچھتر بار "اَلْمُذِلُّ" پڑھے اور سجدے میں جا کر کہے یا اللہ! فلاں ظالم کے شر سے محفوظ رکھ، تو اللہ تعالیٰ اس کے شر اور برائی سے بچائے گا۔

(۲۷)......"اَلسَّمِيْعُ" بہت سننے والا۔

(۲۸)......"اَلْبَصِيْرُ" بہت دیکھنے والا۔

نصیب: یہ ہے کہ خلافِ شرع کسی بات کے کہنے اور کسی چیز کے دیکھنے اور کسی چیز کے سننے سے احتراز کرے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام حرکات وسکنات پر حاضر وناظر جانے۔

خاصیت: جو شخص جمعرات کے روز نماز چاشت کے بعد "السمیع" ۵۰۰ ر بار اور ایک قول کے مطابق سو بار پڑھے اور پڑھتے وقت بات نہ کرے اور اس کے بعد دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے، اور جو شخص جمعرات کے دن فجر کے فرض اور سنتوں کے درمیان صحیح عقیدہ سے سو مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو نظر خاص سے سرفراز فرماتا ہے۔

(۲۹)......"اَلْحَكَمُ" مخلوقات کا حاکم۔

نصیب: یہ ہے کہ فیصلے کرنے اور حکومت کرنے میں عدل وانصاف برتے اور اپنے نفس پر منصف اور حاکم بنا رہے۔

خاصیت: جو شخص جمعہ کی رات یہ اسم اس قدر پڑھے کہ بے خود ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو اپنے بھیدوں کی کان بنا دیتا ہے۔

(۳۰)...... "اَلْعَدْلُ" منصف یعنی فیصلہ میں ظلم نہ کرنے والا۔ یہ ضد ہے ظلم کی، اور کبھی استقامت اور اعتدال اور ایک چیز کو ایک چیز کے برابر کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، مطلب یہ ہے کہ خدا جور وظلم سے منزہ ہے، کیونکہ مِلکِ غیر میں تصرف کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی مِلک سے خارج ہو۔

نصیب: یہ ہے کہ خلق اور حق کے معاملات میں انصاف کرے۔

خاصیت: جو شخص جمعہ کے دن اس اسم کو بیس لقموں پر لکھ کر کھالے تو اللہ تعالیٰ مخلوقات کو

اس کا مطیع کر دیتا ہے۔

(۳۱)...... "اَللَّطِیْفُ" باریک بیں، لطف کہتے ہیں کسی کام میں نرمی کرنے کو اور کبھی نیکی کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، لطیف کے معنی باریک بیں کے بھی ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ خلق خدا کو اس کے معبود حقیقی کی طرف نرمی وشفقت کے ساتھ بلائے۔

خاصیت: جو شخص فقر وفاقہ میں مبتلا ہو یا تنہائی میں کوئی مونس نہ ہو، یا بیماری میں غمخوار نہ ہو، یا لڑکی کے لئے رشتہ نہ ملتا ہو تو وہ اچھی طرح سے وضو کرے اور دوگانہ پڑھ کر اس اسم کو اپنے مطلب کی نیت سے سو بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب کر دیتا ہے۔

(۳۲)...... "اَلْخَبِیْرُ" دانا، عالم، عارف، مشتق ہے خبر سے اور خبر کے معنی ہیں آگاہی کے، خبیر آگاہ اور دانا، یعنی ملک وحکومت میں کوئی چیز متحرک وساکن نہیں ہوتی اور زمین وآسمان میں کوئی ذرہ مضطرب ومطمئن نہیں ہوتا اور کون ومکان میں کوئی سانس نہیں لیتا مگر خدائے تعالیٰ اس سے خبردار ہوتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ دین ودنیا کے کاموں میں باخبر اور باریک بیں ہو۔

خاصیت: جو شخص خواہشات نفسانی میں مبتلا ہو وہ بکثرت اس اسم کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سے چھٹکارا عطا فرما دیتا ہے۔

(۳۳)...... "اَلْحَلِیْمُ" نہایت بردبار، حلم آہستگی اور بردباری۔ حلیم اسے کہتے ہیں جو مغضوب الغضب نہ ہو اور انتقام لینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ باوجود اقتدار کے عفو درگذر سے کام لے، خدا کو حلیم اس لئے کہا کہ وہ گناہ گار بندوں کی تادیب وتعذیب میں جلدی نہیں کرتا۔

نصیب: یہ ہے کہ بدبختوں، ذلیلوں اور کمینوں کی ایذا رسانی پر تحمل کرے اور زیر دستوں کی تکلیف دہی میں بردباری سے کام لے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم کو کاغذ پر لکھ کر دھوئے اور اس کا پانی اپنی کھیتی میں چھڑک دے تو اللہ تعالیٰ اس کی کھیتی کو آفت سے محفوظ رکھے گا۔

(۳۴)...... "اَلْعَظِیْمُ" اپنی ذات وصفات میں بزرگ وبرتر، عظیم وبزرگ ہونا، خواہ کسی اعتبار سے بھی ہو۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنی ہمت رکھے اور دنیا کی طرف مائل نہ ہو اور کونین کی سلطنت کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلہ میں حقیر سمجھے اور وہ کمالات حاصل کرے جن سے اس کی قدر بڑھے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم کو بلاناغہ جس قدر ہو سکے پڑھتا رہے تو لوگوں کی نظروں میں عزیز اور بزرگ ہو جاتا ہے۔

(۳۵)...... "اَلْغَفُوْرُ" بہت بخشنے والا، غفار کے معنی میں ہے اور دونوں مبالغے کے صیغے ہیں، مگر غفور میں زیادہ مبالغہ ہے، یعنی جو بڑے بڑے گناہ بخشے اور اس کی بخشش اتم واکمل ہو، دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندوں کے گناہ اعمال ناموں سے محو کردے یعنی حساب نہ لے یا دنیا میں پردہ فاش نہ کرے کیونکہ "غَفَرَ" کے معنی مٹانے اور چھپانے کے بھی آیا کرتے ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ لوگوں کے گناہ معاف کرے، خطاؤں سے درگذر کرے، اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیت: جو شخص کسی مرض مثلاً تپ اور دردسر وغیرہ اور رنج وغم میں مبتلا ہو تو اس اسم کو کاغذ پر لکھے اور اس کا نقش روٹی سے جذب کر کے کھالے، اللہ تعالیٰ اس کو مرض سے شفا اور غم والم سے نجات دے گا، اور اگر اس کو بکثرت پڑھے تو اس کے دل سے زنگ وسیاہی دور ہو، صحیح حدیث میں ہے کہ جو کوئی سجدہ کرے اور سجدہ میں "یَارَبِّ اغْفِرْلِیْ" تین بار کہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

(۳۶)...... "اَلشَّکُوْرُ" بڑا قدرشناس۔

نصیب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح شکر ادا کرے کہ تمام نعمتوں کو اس کی طرف سے جانے اور ہر عضو کو جس واسطے پیدا کیا ہے اس میں مصروف رکھے۔

خاصیت: جس شخص کو معاش کی تنگی ہو، یا دل میں کدورت ہو، یا آنکھ میں تاریکی ہو تو اس اسم کو اکتالیس مرتبہ پانی پر دم کر کے پی لے اور آنکھ پر ملے، اللہ تعالیٰ اس کو شفا اور نجات دے گا۔

(۳۷)...... "اَلْعَلِیُّ" بہت اونچا، بڑا بلند مرتبہ، مشتق ہے علو سے، اور علو کہتے ہیں بلندی کو اور جگہ کے بلند ہونے کو اور کبھی بلندی پر چڑھنے اور کسی چیز کے اوپر ہونے کو بھی عـلوم کہتے ہیں، اور اس کی دو قسمیں ہیں، حسی اور عقلی۔ حسی جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر ہونا اور عقلی جیسے ایک چیز کا دوسـری چیز سے فوق المرتبہ ہونا، خدا تعـالیٰ چونکہ سب سے بلند ہے اور مرتبے میں سب سے بالا تر، اس لئے اسے علی کہتے ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنی طاقت علم وعمـل کے حـاصل کرنے میں صرف کـرے تا کہ اپنے ہم جنسوں میں ممتـاز رہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے ای اپنے پاس رکھے اگر خوار اور بے قرار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو بزرگی عنایت فرمائے گا اور اگر فقیر ہوگا تو اس کو تونگر کر دے گا، اور اگر سفر میں سـرگرداں ہوگا تو اس کو وطن مالوف میں پہنچا دے گا۔

(۳۸)...... "اَلْکَبِیْرُ" بڑا بزرگ، ایسا بڑا جس سے بڑا کوئی متصور نہیں ہوسکتا۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنی طاقت علم وعمـل کے حـاصل کرنے پر خرچ کـرے تا کہ اپنے ہم جنسوں میں معزز وممتـاز رہے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم کو بکثرت پڑھے وہ بزرگ اور عالی مرتبت ہو، اگر حکام اور والیان ملک اس پر مداومت کریں تو تمام لوگ ان سے خوفزدہ ہوں اور مہمیں بخوبی سر ہوں۔

(۳۹)...... "اَلْحَفِیْظُ" محافظ، نگہبان۔ حفیظ کہتے ہیں نگاہ رکھنے والے کو اور خدا تعالیٰ چونکہ تمام مخـلوق کو آفت و بلا سے محفوظ رکھتا ہے اس لئے اسے حفیظ کہتے ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے آپ کو ظاہر و باطن کی ملکات یعنی گناہوں سے محفوظ رکھے۔

خاصیت: جس شخص کو ڈوبنے یا جلنے یا زخمی ہونے کا خوف یا پریوں کا وہم اور گھبراہٹ ہو، یا حرام

نگاہوں سے ڈرتا ہو تو اس اسم کو لکھ کر اپنے بازو پر باندھ لے، ان شاء اللہ ان چیزوں سے مامون رہے گا۔

(۴۰)...... "اَلْمُقِیْتُ" مخلوقات کو قوت یعنی روزی پہنچانے والا۔ ماخوذ ہے قوت سے اور قوت کہتے ہیں اس خورش کو جو بدن انسان کے قیام کا باعث ہو، اقامت کے معنی قوت دینا اور کبھی مقیت، توانا اور گواہ اور حاضر اور نگاہ رکھنے والے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلائے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرے، بھٹکے ہوؤں کو راہ بتائے۔

خاصیت: اگر کسی غریب کو دیکھے یا خود کو غربت پیش آئے، یا لڑکا بدخوئی کرے، یا بہت روئے تو سات بار خالی آبخورہ پر اس اسم کو پڑھ کر دم کرے، پھر اس میں پانی ڈال کر خود پیئے یا دوسرے کو پلائے تو اپنا مقصد حاصل ہو، اگر کسی روزہ دار کو روزہ کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو اس کو پھول پر دم کر کے سونگھے، ان شاء اللہ اس کو اتنی طاقت وقوت ہو جائے گی کہ وہ روزہ بہ آسانی رکھ سکے گا۔

(۴۱)...... "اَلْحَسِیْبُ" بہت ہی کافی، بڑا احساب لینے والا۔ معنی میں محسب کے اور احساب کہتے ہیں کسی چیز کا کافی ہونا، بولا کرتے ہیں: "احسبنی الشئ" یعنی مجھے یہ چیز کافی ہوئی، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ معنی میں ہے محاسب کے، جیسے جلیس بمعنی مجالس کے اور ندیم مناد کے، یعنی خدا تعالیٰ قیامت کے روز ساری مخلوقات کا حساب لے گا۔

نصیب: یہ ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کی حاجت روائی کرے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرلے۔

خاصیت: جو شخص چور، دشمن، برے ہمسایہ یا نظر بد لگنے سے ڈرے تو آٹھ دن تک صبح وشام ۷۷ رمرتبہ "حَسْبِيَ اللّٰهُ الْحَسِيْبُ" پڑھے اور جمعرات سے شروع کرے، اللہ تعالیٰ اس کو ان چیزوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

(۴۲)...... "اَلْجَلِيْلُ" بڑا بزرگ قدر، جلال اور جلالت کہتے ہیں بزرگ قدر ہونے اور نیز بزرگی کو، پھر

اصطلاح قوم میں صفات قہریہ کے ظہور آثار کو جلال کہتے ہیں اور صفات لطیفہ کے ظہور آثار کو جمال، اور بولنے میں آتا ہے کہ فلاں اسماء جلالی ہیں اور فلاں اسماء جمالی۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے نفس کو اچھی اور عمدہ صفات سے آراستہ کرے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم کو مشک اور زعفران سے لکھ کر اپنے پاس رکھے یا دھو کر پیئے تو تمام لوگ اس کی عزت و عظمت کریں۔

(۴۳)...... "اَلْکَرِیْمُ" بڑا سخی، شریف، بلا سفارش دینے والا، بلا سفارش بخشنے والا، بزرگ۔ اس کے معنی بزرگ اور عزیز کے آتے ہیں، کریم وہ ہے کہ قادر ہو تو معاف کردے، وعدہ کرے تو وفا کرے اور دے تو امید سے زیادہ دے، اور کوئی اس کی طرف التجا لے جائے تو اسے ضائع نہ ہونے دے، کبھی مکرم اور جواد کے معنی میں بھی آتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ کرم، بخشش، عفو، درگذر اور نیک عادتوں کے حاصل کرنے کی پوری پوری سعدی اور کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص اپنے بستر پر اس اسم کو کہتے کہتے سو جائے تو فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ "اَکْرَمَكَ اللّٰہُ" اللہ تجھے مکرم و معظم کرے۔

(۴۴)...... "الرَّقِیْبُ" بڑا نگہبان و رقیب، مؤکل اور نگراں۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے نفس کی نگرانی کرے اور دل و نفس کے عوارض دور کرے اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر آن اپنا دیکھنے والا جانے۔

خاصیت: جو شخص اپنے زن و فرزند اور مال کے گرد اسے سات مرتبہ پڑھ کر دم کرے تو دشمن اور تمام آفتوں سے امن میں رہے۔

(۴۵)...... "اَلْمُجِیْبُ" دعا قبول کرنے والا، اجابت کہتے ہیں جواب دینے اور دعا قبول کرنے کو، یعنی جو شخص خدا کو بلاتا ہے وہ اسے جواب دیتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے، سوال کو رد نہیں کرتا۔

نصیب: یہ ہے کہ اوامر ونواہی میں اپنے پروردگار کی پوری پوری فرمانبرداری کرے اور اہل حاجت کو نہایت نرمی کے ساتھ جواب دے۔

خاصیت: جوشخص بکثرت اس کو پڑھ کر دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر لکھ کر اپنے پاس رکھ لے تو بلاؤں سے محفوظ رہے۔

(۴۶)...... "اَلْوَاسِعُ" بڑی وسعت والا، وسیع المعلومات یا وسیع الغناء، ماخوذ ہے وسعت سے اور سعۃ کہتے ہیں فراخی اور فراخی کرنے اور گھیر لینے کو، پھر اس کی اضافت کبھی تو علم کی طرف ہوتی ہے اور کہتے ہیں خدا کا علم وسیع ومحیط ہے معلومات کو، اور کبھی احسان کی طرف بولا کرتے ہیں، اس کا احسان وسیع ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ علم ومعارف کی زیادتی میں کوشش کرے، سخاوت کرنے کی عادت ڈالے اور ہر شخص سے ہر حال میں خندہ پیشانی سے پیش آئے۔

خاصیت: جوشخص بکثرت اس اسم کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو قناعت اور برکت عطا فرماتا ہے۔

(۴۷)...... "اَلْحَکِیْمُ" بڑی حکمت والا، حقائق اشیاء کا عالم، مشتق ہے حکمت سے اور حکمت عبارت ہے کمال علم اور حسن عمل اور ایقان اور احکام علم وعمل سے۔ بعض کہتے ہیں کہ حکیم مبالغہ ہے حاکم کا اور حکیم وہ ہے جو حقائق اشیاء کا عالم ہو اور صناعات کے دقائق کو خوب جانتا ہو۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے کام انتہائی تدبر اور ہوشیاری کے ساتھ کرے۔

خاصیت: جس شخص کو کوئی کام پیش آ پڑے اور وہ پورا نہ ہو تو اس اسم پر مداومت کرے، ان شاء اللہ اس کا کام پورا ہو جائے گا۔

(۴۸)...... "اَلْوَدُوْدُ" بڑی محبت رکھنے والا، نیک بندوں کو دوست رکھنے والا، مبالغہ کا صیغہ ہے وزن پر "فُعُوْلٌ" کے "وُدُوْدٌ" بِضَمِّ الْوَاو، اور "وِدَادٌ" بِکَسْرِ الْوَاو، اور مودت تینوں کے معنی ہیں دوست رکھنے کے یعنی خدا تعالیٰ نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی چیز کو دوست نہ رکھے۔

خاصیت: اگر خاوند اور بیوی میں ناموافقت ہو اور جھگڑا پڑے تو اس اسم کو ایک ہزار بار کھانے پر دم کرے اور جس طرف سے جھگڑا ہو وہ کھانا اس کو کھلا دے تو ان شاء اللہ دونوں میں موافقت ہو جائے گی۔

(۴۹)...... "اَلْمَجِیْدُ" بڑی شان والا، بزرگ، شریف، ماجد کا مبالغہ ہے اور ماجد مجد سے لیا گیا ہے۔ مجد، بزرگی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مجید وہ ہے جس کی ذات شریف، افعال جمیل اور عطاء جزیل ہو، اور جب یہ ہے تو مجید جامع ہے اسم جلیل اور وہاب و کریم کو۔

خاصیت: جس شخص کو آتشک، جذام یا کوڑھ ہو تو وہ تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کو روزہ رکھے اور افطار کے وقت اس اسم کو بکثرت پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لے، ان شاء اللہ صحت یاب ہو جائے گا۔ جو شخص اپنوں میں باعزت نہ ہو وہ ہر صبح و شام ننانوے مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرے تو معزز ہو جائے گا۔

(۵۰)...... "اَلْبَاعِثُ" مردوں کو مرے پیچھے اٹھا کر کھڑا کرنے والا، بعث کہتے ہیں مردوں کو قبروں سے اٹھا کر کھڑا کرنے اور کبھی سوتے کو جگانے اور کسی کام کے لئے بھیجنے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ مردہ دلوں کو علم و معرفت سکھا کر زندگی پیدا کرے، کیونکہ علم و معرفت ہی حیات ابدی کا سبب ہے۔

خاصیت: جو شخص یہ چاہے کہ اس کا دل زندہ ہو جائے تو سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر ایک سو ایک مرتبہ اس اسم کو پڑھے، ان شاء اللہ اس کا دل معرفت حق سے منور ہو جائے گا۔

(۵۱)...... "الشَّهِیْدُ" ہر وقت ہر جگہ موجود، حاضر، شہود سے مشتق ہے، یا شہادت سے، اگر شہود سے ہے تو اس کے معنی ہیں حاضر و مطلع کے، کیونکہ شہود کے لغوی معنی ہیں حاضر ہونے کے اور شہادت سے ہے تو معنی گواہی دینے والے کے ہیں، کیونکہ شہادت کہتے ہیں گواہی دینے کو۔ خدا کو شہید کے معنوں میں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر و باطن اور غیب

وشہادت پر مطلع ہے اور دوسرے معنوں میں اس لئے کہ قیامت کے روز بندوں کے اعمال واحوال کی گواہی دے گا۔

نصیب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم کی زیادتی کی دعا کرے اور اس کے حاصل کرنے میں سعی وکوشش کرے، دین ودنیا کے کاموں میں ہوشیار و باخبر اور باریک بین ہو۔

خاصیت: جس شخص کا لڑکا یا لڑکی نافرمان ہو تو صبح کے وقت اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر منہ آسمان کی طرف کر لے اور اکیس بار "یَا شَهِیْدُ" کہے، ان شاء اللہ نیک بخت اور فرمانبردار ہو جائے گا۔

(۵۲)...... "اَلْحَقُّ" ثابت، برحق، خدائی کے لائق۔حق کے معنی ہیں ثابت اور ہست کے، اس کی ضد باطل بمعنی نیست ونا چیز، کبھی، صدق اور راستی اور دوستی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کو باطل جانے اور حق کی پیروی (یعنی شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ثابت قدم رہے اور سچائی اور حق گوئی کے اوصاف سے اپنے آپ کو آراستہ کرے۔

خاصیت: جس شخص کا مال واسباب جاتا رہے وہ کاغذ کے چاروں کونوں پر اس نام کو لکھ کر آدھی رات کے وقت اس کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف نظر کرے اور اس نام کے واسطے سے دعا کرے تو یا تو وہی چیز مل جائے گی یا اس سے بہتر مل جائے گی، اور اگر قیدی آدھی رات میں ننگے سر ایک سو آٹھ بار پڑھے تو قید سے رہائی پائے۔

(۵۳)...... "اَلْوَکِیْلُ" کارساز، وکیل وہ ہے جسے اپنا کام سپرد کریں اور تمام تصرف کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدیں، چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل ومہربانی سے بندوں کے تمام مہتم بالشان کام رزق وغیرہ اپنے ذمے لے لئے ہیں اس لئے اسے وکیل کہتے ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ ضعیفوں، کمزوروں اور عاجزوں کے کام میں کوشش کرے اور اس طرح ان کی حاجت روائی میں سعی کرے کہ گویا ان کا وکیل ہے۔

خاصیت: اگر بجلی، ہوا، پانی یا آگ کا خوف ہو تو اس اسم کو اپنا وکیل کرے، ان شاء اللہ اس سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر خوف کی جگہ میں بکثرت پڑھے تو خوف سے مامون رہے۔

(۵۴)......"اَلْقَوِیُّ" بڑا زور والا، بڑا قوی، توانا، تام القدرت۔

(۵۵)......"اَلْمَتِیْنُ" استوار۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوت دلالت کرتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر اور متانت شدت قوت پر، خدا تعالیٰ قوی ہے، اس لئے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے، متین ہے اس لئے کہ شدید القوۃ ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ خواہشات نفسانی پر قوی، غالب اور دین میں سخت اور چست رہے اور احکام شرعی کے جاری کرنے میں بالکل سستی نہ اختیار کرے۔

خاصیت: جو شخص اپنے قوی دشمن کو دفع نہ کر سکے وہ تھوڑا آٹا گوندھ کر ایک ہزار گولیاں بنائے اور "یَاقَوِیُّ" لکھ کر ایک ایک گولی دشمن کے دفع ہونے کی نیت سے مرغ کے آگے ڈالدے ان شاء اللہ دشمن مغلوب و پسپا ہو جائے گا، جس عورت کے بچہ پیدا ہوا اور چھاتیوں میں دودھ نہ ہو اس کو "اَلْمَتِیْنُ" لکھ کر پانی میں دھو کر پلا دے، ان شاء اللہ بہت دودھ ہو جائے گا۔

(۵۶)......"اَلْوَلِیُّ" محب، دوست، مددگار، ولی کہتے ہیں محب و ناصر کو، اور خدا تعالیٰ پرہیزگار ایمانداروں کا محبوب ہے اور انہیں مدد و نصرت دیتا ہے۔ ولی، متولی کے معنی میں بھی آیا ہے اور حق تعالیٰ نیکوکاروں کے امور کا متولی ہے اور قریب کے معنی میں بھی، یعنی اس کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ مسلمانوں سے الفت و محبت رکھے اور دین نبوی کی تائید اور خلق خدا کی حاجت روائی میں پوری سعی و کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم کو کثرت سے پڑھتا رہے تو مخلوق کے رازوں سے واقف ہو، اور اگر کوئی اپنی بیوی یا لونڈی کی عادت و خصلت سے ناخوش ہو تو اس کے سامنے جاتے وقت اس نام کو پڑھے ان شاء اللہ نیک خصلت ہو جائے گی۔

(۵۷)......"اَلْحَمِیْدُ" مستحق حمد، سزاوار حمد و ثنا۔

نصیب: یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی زبان کو اپنے پروردگار اور معبود حقیقی کی تعریف میں تر رکھے اور وہ اوصاف اختیار کرے جس سے ساری مخلوق اچھائی کے ساتھ یاد کرے۔

خاصیت: جو شخص اس نام کو کثرت سے پڑھتا رہے گا اس سے اچھے افعال سرزد ہوں گے اور جو بدزبانی اور بدگوئی کا شکار ہو اور وہ اس سے بچ نہ سکے تو اس کو پیالہ پر لکھے اور ہمیشہ اس پیالہ میں پانی پیا کرے ان شاء اللہ فحش گوئی سے مامون رہے گا۔

(۵۸)...... "اَلْمُحْصِی" ہر چیز کا شمار رکھنے والا، ہر چیز کو احاطۂ علم میں کرنے والا۔ احصائ، شمار کرنا اور بطریق استقصاء کسی چیز کو جاننا، خدا محصی مطلق ہے کہ اشیاء کے حقائق کو جانتا ہے اور ذرات عالم کو اس کا علم محیط ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے اعمال کو شمار کرے اس سے پیشتر کہ وہ گنے جائیں اور اپنے اعمال اور احوال باطن پر مطلع ہونے کی کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص جمعہ کی رات کو یہ نام ایک ہزار بار پڑھے تو عذاب قبر اور حساب قیامت سے بے خوف ہو اور جو بکثرت پڑھے ہرگز غلطی نہ کرے۔

(۵۹)......"اَلْمُبْدِئُ" ابتداءً پیدا کرنے والا۔

(۶۰)......"اَلْمُعِیْدُ" دوبارہ پیدا کرنے والا۔

"اَلْمُبْدِئُ" ماخوذ ہے "ابداء" سے اور "ابداء" کہتے ہیں ابتدا کرنے اور دنیا پیدا کرنے کو۔ "اَلْمُعِیْدُ" لیا گیا ہے "اعادت" سے، جس کے معنی ہیں لوٹانے اور عدم کے بعد ایجاد کرنے کے، خدا "مُبْدِئ" ہے، اس معنی میں کہ وہ اول بار پیدا کرتا ہے، اور "اَلْمُعِیْدُ" ہے اس معنی میں کہ قیامت میں دوبارہ پیدا کرے گا۔ یا معید مثلاً اس اعتبار سے کہ رات دن کا چکر باندھ رکھا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ نیکیوں کے رواج دینے میں پوری پوری کاوش و محنت کرے۔

خاصیت: جس شخص کو اپنی بیوی کے حمل گر جانے کا خوف ہو وہ اپنی شہادت کی انگلی اس کے پیٹ

پر رکھ کر نوے مرتبہ "اَلْمُبْدِئُ" کہے، ان شاء اللہ نہ حمل ضائع ہوگا اور نہ دیر تک رہے گا۔ جس کسی کا کوئی شخص غائب ہو جائے اور وہ چاہے کہ وہ واپس آ جائے یا اس کی خبر مل جائے تو جب گھر کے سب آدمی سو جائیں، اسم "اَلْمُعِیْدُ" کو گھر کے چاروں کونوں میں ستر بار پڑھے اور اس کے بعد کہے: "یا معید رد علی فلانا" ان شاء اللہ سات روز گذریں گے کہ وہ غائب واپس آ جائے گا یا اس کی خبر مل جائے گی۔

(۶۱)...... "اَلْمُحْیِ" مخلوق کو زندہ رکھنے والا۔ "اَلْمُحْیِ" احیاء کا اسم فاعل ہے، اور احیاء کہتے ہیں جسم میں حیات پیدا کرنے کو۔

نصیب: یہ ہے کہ یہ ہے کہ خلق خدا کو علم سکھا کر ان کے اندر دین کی زندگی پیدا کرے اور اپنے دل کو معرفت الٰہی سے لبریز کرے۔

خاصیت: جس شخص کو درد و غم ہو اور اپنے کسی عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو وہ اسم "اَلْمُحْیِ" کو سات بار پڑھے، ان شاء اللہ ان چیزوں سے امن میں رہے گا۔

(۶۲)...... "اَلْمُمِیْتُ" موت دینے والا، مارنے والا، "اَلْمُمِیْتُ" اماتت سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں حیات کا دور کرنا۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنی خواہشات نفسانی کو مارے اور خطرات شیطانی کو دور کرے۔

خاصیت: یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس پر قادر نہ ہو وہ سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر اس قدر اسم پڑھے کہ نیند آ جائے، تو ان شاء اللہ اس کا نفس مطیع ہو جائے گا۔

(۶۳)...... "اَلْحَیُّ" زندہ۔

نصیب: یہ ہے کہ ذکر الٰہی اور یادِ خداوندی سے اپنے اندر زندگی پیدا کرے اور اپنی جان کو اس کے راستہ میں خرچ کرے تا کہ حیات ابدی حاصل ہو۔

خاصیت: اگر بیمار آدمی کثرت سے اس نام کو پڑھے تو صحت یاب ہو، بیمار پر دم کر دیا جائے تو صحت مند ہو جائے۔

(۶۴)...... ''اَلْقَیُّومُ'' ہمیشہ قائم رہنے والا، کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا، قائم بذات خود اور زندہ رکھنے والا اپنے غیر کو، یا یوں کہو کہ قیوم مبالغہ ہے قیم کا اور قیم کہتے ہیں مصلح امور کو۔

نصیب: یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے بے پرواہ ہو اور اس کے بندوں کے کام سنوارے۔

خاصیت: جو شخص اس نام کو سحر کے وقت بکثرت پڑھے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت زیادہ ہو اور جو خلوقت میں کثرت سے پڑھے تو وہ خوش حال ہو جائے۔

(۶۵)...... ''اَلْوَاجِدُ'' بڑا غنی، مشتق ہے وجود سے اور وجود کہتے ہیں ہستی اور مقصد پر کامیاب ہونے کو، یا مشتق ہے وجد اور وجدۃ سے جن کے معنی تونگر ہونے کے ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ کمالات ضروریہ کے حاصل کرنے میں خوب کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص کھاتے وقت اس نام کو پڑھے وہ کھانا اس کے پیٹ میں نور ہو جائے۔

(۶۶)...... ''اَلْمَاجِدُ'' بزرگی و عظمت والا، معنی میں ہے مجید کے، جس طرح عالم معنی میں علیم کے، مگر مجید میں مبالغہ اور تاکید ہے، یہ لیا گیا ہے مجد سے اور مجد کہتے ہیں بزرگی کو۔

نصیب: یہ ہے کہ کمالات کے حاصل کرنے میں انتہائی کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص خلوت میں اس نام کو اس قدر پڑھے کہ بے خود ہو جائے تو اس کے دل پر انوار ظاہر ہوں۔

(۶۷)...... ''اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ'' تنہا، یکتا، یگانہ۔ وحدت سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں ایک اور یگانہ ہونا، عرف میں واحد کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے، ایک یہ متجزی اور متبعض نہ ہو، یعنی اس کے اجزا اور حصص نہ ہوں۔ جیسے جوہر فرد، دوسرے یہ کہ بے مثل و یکتا ہو، وَاحِدُ اور اَحَدُ میں وہ فرق ہے جو ہماری زبان میں اکیلا اور ایک میں ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ اپنی خدائی میں یگانہ ہے یہ بھی اس کی بندی میں یگانہ ہو اور ایسے اخلاق و فضائل اپنے اندر پیدا کرے جس سے اپنے ہم جنسوں میں ممتاز ہو جائے۔

خاصیت: جس شخص کا دل تنہائی سے ہراساں ہو وہ ایک ہزار مرتبہ اس نام کو پڑھے، ان شاء اللہ خوف

اس سے جاتا رہے گا اور بارگاہِ حق میں مقرب ہو جائے گا۔ اگر کسی کو فرزند کی خواہش ہو تو اس نام کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لے اللہ تعالیٰ فرزند عطا فرمائے گا۔

(۶۸)...... "الصَّمَدُ" بڑا بے نیاز، صمد کے اصلی معنی ہیں قصد کے، چونکہ آدمی اپنے تمام مطالب میں بارگاہِ خداوندی کا قصد کرتے ہیں اس لئے صمد کہتے ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ خلق سے بے نیاز ہو اور نیازمندوں کی کارسازی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی میں سعی و کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص آدھی رات یا کچھ رات رہے صبح کے وقت سجدہ میں سر رکھ کر ایک سو پندرہ مرتبہ اس نام کو پڑھے، ظاہر و باطن میں سچا ہو اور ظالم کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہو۔ اگر کثرت سے پڑھتا رہے تو بھوکا نہ رہے۔ اور وضو کی حالت میں پڑھے تو بے نیاز اور بے پرواہ ہو۔

(۶۹)...... "الْقَادِرُ" قدرت والا، قدر اور قدرت اور اقتدار سب کے معنی ہیں توانائی کے، تو قادر و مقتدر کے معنی ہوئے۔

(۷۰)...... "الْمُقْتَدِرُ" قدرت ظاہر کرنے والا، صاحب مقدرت، صاحب قدرت، مگر مقتدر میں مبالغہ ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ خواہشوں اور لذتوں کے چھوڑنے میں اپنے نفس پر پورا پورا قابو رکھے۔

خاصیت: جو شخص اپنے اعضاء دھوتے وقت ہر جوڑ پر اسم "القادر" پڑھتا رہے گا کبھی کسی ظالم کے پنجے میں گرفتار نہ ہوگا اور کوئی دشمن اس پر فتح نہ پائے گا، اور اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اکتالیس بار پڑھے ان شاء اللہ آسان ہو جائے گی۔ اور اگر اسم "المقتدر" کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو اس کی غفلت یاد سے بدل جائے گی، اور جو شخص سونے کے بعد اٹھ کر "المقتدر" بیس بار کہے تو اس کے تمام کام درست ہو جائیں گے۔

(۷۱)...... "الْمُقَدِّمُ" سبقت دینے والا، اپنے دوستوں کو بارگاہِ عزت کی طرف بڑھانے والا۔

(۷۲)...... "الْمُؤَخِّرُ" پیچھے رکھنے والا، دشمنوں کو اپنے لطف سے پیچھے ہٹانے والا۔

مقدم دال کے کسرے (زیر) کے ساتھ تقدیم سے مشتق ہے اور تقدیم کہتے ہیں آگے کرنے کو، اسی طرح مؤخر (خ) کے کسرے (زیر) سے تاخیر سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں پیچھے ہٹانا۔ یعنی خدا تعالیٰ فرمانبرداروں کو راہ قرب سے آگے بڑھاتا اور نافرمانوں کو درگاہ عزت سے دور کرتا اور پیچھے ہٹاتا ہے، یا دنیا کے کاموں میں لو تو حصول مطلب میں تقدیم وتاخیر اللہ کے کرنے سے ہوتی ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ نیکی کرنے میں سبقت کرے اور جو لوگ بارگاہِ عزت میں معزز ومقرب ہیں ان کو اپنا پیشوا بنائے اور نفس وشیطان کو پیچھے ڈالے۔

خاصیت: جو شخص معرکۂ جنگ میں "اَلْمُقَدِّمُ" پڑھے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے کوئی سختی اور رنج اس کو نہ پہنچے، اور اگر بکثرت اس کو پڑھتا رہے تو اس کا نفس اطاعت الٰہی میں مطیع وفرمانبردار ہوجائے۔ جو شخص "اَلْمُؤَخِّرُ" سو بار پڑھے تو اس کا دل بلاحق کے آرام نہ پائے۔

(۷۳)...... "اَلْاَوَّلُ" سب سے پہلا۔

(۷۴)...... "الْاٰخِرُ" سب سے پچھلا۔

اوّل ہے یعنی ازلی ہے کہ اس کے وجود کی ابتدا اور ہستی کا آغاز نہیں اور آخر ہے یعنی دائمی ابدی ہے کہ اس کی بقا کے لئے نہایت اور دوام کے لئے انقضا نہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت اور امر شرعیہ کی بجاآوری میں جلدی کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے جان ومال خرچ کرے تا کہ حیاتِ ابدی حاصل ہو۔

خاصیت: جس شخص کے لڑکا نہ ہوتا ہو وہ چالیس دن برابر اسم "اَلْاَوَّلُ" کو چالیس بار پڑھے، ان شاء اللہ اس کی مراد پوری ہوجائے گی، اور جس کی عمر آخر ہو اور اس کے اپس اعمال خیر نہ ہوں تو "الْاٰخِرُ" کو اپنا وظیفہ مقرر کرلے ان شاء اللہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔

(۷۵)...... "اَلظَّاهِرُ" آشکارا ہے بلحاظ قدرت۔

(۷۶)...... "اَلْبَاطِنُ" پوشیدہ ہے باعتبار ذات۔

خدا ظاہر ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا وجود، اس کی ہستی ان آیات و دلائل سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحب بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں اور خدا کے باطن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی ذات حجاب جلال میں محتجب و پوشیدہ ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ انسان بشریت کے لحاظ سے سب کی نظر میں ہے اور چونکہ صفاتِ ملائکہ سے متصف ہے اس وقت لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہے۔

خاصیت: نماز اشراق کے بعد جو شخص "الظَّاهِرُ" کو پانچ سو مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ میں روشنی عطا فرمائے اور جو ۳۳ / بار ہر روز "يَابَاطِنُ" کہے تو اسرار الٰہی اس پر منکشف ہونے لگیں۔

(۷۷)...... "الْوَالِيُ" بڑا منتظم، بڑا کارساز، تمام امور کا متولی، ولایت بکسر (زیر) واو سے مشتق ہے، جس کے معنی تسرّف کرنے اور قابو پانے کے ہیں، اور ایک ہے "ولایت" بفتح (زبر) واو جس کے معنی مدد کرنے اور حکمرانی کرنے کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ولایت بفتح واو مصدر ہے اور بکسر واو اسم والی، وہ جو سب کا مالک اور تمام کاموں کا متولی ہو۔

نصیب: یہ ہے کہ ضعیفوں، کمزوروں اور عاجزوں کے کام میں کوشش کرے، اور اس طرح ان کی حاجت روائی میں سعی کرے کہ گویا ان کا وکیل ہے۔

خاصیت: جو شخص یہ چاہے کہ گھر آباد ہو اور آندھی مینہ اور تمام آفتوں سے محفوظ رہے تو "الْوَالِيُ" کو کورے آبخورہ پر لکھے اور اس میں پانی بھر کر گھر کی دیواروں پر چھڑک دے، ان شاء اللہ تمام آفتوں سے بچا رہے گا، اگر کسی کو مسخر کرنا چاہے تو گیار مرتبہ پڑھے وہ مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا۔

(۷۸)...... "الْمُتَعَالِيُ" بہت بلند، مخلوقات کی صفات سے منزہ، تمام حکمرانوں اور والیوں سے بلند قدرت یا تمام نقائص و آفات سے عالی شان۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنی طاقت علم و عمل کے حاصل کرنے میں صرف کرے تا کہ اپنے ہم

جنسوں میں ممتاز رہے۔

خاصیت: جو شخص اس نام کو بکثرت پڑھے اس کی دشواریاں آسان ہوں اور جو عورت حیض کی حالت میں کثرت سے پڑھتی رہے اس کی تکلیف جاتی رہے۔

(۷۹)...... "اَلْبَرُّ" بڑا سلوک کرنے والا، اپنے لطف سے بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا، بر بفتح ب اسم فاعل بمعنی نیکی کرنے والا۔

نصیب: یہ ہے کہ ماں باپ، استاذ ومشائخ، اعزا واقارب اور تمام حق والوں کے ساتھ نیکی کرے۔

خاصیت: اگر ہوا وہوس میں مبتلا ہو اور وہ اس نام کو پڑھے تو ان شاء اللہ یہ بات جاتی رہے گی، اور جس شخص کے بچہ ہو اور وہ سات بار اس نام کو پڑھ کر حق تعالیٰ کے کرم کے سپرد کردے تو بلوغ تک وہ لڑکا محفوظ رہے گا۔ اگر شرابی، زانی اس کو سات بار پڑھے تو اس کا دل ان باتوں سے سرد ہو جائے گا۔

(۸۰)...... "اَلتَّوَّابُ" گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا۔ "تواب" مبالغہ ہے تائب کا اور تائب ماخوذ ہے توبہ سے، توبہ کے اصلی معنی ہیں رجوع کرنے کے، پھر جب اس کی نسبت بندہ کی طرف کی جاتی ہے تو گناہ سے رجوع کرنا مراد ہوتا ہے اور خدا کی طرف ہوتی ہے تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنا، یعنی بندہ توبہ کرے تو خدا اپنی عادات کے مطابق پھر مہربانی کرنے لگتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ خلق خدا کے عذر قبول کرے اگرچہ بار بار ہو۔

خاصیت: نماز چاشت کے بعد جو شخص اس نام کو تین سو ساٹھ بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچی توبہ نصیب فرماتا ہے اور جو بکثرت اس نام کو پڑھتا رہا کرے اس کے تمام کام درست اور اس کا نفس طاعت الٰہی میں آرام پائے۔

(۸۱)...... "اَلْمُنْتَقِمُ" نافرمانوں سے بدلہ لینے والا، انتقام کہتے ہیں بدلہ لینے کو، یعنی خدا تعالیٰ کافروں سے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والا اور ان کی تمرد وسرکشی کی سزا دینے والا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے سب سے برے دشمن نفس وشیطان سے بدلہ لے۔

خاصیت: جو شخص دشمن کی مقاومت پر قادر نہ ہو اور اس سے بدلہ نہ لے سکے تو تین جمعہ تک یہ نام کثرت سے پڑھے ان شاء اللہ اس کا دشمن راضی و خوش ہو جائے گا، بعض روایتوں میں "الْمُنْعِمُ" بھی آیا ہے، لیکن قرآن مجید میں نہیں ہے۔ جو شخص "الْمُنْعِمُ" کو ہمیشہ پڑھتا رہے، کبھی کسی کا محتاج نہ ہو۔

(۸۲)...... "الْعَفُوُّ" بڑا درگذر کرنے والا، گناہوں کا مٹانے والا۔

نصیب: یہ ہے کہ لوگوں کے قصور معاف کرے، خطاؤں سے درگذر کرے اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیت: جس شخص کے گناہ بہت ہوں اور وہ بلاناغہ اس کو پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔

(۸۳)...... "الرَّؤُفُ" بہت شفقت کرنے والا، رافت کہتے ہیں شدت رحمت کو اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے ضَرُوبٌ اور شَکُورٌ۔

نصیب: یہ ہے کہ مخلوقات پر مہربانی کرے اور نظر رحمت رکھے، اپنے سارے کام اللہ کے سپرد کردے کہ وہی منعم حقیقی ہے، اس کے علاوہ کسی سے مدد نہ چاہے، بارئی کے دور کرنے میں سعی وکوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے بلاغرض اور بلاعوض محتاجوں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔

خاصیت: جو شخص کسی مظلوم کو ظالم کے پھندے سے چھڑانا چاہے تو اس نام کو دس بار پڑھے وہ ظالم اس کی سفارش قبول کرلے گا، اور جو ہمیشہ پڑھتا رہے تو اس کا دل مہربان ہو جائے اور تمام آدمی اس کے ساتھ محبت سے پیش آنے لگیں۔

(۸۴)...... "مَالِكُ الْمُلْكِ" ملک کا مالک خداوند جہان۔

(۸۵)...... "ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" بڑی بزرگی وعزت والا۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے بزرگی حاصل کرے اور بندگانِ خدا کا اکرام واعزاز جیسا

چاہے ویسا کرے۔

خاصیت: جو شخص اسم "مَالِكُ الْمُلْكِ" کو ہمیشہ پڑھتا رہے خوش حال ہو جائے اور لوگوں سے کوئی حاجت نہ رہے اور یہی خاصیت "ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" کی ہے۔

(۸۶)......"اَلْمُقْسِطُ" عادل، منصف۔ اس کا مادہ ہے قسوط، اور قسوط کہتے ہیں جور وظلم کو لیکن جب اسے باب افعال میں لے گئے تو معنی ہوئے جور وظلم کے ازالہ کرنے کے اور ازالہ جور وظلم کا نام ہے انصاف، تو مقسط کے معنی ہوئے منصف، عادل۔

نصیب: یہ ہے کہ خلق اور حق معاملات میں انصاف کرے۔

خاصیت: جو شخص اس نام کو سو مرتبہ پڑھے تو شیطان کی برائی اور اس کے وسوسے سے محفوظ رہے اور اگر سات بار پڑھے تو مقصد حاصل ہو۔

(۸۷)......"اَلْجَامِعُ" تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا، قیامت میں خدا لوگوں کو جمع کرے گا یا دنیا میں بچھڑے ہوؤں کو جمع کرتا ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ علم کو عمل کے ساتھ اور کمالاتِ جسمانی کو نفسانی کے ساتھ اور وظائف عبادت کو اوراد و اذکار کے ساتھ جمع کرے اور فکر اور تسکین اور دل جمعیت مع اللہ کے جمع کرنے میں سعی کرے۔

در جمعیت کوش تا ہمہ ذات شوی
ترسم کہ پراگندہ شوی مات شوی

خاصیت: جس شخص کے اہل و اقارب متفرق ہو گئے ہوں وہ چاشت کے وقت غسل کرے اور آسمان کی طرف منہ کر کے اس نام کو دس مرتبہ پڑھے اور ایک انگلی بند کر لے پھر اپنے ہاتھ منہ پر ملے، تھوڑے ہی عرصہ میں وہ سب جمع ہو جائیں گے۔

(۸۸)......"اَلْغَنِيُّ" بے پرواہ۔

(۸۹)......"اَلْمُغْنِيُ" لوگوں کو بے پرواہ کرنے والا۔

غنی مشتق ہے غنیٰ سے اور غنیٰ کہتے ہیں بے نیاز ہونے کو، یعنی خدا تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے اور معنی لیا گیا ہے اغناء سے، جس کے معنی ہیں بے نیاز کرنا، یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ اپنے ہم جنسوں کی طرف حاجت نہیں لے جاتا، غنی جو مالدار کے معنی میں مشہور ہے وہ بھی بے نیازی کی ایک شاخ ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے بے نیازی حاصل کرے۔

خاصیت: جو شخص حرص و طمع میں مبتلا ہو وہ اپنے بدن کے ہر جوڑ پر یعنی منہ، آنکھ، کان، ناک، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر "الغنی" پڑھے پھر ہاتھ اٹھالے، ان شاء اللہ اس سے شفا ہو جائے گی، اور جو شخص ہر روز ستر بار پڑھے اس کے مال میں برکت ہو اور کبھی محتاج نہ ہو، اور جو شخص ہر جمعہ کو ایک ہزار مرتبہ "المغنی" پڑھے اور دس جمعہ برابر پڑھے تو مخلوق سے بے پرواہ ہو جائے۔

(۹۰)...... "اَلْمَانِعُ" اپنے دوستوں سے تکلیف روکنے والا۔ ("اَلْمُعْطِی" عطا کرنے والا، معطی دینے والا، "مَانِعُ" روک رکھنے والا، جسے چاہے اور جو چاہے دیتا ہے اور جسے چاہے نہیں دیتا۔)

نصیب: یہ ہے کہ اپنے نفس و طبیعت کو نفسانی خواہشات سے روکے۔

خاصیت: میاں بیوی میں جب جھگڑا ہو تو اپنے بستر پر جاتے وقت اس نام کو بیس مرتبہ پڑھے، ان شاء اللہ غصہ رفع ہو جائے گا۔ بعض روایتوں میں "اَلْمُعْطِی" بھی آیا ہے، جو "یَا مُعْطِی السَّائِلِینَ" بکثرت پڑھے تو کسی سوال کا محتاج نہ ہو۔

(۹۱)...... "اَلضَّارُّ" بڑا ضرر پہنچانے والا، ضرر و شر کا خالق۔

(۹۲)...... "اَلنَّافِعُ" بڑا نفع پہنچانے والا، نفع و خیر کا پیدا کرنے والا۔

یعنی خدا خالق خیر و شر اور نفع و ضرر ہے، اور درد و دوا، رنج و شفا، گرمی و سردی، خشکی و تری سب پیدا کی ہوئی اسی کی ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ضرر نہ پہنچائے اور جہاں تک ہو سکے مخلوق کو

فائدہ پہنچائے۔

خاصیت: جو شخص کسی حال اور مقام عرفان پر پہنے اور جمعہ کی راتوں میں "الضار" سو بار پڑھے تو حق تعالیٰ شانہ اس کو اس مقام میں ثابت قدمی عنایت فرمائے گا اور انجام میں اہل قرب کے مرتبہ کو پہنچے گا، اور جو شخص کشتی میں سوار ہو کر ہر روز "النافع" پڑھتا رہے وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور ہر کام کے شروع میں اکتالیس بار "النافع" کہہ لیا کرے تو تمام کام حسب خواہش ہوں گے۔

(۹۳)...... "النُّورُ" روشن کرنے والا، عرفِ عام میں نور کہتے ہیں روشنی کو، خدا پر نور کا اطلاق اس سے کیا گیا کہ زمین و آسمان میں اسی کا چاندنا اور اسی کا ظہور ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اپنے دل کو نور ایمان اور عرفان سے منور کرے۔

خاصیت: جو شخص جمعہ کی رات میں سات دفعہ سورۂ نور اور ایک ہزار بار اس نام کو پڑھے تو اس کا دل منور ہو، اور اگر صبح کے وقت اس کو برابر پڑھتا رہے تو اس کا دل ہمیشہ روشن رہے۔

(۹۴)...... "الْهَادِي" راہ دکھانے والا۔

نصیب: یہ ہے کہ بندگان خدا کو اس کی راہ دکھائے۔

خاصیت: جو شخص ہاتھ اٹھائے اور آسمان کی طرف منہ کر کے اس نام کو بکثرت پڑھے پھر ہاتھ چہرے پر پھیرے تو اہل معرفت کا مقام پائے۔

(۹۵)...... "الْبَدِيعُ" موجد، بدیع بے مثل اور بے مانند، کبھی معنی میں مبدع یعنی موجد کے بھی آتا ہے، جو بے نمونہ دیکھے، از خود اختراع کرے تو اس معنی میں بھی خدا بدیع ہے کہ اس نے جہان کے بنانے میں کسی کی تقلید نہیں کی۔

نصیب: یہ ہے کہ جب اوراد و وظائف سے فارغ ہو تو کوئی ایسا کام کرے کہ جس سے اکل حلال حاصل ہو خصوصاً وہ کام اختیار کرے جس کا اثر اس کی موت کے بعد بھی باقی رہے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچے۔ مثلاً علم دین کا درس و تدریس یا تصنیف و تالیف وغیرہ۔

خاصیت: اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے تو وہ ستر بار اور ایک روایت کے مطابق ہزار بار "یَا بَدِیْعَ السَّمٰوَاتِ وِالْاَرْضِ" پڑھے، ان شاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گی اور معاملہ بن جائے گا۔

(۹۶)...... "اَلْبَاقِیُ" ہمیشہ باقی رہنے والا، دائم الوجود جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔

خاصیت: جمعہ کی رات میں جو شخص اس کو سو بار پڑھے اس کے تمام عمل مقبول ہوں اور کسی سے رنج وتکلیف نہ پہنچے، اور دشمن، دکھ، درد، رنج وغم اور بیماریوں کے دور کرنے کے لئے بکثرت پڑھے۔

(۹۷)...... "اَلْوَارِثُ" فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا، ہر چیز کا مالک ووارث، اس سے مراد ہے فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا، گویا تمام مرنے والوں کی میراث اس کو پہنچتی ہے۔

نصیب: یہ ہے کہ اعمال باقیات الصالحات یعنی درس وتدریس، تصنیف وتالیف، پل، سرائے، مسجد اور صدقات جاریہ وغیرہ میں کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص ہر روز طلوع آفتاب کے وقت اس اسم کو سو بار پڑھے تو رنج اور سختی سے محفوظ رہے اور جب مرے تو اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جو بکثرت پڑھتا رہے اپنے زمانہ میں بلند مرتبہ ہو۔

(۹۸)...... "اَلرَّشِیْدُ" راست، رہنما، صاحب رشد۔ رشد ضد ہے غَیّ کی اور غَیّ کے معنی ہیں گمراہی، تو رشید کے معنی ہوئے صاحب رشد اور خدا کو رشید اس معنی میں کہا گیا ہے کہ طریق اسلام اس کو پسند ہے اور وہی صراط مستقیم ہے یا اس اعتبار سے کہ جو صفاتِ کمالیہ خدا میں ہونی چاہئیں وہ اس میں ہیں۔

نصیب: یہ ہے کہ بندگانِ خدا کو اس کی راہ دکھائے۔

خاصیت: جو شخص اپنے کام کو حل نہ کر سکے اور اس کے حل کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئے تو اس نام کو مغرب وعشاء کی نماز کے درمیان ہزار بار پڑھے جو کچھ صحیح اور بہتر ہو گا اس پر ظاہر ہو جائے گا، اور اگر اس پر مداومت کرے تو تمام کاروبار اس کی بلا سعی وکوشش کے بن جائیں گے۔

(۹۹)...... "اَلصَّبُوْرُ" بڑا صبر و تحمل والا۔ اصل میں صبر کے معنی تحمل اور برداشت کرنے کے ہیں اور چونکہ خدا تعالیٰ بندوں کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کو برداشت کرتا اور انتقام اور مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا اس لئے اس کا نام صبور رکھا گیا۔

نصیب: یہ ہے کہ بدبختوں، ذلیلوں اور کمینوں کی ایذارسانی پر صبر و تحمل کرے اور زیردستوں کی تکلیف دہی میں بردباری سے کام لے۔

خاصیت: جو شخص رنج و درد اور تکلیف و مشقت میں مبتلا ہو اس نام کو ایک ہزار بیس بار پڑھے، ان شاء اللہ اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے گا اور اگر خوف ہوگا تو جاتا رہے گا۔ اور اگر ہر روز پڑھا کرے تو حاسدوں اور دشمنوں کی زبان بند ہو جائے اور بادشاہ کا غصہ رفع ہو جائے۔

یہ اسمائے صفاتی جنہیں اسمائے حسنیٰ بھی کہتے ہیں۔ اکثر بجنسہ قرآن مجید میں موجود ہیں اور بعض بعینہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہیں، ان کے مادّے اور مشتقات قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

اسم اعظم

{۲۱۸۱} **وَعَنْ** بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ فَقَالَ دَعَا اللّٰهَ بِاِسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِىْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ۔ ﴿رواه الترمذى وابوداؤد﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۵/۲، باب ماجاء فی جامع الدعاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۳۴۷۵۔ ابو داؤد شریف: ۲۰۹/؟، کتاب الوتر باب الدعاء، حدیث نمبر: ۱۴۹۳۔

حل لغات: الصمد: بے نیاز، صمد، (ن) صمدا، ثابت قدم رہنا، لم یلد: ولد (ض) ولودا: بچہ جننا، کفوا: ہمسر، کفوا (ک) کفاؤۃ، ہم پلہ ہونا۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں چونکہ آپ ہی اللہ ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ یکتا ہیں، بے نیاز ہیں، نہ آپ کسی کے باپ ہیں، نہ اولاد اور نہ کوئی آپ کا مثل ہے، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے، جب اللہ تعالیٰ سے اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے اور جب اس کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا ہے۔''

تشریح: اس حدیث شریف اور آگے آنے والی تین احادیث میں اسم اعظم کا ذکر آیا ہے، جس کے بارے میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اسم اعظم اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کوئی خاص اسم نہیں، بلکہ جس اسم کو پورے اخلاص اور کامل توجہ کے ساتھ پکارا جائے جب کہ غیر اللہ سے مکمل طور پر دل خالی ہو وہی اسم اعظم ہے، اس لئے کہ اسم کی شرافت مسمّٰی کی شرافت کی وجہ سے ہے۔ حروف مخصوصہ کی وجہ سے نہیں؛ لیکن چونکہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے خاص اسم ہے۔ (طیبی: ۲۷/ ۵، مرقاۃ: ۴۴/ ۳)

اس لئے شرح السنہ میں ہے کہ یہ حدیث صراحۃً اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی خاص معین اسم اعظم ہے، جس کا واسطہ دینے سے دعا وسوال کو قبول کیا جاتا ہے، پھر اس کی تعیین میں اختلاف ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی تعیین اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، جیسا کہ ''لیلۃ القدر'' اور ''ساعۃ الجمعۃ'' یعنی جمعہ کے دن وہ گھڑی جس میں دعا قبول ہوتی ہے ان کی تعیین کا علم اللہ کو ہی ہے۔ (التعلیق: ۸۷/ ۳)

اور دیگر حضرات نے اسم اعظم کو معین طور پر ثابت کیا ہے، لیکن اس کی تعیین میں پھر مختلف اقوال ہیں، بعض نے لفظ ''اللّٰہ'' کو اسم اعظم کہا ہے، بعض نے ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کو، اور بعض نے لفظ ''هُوَ'' کو، اور بعض نے ''اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کو، بعض نے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کو وغیرہ ذلك من اقوال شتی۔ مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں چودہ اقوال نقل کئے ہیں۔

لیکن احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے جن اسماء کو خاص عظمت وامتیاز حاصل ہے جب ان کے ذریعہ دعا کی جائے تو قبولیت کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے، چنانچہ انہیں اسماء کو ''اسم اعظم'' کہا گیا ہے، البتہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ ان کو معین نہیں کیا گیا، بلکہ کسی درجہ میں ان کو مبہم رکھا گیا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ لیلۃ القدر اور جمعہ کے دن قبولیت دعاء کے خاص وقت کو مبہم رکھا گیا ہے، احادیث شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم ایک اسم مفرد نہیں، بلکہ متعدد ''اسماء حسنیٰ'' کے مجموعے کو اسم اعظم کہا گیا ہے۔ اور یہی بات زیادہ قرین قیاس ہے۔ چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں جن دو شخصوں کی دعائیں نقل کی گئی ہیں، اسی طرح تیسری روایت میں جن دو آدمیوں کا حوالہ دیا گیا ہے، ان سب روایات میں اللہ تعالیٰ کے اسم مفرد کو اسم اعظم نہیں کہا گیا، بلکہ متعدد اسماء الٰہیہ کی خاص ترکیب سے اللہ تعالیٰ کا جو جامع وصف مفہوم ہوتا ہے اسی کو ''اسم اعظم'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ (التعلیق: ۳/۷۸)

سوال اور دعا میں فرق

اذا سئل به اعطی و اذا دعی به اجاب: اس حدیث شریف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعا افضل ہے سوال سے، دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ دعاء میں اجابت ہوتی ہے اور سوال میں اعطاء۔ کیونکہ سوال میں سائل کہتا ہے: ''أعطني'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعطاء یعنی دینا ہے اور دعاء میں بندہ پکارتا ہے اور کہتا ہے ''یارب'' جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجابت یعنی قبول کرنا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: ''لبیک یاعبدی'' (طیبی: ۵/۳۷، التعلیق: ۳/۸۰)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دعاء ابلغ ہے سوال سے، کیونکہ داعی کی پکار کی اجابت اور قبولیت داعی کی شرافت کی دلیل ہے اور اس بات کا قرینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دعاء کرنے والے کی قدر کرتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرتے ہیں تو اس کی ضروریات کو بھی پورا فرماتے ہیں۔ بخلاف سوال کے کہ کبھی کبھی وہ مذموم ہوتا ہے اسی وجہ سے بہت ساری احادیث میں سائل کی مذمت آئی ہے

اور سوال سے بچنے والے کی تعریف اور مدح ہوئی ہے۔(التعلیق:۹۷/۳،نفحات التنقیح:۲۵۸،۲۵۷/۳)

ایضاً

{۲۱۸۲} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ جَالِساً مَعَ النَّبِیِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَ رَجُلٌ یُصَلِّی فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ یَاذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَسْأَلُکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا اللّٰہَ بِاِسْمِہٖ الاَعْظَمَ الَّذِی اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ وِاِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطیٰ۔ ﴿رواہ الترمذی وابوداؤد، والنسائی وابن ماجہ﴾

حوالہ: ترمذی شریف:۱۸۵/۲، باب ماجاء فی جامع الدعاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر:۳۴۷۵۔ابو داؤد شریف:۲۱۰، کتاب الوتر، باب الدعاء، حدیث نمبر:۱۴۹۵۔نسائی شریف:۱۴۵/۱، کتاب السھو، باب الدعاء بعد الذکر، حدیث نمبر:۱۳۰۱۔ ابن ماجہ شریف:۲۷۴، ابواب الدعاء، باب اسم اللہ الاعظم، حدیث نمبر:۳۸۵۸۔

حل لغات: الحنان: مہربان،حن(ض) حنیناً مہربان ہونا،المنان: من(ن) منا، احسان جتلانا،بدیع: بدع، (ف) بدعا، بغیر نمونہ کے کوئی چیز بنانا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا، چنانچہ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں بے شک تیرے لئے ہی تعریف ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو مہربان اور احسان کرنے والا ہے،تو آسمان وزمین کو پیدا کرنے والا ہے،یَاذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ! یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ! میں تجھ سے مانگتا ہوں۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اس نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے واسطے سے دعا کی ہے کہ جب اس کے واسطے سے دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے اور جب اس کے

واسطے سے مانگا جاتا ہے دیا جاتا ہے۔"

تشریح: بأن لك الحمد: 'الحمد' أنَّ کا اسم ہے، اس لئے لك پر مقدم ہونا چاہئے؛ لیکن تخصیص پیدا کرنے کے لئے اسم کو مقدم کر دیا ہے۔ (مرقاۃ: ۴۴/۳)

اس حدیث پاک میں کوئی اسمائے حسنیٰ مذکور ہیں، اس میں بھی دونوں احتمال ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک خاص اسم کو اسم اعظم فرمایا ہے یا مجموعہ کو۔ (مرقاۃ: ۴۴/۳)

اِسمِ اعظم قرآن کریم میں

{۲۱۸۳} **وَعَنْ** اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِيْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَفَاتِحَةُ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ (رواه الترمذی و ابوداؤد وابن ماجه والدارمی)

حواله: ترمذی شریف: ۱۸۵/۲، باب ماجاء فی جامع الدعاء من رسول الله صلی الله علیه وسلم، حدیث نمبر: ۳۴۷۸۔ ابوداؤد شریف: ۲۱۰، کتاب الصلوة، باب الدعاء، حدیث نمبر: ۱۴۹۶۔ ابن ماجه شریف: ۲۷۴، ابواب الدعاء، باب اسم الله الاعظم، حدیث نمبر: ۳۸۵۵۔ الدارمی: ۵۴۲/۲، باب فضل اول سورة البقرة الخ، حدیث نمبر: ۳۳۸۹۔

حل لغات: واحد: ایک، واحد (ض) واحدا، اکیلا ہونا۔

ترجمه: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: (۱) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ (۲) اور سورہ آل عمران کا شروع الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔"

تشریح: اس حدیث پاک میں اسم اعظم کا ذکر ہے۔ اسکے اندر اختلاف ہے کہ اسم اعظم موجود

ہے یا نہیں؟ ابن جریر طبری، ابن حبان، ابوبکر باقلانی، ابوالحسن اشعری رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام ہی اعظم ہیں، اور اعلیٰ ہیں، اور جس حدیث شریف کے اندر کسی خاص نام کے ساتھ اسم اعظم کا لفظ ہے اس سے مطلق عظمت مراد ہے، ابن حبان کہتے ہیں کہ داعی اس نام کو وسیلہ بنا کر جو دعا کرتا ہے اس پر اس کو ثواب ملتا ہے، اس لئے اس کو اسم اعظم سے تعبیر کر دیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ موجود ہے، لیکن مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور بعض کی رائے ہے کہ موجود ہونے کے ساتھ ساتھ معلوم بھی ہے، چنانچہ حافظ نے چودہ نام شمار کرائے اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس نام نقل کئے ہیں۔ (مرقاۃ: ۳/ ۴۵)

اسم اللّٰہ الأعظم فی هاتین الآیتین: اس حدیث شریف میں تو صرف دو آیتوں کا تذکرہ ہے، لیکن بعض روایتوں میں تین سورتوں کا تذکرہ ہے۔ (۱) البقرہ۔ (۲) آل عمران۔ (۳) طٰہٰ۔ یعنی ان تین سورتوں میں سے کسی نہ کسی سورت میں اسم اعظم ہے، لیکن تین سورتوں میں جو آیت مشترک ہے وہ "الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" ہے۔ یعنی اسم اعظم "الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" ہے، اور اس پر دلائل اور شواہد بھی ہیں، لیکن وہی بات بے جھول ہے جو شروع میں لکھی گئی ہے کہ اسم اعظم کی تعیین مبہم ہے۔ (مرقاۃ: ۳/ ۴۴)

دعائے یونس علیہ السلام کا تذکرہ

{۲۱۸۴} وَعَنْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْوَۃُ ذِی النُّوْنِ اِذَا دَعَا رَبَّہٗ وَھُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَا اِلٰہَ اِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ لَمْ یَدْعُ بِھَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِیْ شَیْئٍ اِلَّا اسْتَجَابَ لَہٗ۔ ﴿رواہ احمد والترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۱۸۸، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعاء عن رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر: ۳۵۰۵۔

حل لغات: ربہ: بالنہار، جمع ارباب، بطن: پیٹ، بطون: الحوت: بڑی مچھلی، جمع

حیتان: نون مچھلی، جمع، نینان۔

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے اپنے پروردگار سے مانگی تھی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ وہ یہ ہے: ”لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ“ [یااللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے، بے شک میں قصوروار ہوں۔] (آسان ترجمہ) مسلمان آدمی جب اس کے ذریعہ سے کسی چیز کی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور قبول کرتا ہے۔

تشریح: دعوۃ ذی النون: ”ذو النون“ سے مراد سیدنا حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

سیدنا حضرت یونس علیہ السلام کا پورا واقعہ دریا میں ڈالا جانا اور دریا میں مچھلی کا نگلنا، اور پھر مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کا اپنے پروردگار کو مذکورہ کلمات کے ساتھ پکارنا، اور حق تعالیٰ شانہ کا دعا قبول کرنا، مچھلی کے پیٹ سے نکالکر گویا دوبارہ زندگی عطا فرمانا مشہور ہے۔

لم یدع بھا رجل مسلم فی شیء الخ: یعنی جس طریقے سے ان کلمات کے پڑھنے کی وجہ سے حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کو ایک بڑی مصیبت سے نجات ملی تھی، آج بھی اس آیت کریمہ میں وہی تاثیر ہے جو مسلمان آدمی آیت کو پڑھ کر دعاء کرے گا اس کی دعاء ضرور قبول ہوگی۔ اس لئے کہ خود ذات باری تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ ”فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ“ [اس پر ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور انہیں گھٹن سے نجات عطا کی، اور اسی طرح ہم ایمان رکھنے والوں کو نجات دیتے ہیں۔] (آسان ترجمہ) (مرقاۃ: ۳/۴۵)

﴿الفصل الثالث﴾

اسم اعظم کی تحقیق

{۲۱۸۵} **وَعَنْ** بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ عِشَاءً فَإِذَا رَجُلٌ يَقْرَأُ وَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَقُوْلُ هٰذَا مُرَاءٍ قَالَ بَلْ مُؤْمِنٌ مُنِيْبٌ قَالَ وَ اَبُوْ مُوسىٰ الْاَشْعَرِيُّ يَقْرَأُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِهٖ ثُمَّ جَلَسَ اَبُوْ مُوْسٰى يَدْعُوْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَشْهَدُكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَحَداً صَمَداً لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللّٰهَ بِاِسْمِهِ الَّذِيْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ، قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُخْبِرُهٗ بِمَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ فَاَخْبَرْتُهٗ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ اَنْتَ الْيَوْمَ لِيْ اَخٌ صَدِيْقٌ حَدَّثْتَنِيْ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

﴿رواه رزين﴾

حواله: رزین: لم اجده۔

حل لغات: یرفع: رفع (ف) رفعا، بلند کرنا، صوته: آواز، جمع، اصوات، مرائ: رأی (ف) رویة، دیکھنا، منیب: آقائ، ناب (ن) نوبا الی اللّٰہ، توبہ کرنا، الصمد: صمد (ن) صمدا، ثابت قدم رہنا۔

ترجمه: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ مسجد میں عشاء کے وقت داخل ہوا اور ایک آدمی بلند آواز سے قرأت کر رہا تھا۔ تو میں نے کہا یارسول اللہ! کیا آپ اس شخص کو ریاکار کہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بار بار متوجہ ہونے والا مومن ہے، بریدہ کہتے ہیں کہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتے رہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غور سے ان کی قرأت سنتے رہے، پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تنہا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے اللہ سے اس نام کے واسطے سے مانگا ہے کہ جب اس کے واسطے سے مانگا جاتا ہے تو دیتا ہے، اور جب دعا کی جاتی ہے تو قبول کرتا ہے میں نے کہا: یارسول اللہ میں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں ان کو بتادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ چنانچہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطلاع دیدی، تو انہوں نے مجھ سے کہا: آج سے تم میرے سچے بھائی ہو اس لئے کہ تم نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مجھ تک پہنچائی ہے۔

تشریح: (۱)...... معلوم ہوا کہ ہر وہ عمل جو ظاہر کر کے کیا جا رہا ہو ریاکاری نہیں ہوتا اور اس پر ریاکاری کا حکم نہیں کر دینا چاہئے۔

(۲)...... کوئی شخص خوش آوازی سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہو اس کو سننا درست ہے۔

(۳)...... حدیث پاک میں جو دعا کے کلمات ذکر کئے گئے ہیں ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسم اعظم فرمایا ہے۔

(۴)...... جو شخص خوشخبری سنائے اس سے محبت کا اظہار کرنا درست ہے۔

اسم اعظم سے متعلق ”برکات دعا“ میں کافی مواد جمع کر دیا ہے، جو بہت مفید ہے، مضمون کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کو نقل کیا جاتا ہے، البتہ جو مضامین اوپر احادیث مبارکہ کے ذیل آچکے ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اسم اعظم کی حقیقت

شیخ ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ، ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد والوں میں شیخ ابوحاتم ابن حبان اور قاضی ابوبکر باقرانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا فرمان یہ ہے کہ: اسماءِ حسنیٰ (ننانوے مقدس ناموں) میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ: جس روایت میں اسم الاعظم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں وہاں اعظم بمعنی عظیم کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا تو ہر نام ہی عظمت والا ہے۔

حضرت ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اسم الاعظم کی تعیین میں آثارِ مختلفہ موجود ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ سب ہی صحیح ہیں، کیونکہ کسی روایت سے یہ بات متعین نہیں کی جاسکتی کہ یہی اسم سب سے بزرگ تر ہے اور اس سے بزرگ تر دوسرا کوئی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا تو ہر ایک نام ہی اعظم بمعنیٰ عظیم ہے۔

مصلحت خداوندی بھی کوئی چیز ہے

علّامہ عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے تمام نام اسم اعظم ہیں کسی کی عظمت میں کچھ بھی کمی نہیں۔ مگر یہ بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ ہر نام کی خاصیت جدا جدا ہے۔ اس لئے جس اسم کی یہ خاصیت ہے کہ اس کے ذریعہ سے جو دعا کی جائے وہ قبول ہو، تو وہ مخصوص نام ان کے جملہ ناموں میں مستور رہے اس کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔

ہاں! اہل علم، بزرگانِ دین نے فرمایا ہے: کہ اللہ تعالیٰ کا جو نام بھی اخلاص ومحبت اور استغراق کے ساتھ پکارا جائے گا تو اسی میں "اسم اعظم" کی خاصیت رونما ہوگی۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ جس طرح سارے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود، مکانات میں بیت اللہ شریف، ایام میں جمعہ کا دن، اور راتوں میں شب قدر کا خصوصی

طور پر انتخاب فرمایا گیا ہے، اسی طرح اپنے اسماء حسنیٰ میں بھی کسی ایک نام کا انتخاب فرمایا ہو، مگر اس کو مخفی رکھا ہے، تاکہ اس کی حرص میں اس کے سارے ہی مقدس ناموں کا ورد کیا جاتا رہے، اسی لئے احادیث نبویہ میں بھی مختلف پیرائے میں اشارہ کنایہ سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ مصلحت الٰہیہ میں فرق نہ آنے پائے۔

بے بسی کی حالت میں زبان سے نکلنے والا اسم ہی اسم اعظم ہے

عارف باللہ شیخ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میں نے اپنے شیخ کامل سے پوچھا: کہ "اسم اعظم" کونسا ہے؟ انہوں نے مجھ سے پوچھا: کہ کیا تم اپنے دل کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں! تو انہوں نے فرمایا: کہ جب تم یہ دیکھو کہ تمہارا دل خدا کی طرف متوجہ اور نرم (ترساں ولرزاں) ہوگیا ہے تو اس وقت اسی کیفیت واستغراق کی حالت میں اپنی حاجت مانگو، یہی (انابت الی اللہ) اسم اعظم ہے اور یہی گھڑی قبولیت کی ہے۔

رائپور خانقاہ کی ایک مجلس میں قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا: کہ مفتی جی! اسم اعظم کیا ہے؟ تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: کہ حضرت! اپنی بے کسی و بے بسی، کمال تذلل اور افتقار اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال، کمال رحمت ومہربانی کے استحضار (اس طرح کہ قلب غیر اللہ کے تصور سے بالکلیہ خالی ہو اس کیفیت) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو نام بھی لیا جائے، وہی "اسم اعظم" ہے، یہ سن کر حضرت اقدس رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ہاں! آپ نے صحیح فرمایا۔

بعض اہل علم کا فرمان ہے: کہ اسم اعظم سے مراد ہر وہ اسم باری تعالیٰ ہے جسے بندہ اپنی دعا میں شامل کرتا ہے۔ اور خود کو اسی کے معنی میں مستغرق کر دیتا ہے۔

بے شک یہی وہ حالت ہے جس پر قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس (مذکورہ) قول کو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا: کہ اسم اعظم کے ساتھ جو دعا مانگی جائے تو وہ ضرور قبول کی جاتی ہے، تو وہ اسم اعظم کیا ہے؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب آدمی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور بے اختیاری کے عالم میں اس کی زبان سے حق تعالیٰ شانہ کو پکارنے کے لئے دل سے جو نام بھی نکل جائے وہی ''اسم اعظم'' ہے۔

''اسم اعظم'' کے متعلق اقوال مختلفہ کا خلاصہ

اوپر جو کچھ تحریر کیا گیا، اس میں ''اسم اعظم'' کی حقیقت بتلاتے ہوئے دو چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک تو حالت اضطراری میں بے تابانہ کیفیت کا پیدا ہو جانا۔ اصل میں دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازنے میں اس کا بہت بڑا دخل ہے، کیونکہ مضطر کی دعا کو اللہ تعالیٰ کسی حال میں رائگاں نہیں ہونے دیتے، چاہے وہ کوئی بھی ہو، اور کسی حالت میں بھی ہو۔

دوسری چیز یہ ہے: کہ اسی مضطربانہ حالت میں لاعلی التعیین ننانوے اسماء مقدسہ میں سے اللہ تعالیٰ کا جو اسم مقدس بھی دل کی گہرائی سے نکلے گا (یا نکالے گا) بس وہ تیر بہدف نشانہ پر لگے گا۔ یعنی اسم اعظم کی خاصیت اسی اسم کے ساتھ متصف ہو کر مراد پالے گا۔

اب یہاں سے اللہ تعالیٰ کے اسم ذات یعنی لفظ ''اللّٰہ'' کے متعلق اہل اللہ اور بزرگانِ دین کے چند اقوال تحریر کئے جاتے ہیں۔

صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں: زیادہ صحیح بات تو یہی ہے کہ اسم اعظم اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں پوشیدہ ہے۔ تعیین کے ساتھ اس کا کسی کو علم نہیں جیسا کہ لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعتِ مقبولہ وغیرہ۔ لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ اسم اعظم لفظ ''اللّٰہ'' ہے۔

اور قطب ربانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس شرط کے ساتھ زبان سے جب ''اللّٰہ'' ادا ہو تو دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو، یعنی اسم پاک کی تاثیر اسی وقت ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے وقت دل ماسوی اللہ سے بالکل خالی ہو۔

لفظ ''اللّٰہ'' زبان سے بھی ادا کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے

عارف باللہ شیخ ابوبکر بن اسماعیل فرغانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں خود ایک لمبے عرصہ تک بہت ہی فاقہ کشی میں مبتلا رہا، حتیٰ کہ بھوک کی وجہ سے کبھی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتا تھا، اس سے بڑھ کر یہ کہ بھوک کی وجہ سے ہاتھ کے ناخن کا رنگ بھی متغیر ہو چکا تھا۔ ایک دن میں نے کہا: کہ یا اللہ اگر مجھے تیرا اسم اعظم معلوم ہوتا تو میں شدت فاقہ میں آپ کے اسم اعظم کے واسطے سے دعا کرتا۔ اس قسم کی پریشانیوں کے عالم میں ایک مرتبہ دمشق میں باب البرید پر بیٹھا ہوا تھا کہ اتفاقاً فرشتہ نما دو بزرگ آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مجھے نظر آئے، اور وہ سیدھے میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے، میں سمجھا کہ شاید یہ فرشتے ہونگے۔

میرے سامنے کھڑے ہو کر ایک نے دوسرے سے سوال کیا: کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا ''اسم اعظم'' سکھاؤں؟ دوسرے نے کہا: ہاں! ضرور سکھاؤ۔ فرغانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متلاشی تھے ہی۔ فوراً اس کی طرف کان لگا کر ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک نے کہا: کہو ''یا اللہ'' دوسرے نے کہا: کہ بس میں نے سیکھ لیا، اتنا کہہ کر وہ دونوں وہاں سے جانے لگے، تو پھر ان میں سے ایک نے کہا: کہ جیسا تم ''یا اللہ'' کہتے ہو ویسا نہیں ہے بلکہ صدق ولجاء کے ساتھ کہا جائے تب وہ اسم اعظم ہوگا۔

شیخ ابوبکر فرغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صدق ولجاء کے معنی یہ ہیں کہ اس کے کہتے وقت کہنے والے کی کیفیت ایسی ہو جیسا کوئی گہرے سمندر میں بے یار و مددگار ڈوب رہا ہو اور کوئی اس کو دیکھنے اور بچانے والا بھی نہ ہو، ایسی بے سہارگی کی حالت میں اخلاص کے ساتھ بلبلاتے ہوئے دل کی گہرائی سے جو لفظ ''اللّٰہ'' نکلتا ہے، بس وہی اسم اعظم ہے۔ ایسے وقت جو بھی دعا کی جائے گی، مقبول ہوگی جو مانگا جائے گا وہ عطا کیا جائے گا۔

منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسم اعظم لفظ ''اللّٰہ'' ہے، یہی ایک اسم ایسا ہے جس کا

اطلاق کسی دوسرے پرنہیں کیا جاتا۔ اور یہی اسم ہے جس کی جانب جملہ اسماء کی صفت کی جاتی ہے۔(شرح اسماء الحسنی:۲۴۸)

سیدنا جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ایک بزرگ آدمی ملک شام میں ایک مسجد میں جا بیٹھے اور دل ہی دل میں دعا اور یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش مجھے اسم اعظم معلوم ہو جاتا، بس اتنا تصور کرنا تھا کہ فوراً اسی وقت انہیں دو آدمی آسمان سے اترتے ہوئے نظر آئے، اور آکر اس کے پہلو میں آبیٹھے، انمیں سے ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ: کیوں جی! تم اسم اعظم سیکھنا چاہتے ہو؟ دوسرے نے جواب دیا: کہ ہاں! پہلے نے کہا: کہو "اللہ" یہی اسم اعظم ہے۔

یہ مکالمہ سن کر اس شامی بزرگ نے کہا: کہ او اللہ کے بندو! اس کو میں ہمیشہ ہی کہا کرتا ہوں، مگر اسم اعظم کی جو خصوصیت اور تاثیر ہے (فوراً قبولیت کی) وہ تو ظاہر ہوتی ہی نہیں، یہ سن کر آنے والوں نے جواب دیا کہ: بات ایسی نہیں بلکہ ہمارا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ لفظ "اللہ" اس طرح کہو کہ قلب میں دوسرا کوئی بھی نہ ہو، اس وقت "اللہ" کہنے کا اثر ہوگا۔ بس اتنا کہنے کے بعد وہ دونوں آسمان پر چلے گئے۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ عامۃً علماء و مشائخ لفظ "اللہ" کو اسم اعظم کہتے ہیں۔ قطب عالم حضرت شاہ عبد القادر رائپوری کے زمانے میں مولانا واجد علی نامی ایک بزرگ تھے، جن کو کشف قبور بھی ہوتا تھا، انہوں نے مجھ سے (حضرت مفتی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے) فرمایا تھا: کہ اسم اعظم "اللہ" ہے، اور یہ مجھے حضرت میکائیل علیہ السلام نے بتایا ہے۔

ایسے باکمال حضرات کو اسم اعظم دیا جاتا ہے

بہت مشہور واقعہ ہے: ایک فقیر کسی ایسے بزرگ کے پاس گئے جو اسم اعظم جانتے تھے، اس کے پاس جا کر کہا: کہ حضرت مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے، شیخ نے دریافت کیا: کہ کیا تم میں اس کی

اہلیت اور قوتِ برداشت ہے؟ اس فقیر نے کہا: کہ ہاں ہے۔ بزرگ نے فرمایا: کہ بہت اچھا۔ مگر اسم اعظم سیکھنے سے پہلے تم شہر کے فلاں دروازہ پر جا کر بیٹھے رہو اور وہاں جو کچھ واقعہ پیش آئے وہ دیکھنے کے بعد مجھے حقیقت حال کی خبر دو۔

چنانچہ وہ وہاں چلا گیا، کچھ دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک ضعیف العمر کمزور بڑے میاں اپنے گدھے پر لکڑیاں لادے لکڑی کے سہارے چلتے ہوئے جنگل کی طرف سے آ رہے ہیں، جب وہ دروازہ پر پہنچے تو ایک سپاہی نے اسے پکڑ کر اس کی ساری لکڑیاں چھین لیں، اس کے علاوہ اسے ہاتھوں اور لاتوں سے مار مار کر وہاں سے خالی ہاتھ نکال دیا۔ وہ لکڑہارا مار کھا کر خالی ہاتھ وہاں سے چل دیا۔

"اسم اعظم" سیکھنے والے فقیر نے اس بڑے میاں کی مظلومیت پر ترس کھاتے ہوئے حیران و پریشان غم و غصہ میں وہاں سے آ کر اپنی آنکھوں دیکھا حال اس بزرگ کو سنا دیا۔ شیخ نے واقعہ سن کر اس فقیر سے دریافت کیا: کہ اگر تمہیں **"اسم اعظم"** معلوم ہوتا تو ایسے وقت میں تم کیا کرتے؟

اس نے کہا: کہ اگر مجھے **"اسم اعظم"** معلوم ہوتا تو اس کے وسیلہ سے ایسے ظالم سپاہی کی ہلاکت کے لئے ضرور بد دعا کرتا، یہ سن کر شیخ نے کہا: کہ اسی لکڑی والے مظلوم بڑے میاں ہی سے میں نے **"اسم اعظم"** سیکھا ہے، میں نے تم دیکھ لیا میں سہار و تحمل کی اہلیت نہیں ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

اس کے بعد شیخ جعفر یمنی یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"اسم اعظم"** سیکھنے والوں میں ایک طرف بڑے صبر و ضبط، تحمل اور قوت برداشت کی طاقت و ملکہ ہونا چاہئے، تو دوسری جانب اپنے پرائے موافق مخالف، مسلم، غیر مسلم جملہ مخلوق خدا کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مہربانی، رحم دلی، شفقت و محبت، غرض جمیع اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ کریمانہ سے متصف ہونا چاہئے، ورنہ بات بات میں بدلہ لینے یا بد دعا کرتے رہنے سے نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور یہ مشیت ایزدی کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جن برگزیدہ بندوں کو یہ نعمت عظمیٰ عطا فرماتے ہیں، انہیں اس لکڑہارے کے مانند مذکورہ اوصاف سے بھی متصف فرما دیتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد

عارف ربانی شیخ ابوعبداللہ المغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک رات خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، اور میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: کہ یا رسول اللہ! میری ایک حاجت ہے، میں کیا کروں؟ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوگانہ ادا کرو، اور انکے چاروں سجدوں میں چالیس چالیس مرتبہ (بعد تسبیح سجدہ) دعائے یونس پڑھو، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری مراد بہت جلد برآئے گی، چنانچہ ارشاد گرامی کے مطابق عمل کرنے سے میری حاجت پوری ہوگئی۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد عارف صوفی عابد میاں ڈابھیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہوتو وہ بعد نماز عشا اکتالیس دن تک حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کے مطابق روزانہ سوتے وقت دوگانہ پڑھتے رہا کریں، اور چاروں سجدوں میں چالیس چالیس مرتبہ دعائے یونس بلاناغہ پڑھتے رہا کریں، تو ان شاء اللہ تعالیٰ تھوڑے ہی دنوں میں فتح مندی کی علامتیں نظر آنے لگے گی اور اکتالیس دن ختم بھی نہ ہونے پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے حاجت پوری ہوجائے گی۔

یہ آیت قبولیت دعا میں عجیب تاثیر رکھتی ہے

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے قرآن مجید کی ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اس کو پڑھ کر آدمی جو دعا بھی کرتا ہے وہ قبول ہوجاتی ہے، دریافت کیا گیا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ تو جواب دیا کہ: وہ آیت یہ ہے: "قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ۔ (سورۂ زمر:۴۶) (قرطبی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ یہ دعا فرمائی: "سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" اس کے بعد فرمایا: جو شخص یہ دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مشرق ومغرب (مراد پوری دنیا) کی

کوئی بھی مراد مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرما لیتے ہیں۔(غنیۃ الطالبین:۴۷۰)

اس دعا کے لئے آنحضرت ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت ابوعباس زید بن الصامت زرقی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے، وہ نماز کے بعد یہ دعا پڑھ رہے تھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" یہ سن کر حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جانتے بھی ہو: کہ اس نے کس (مقدس نام کے توسل) سے دعا مانگی؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے "اسم اعظم" کے ذریعہ سے دعا مانگی ہے (جس کی خاصیت یہ ہے) کہ جب اس کے ذریعہ سے دعا مانگی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، اور جب اس کے ذریعہ سے کوئی درخواست کی جاتی ہے تو وہ عطا فرماتا ہے۔(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

آسمان کے ستاروں میں لکھا ہوا دیکھا

حضرت شیخ سری بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (جو قبیلہ طے میں سے تھے) فرماتے ہیں: اللہ کے ایک بڑے برگزیدہ بندے تھے، وہ بار بار اس طرح دعائیں مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ آپ مجھے اپنا وہ مقدس نام دکھا (سکھا) دیجئے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو اس کی برکت سے قبول ہو جائے۔

تو ایک مرتبہ اس بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر ستاروں میں یہ لکھا ہوا ہے: "یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" جس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہی وہ "اسم اعظم" ہے جس کے متعلق دعائیں کیا کرتا تھا۔(الترغیب والترھیب، ابویعلی)

"یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" اسم اعظم

بزرگانِ دین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں سے "حَیٌّ وَقَیُّوْمٌ" یہ بہت سے حضرات کے نزدیک اسم اعظم ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر کے وقت میرے دل میں آیا کہ میں جا کر حضرت رسول کریم ﷺ کو دیکھوں کہ آپ ﷺ کیا کر رہے ہیں؟ چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ سجدہ میں سر کئے ہوئے زبان مبارک سے بار بار "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" کہہ رہے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" یہ اللہ پاک کا "اسم اعظم" ہے، اس کے متعلق امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنگ بدر کے موقع پر سخت بے چینی، پریشانی اور بے قراری کی حالت میں حضرت رسول کریم ﷺ نے سجدے میں سر مبارک رکھ کر اسی "اسم اعظم" کے ذریعہ بار بار دعا فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا تھا۔

مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً نقل فرمایا ہے: کہ آصف بن برخیاء نے جس "اسم اعظم" کے وسیلہ سے دعا کی تھی وہ "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" تھا۔ (الدعاء، امام قرطبیؒ)

"یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" "اسم اعظم" ہے

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو "یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ سے تمہاری جو حاجت ہو وہ مانگو، چونکہ اب تیری دعا (اس اسم اعظم پڑھنے کی برکت سے) مقبول ہوگی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: "یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" پڑھنے سے انسان کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور اس کی برکت سے آدمی کی مرادیں بر آتی ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو "یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" کہتے ہوئے سنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا کہنا قبول کرلیا گیا، اب اپنا سوال کرلے (یعنی جو چاہو، دعا مانگ لو قبول کی جائے گی۔) (رواہ الترمذی)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ الوہیت کے لئے جس قدر صفاتِ معتبرہ ہیں یہ اسم ان سب پر شامل ہے، "جلال" میں جملہ صفات سلبیہ آجاتی ہیں اور "اکرام" میں سب صفات ثبوتیہ آجاتی ہیں۔

ہر مسلمان کے لئے ایک اسم مربی ہوا کرتا ہے

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم نے عرض کیا کہ حضرت! سنا ہے کہ آیۃ الکرسی اور آیۃ کریمہ (دعائے یونس علیہ السلام) میں بھی اسم اعظم ہے؟ تو حضرت اقدس رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس سلسلہ میں میرا خیال اور وجدان اور ہے۔

فرمایا: اوّل بات تو یہ ہے کہ خدا کا ہر نام اسم اعظم ہے، مگر اس شخص کے لئے جس کا وہ اسم اعظم مربی ہو، پھر وہ اس کو کرلے (یعنی پڑھ لے یا ورد کرتا رہے) تو اسے اس سے نفع ہوتا ہے۔

مولانا گلزار صاحب نے دریافت فرمایا: کہ حضرت اس سے دنیا کا نفع مراد ہے یا آخرت کا؟ تو حضرت اقدس رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دنیا اور آخرت دونوں اس میں آگئے۔ کیونکہ ایاز نے جب سلطان محمود (غزنوی رحمۃ اللہ علیہ) کو لے لیا تو پھر ہیرے موتی اور جواہرات کی صندوقوں کی لوٹ میں دیگر دنیادار، وزراؤں کے ساتھ اسے شریک ہونے کی اب ضرورت نہیں رہی، جب سلطان ہی کو اپنا لیا تو گویا سب کچھ مل گیا، مطلب یہ ہے کہ جسے خدا مل گیا اسے سب کچھ مل گیا۔

اس کے بعد حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر شخص کا ایک اسم مربی ہوا کرتا ہے۔ اگر اپنے مربی اسم (نام) کو اگر کافر بھی پڑھے تو اس کی استعداد کے مطابق اس کو بھی فائدہ ہوگا۔ مگر غیر مسلم کو اور قسم کا ہوگا اور جو فائدہ مومن کو ہوگا وہ اور طرح کا ہوگا۔

مگر اس مربی اسم کا معلوم کرنا یہ بڑا اہم اور مشکل مسئلہ ہے۔ یہ عاشقانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) عارف باللہ اور اصحاب بصیرت کر سکتے ہیں، اس لئے قرآن مجید میں معیت صادقین یعنی اہل اللہ اور بزرگان دین کی صحبت کو ضروری فرمایا گیا ہے۔ بلکہ مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اہل اللہ کی صحبت کو اس زمانے میں فرض عین فرمایا ہے۔

اسم اعظم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہ فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا وہ نام بتلا دیا کہ جب اس کے ساتھ دعائیں کی جائیں تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ وہ مقدس نام مجھے سکھلا دیجئے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! وہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس جواب سے میں غمگین ہوگئی، اور تھوڑی دیر ایک طرف جا بیٹھی، (جب دل نہ مانا تو) پھر میں اٹھی اور جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر (پیشانی) مبارک کو بوسہ دیا اور منت سماجت کر کے میں نے عرض کیا: کہ یا رسول اللہ! وہ مقدس نام مجھے سکھا دیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا: اے عائشہ! وہ تمہارے لئے مناسب نہیں، کیونکہ (شاید) تم اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی چیز طلب کرلو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (جب میں مایوس ہوگئی تو) پھر میں اٹھی، وضو کیا، دوگانہ ادا کر کے اس طرح دعا مانگی: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ میری اس دعا کو سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، اور فرمایا: کہ اے عائشہ! وہ (اسم اعظم) بے شک تمہاری اس دعا میں ہے۔ جس کے ساتھ تم

نے دعا مانگی ہے۔(رواہ ابن ماجہ)

اسی سلسلہ میں ایک دوسری روایت قدرے تغیر کے ساتھ اس طرح آتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ مجھے اللہ کا وہ اسم اعظم بتادیجئے جس کے ذریعہ دعا قبول ہوتی ہے، اور جو کچھ مانگا جاتا ہے وہ عطا کیا جاتا ہے، یہ سن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی، اس خاموشی پر وہ اٹھی وضو کیا اور اس طرح دعا مانگنا شروع کیا: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ وَ بِاِسْمِكَ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِهٖ اَجَبْتَ وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَیْتَ"

پس یہ دعا سن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے عائشہ!) واللہ! وہ (اسم اعظم جس کو تم دریافت کررہی تھی) انہی ناموں میں ہے۔(رواہ معجم اوسط)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کلمات مقدسہ کے ذریعہ سے جب دعا کی جاتی ہے تو قبول کی جاتی ہے، جب سوال کیا جاتا ہے تو نوازا جاتا ہے۔ اور جب مصیبت سے نجات کے لئے اسے پڑھ کر دعا کی جاتی ہے تو اسے عافیت دی جاتی ہے۔(رواہ ابن ماجہ: ۲۷۴)

اس دعا پر اللہ تعالیٰ کسی کو ناکام نہیں پھیرتے

حضرت معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ان کلمات کے ساتھ دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں مانگے گا مگر وہ عطا ہی فرمادیں گے، وہ کلمات یہ ہیں: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" (طبرانی فی کبیر اوسط)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر یوں دعا کرے: "اَللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ وَاِلٰہَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰہَ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ اَسْئَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاَنَا مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلًا وَتَنَالَنِیْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِیَ عَنِّی الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْکِنٌ" تو اللہ پر یہ حق ہے کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو ناکام (اور خالی) واپس نہ کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۴۴)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلے کچھ نیک کام ذکر، تلاوت، صدقہ، خیرات وغیرہ کرے، پھر دوگانہ کے بعد یہ دعا پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِاِسْمِکَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَأْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاَنْ تُعَافِیَنِیْ مِنَ النَّارِ"

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اسم اعظم ہے۔ اتنا پڑھنے کے بعد جو دعا مانگو گے وہ قبول کی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کوئی ایسی بھی دعا (کلمات مقدسہ) ہے جو رد نہ ہو؟ (یعنی ان کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہو جائے)۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! ہے۔ تم (شروع میں) یہ دعا پڑھا کرو: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ الْاَعْلٰی الْاَجَلِّ الْاَکْبَرِ" (مجربات دیربی: ۱۳۲)

حضرت امام زہیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمیں بہت سے علماء کرام سے یہ معلوم ہوا کہ دعا کے شروع میں یہ پڑھ لیا کریں: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

اس کی برکت سے بینائی لوٹ آئی

حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں نے پہلی مرتبہ ابن نافع کو دیکھا تو وہ نابینا تھے، پھر

کچھ دنوں کے بعد میں نے انہیں دیکھا تو وہ آنکھوں والے ہو گئے تھے، یہ حالت دیکھ کر میں نے ان سے بینائی واپس آجانے کے متعلق حال دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا اس میں مجھے یوں فرمایا گیا: کہ اے ابن نافع! اپنی بینائی کی درستگی کے لئے اس طرح دعا مانگو، چنانچہ میں نے وہ دعا پڑھی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے میری بینائی لوٹادی وہ دعا یہ ہے: "یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبُ یَا سَمِیْعَ الدُّعَاءِ یَا لَطِیْفُ لِّمَا یَشَاءُ رَدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ"

ہدایت: ہر حاجت مند اپنی حاجتوں کے مانگتے وقت مذکورہ دعا کے اخری جملہ "رَدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ" کو نہ پڑھے، بلکہ اس کی جگہ پر اپنی حاجتوں کا نام لیں، یا تصور کریں۔

مصر وعرب کے مشہور بزرگ شیخ المشائخ حضرت عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک دن شیخ ابومحمد للغاردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: آج میں تمہیں ایک ایسی امانت (دعا) دیتا ہوں جس کی خوبی یہ ہے جب تم کو کسی شئ کی حاجت وضرورت ہو یا مصائب وغیرہ میں مبتلا ہو تو اس دعا کے ساتھ استعانت کرو، یعنی اس کے وسیلہ سے دعا کیا کرو، تمہاری دعا بہت جلد اور ضرور قبول کی جائے گی۔

میں نے عرض کیا: ضرور ایسی دعا سکھا دیجئے، تو شیخ ابومحمد للغادری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اسماء مبارکہ مجھے سکھائے: "یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا وَاجِدُ یَا جَوَّادُ انْفَحْنَا مِنْكَ بِنَفْحَةِ خَیْرٍ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

شیخ عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب بھی میں نے ان اسماء مقدسہ کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے تو اس کو میں نے مقبول مجرب اور کامیاب پایا ہے، میں نے اس سے بہت نفع حاصل کیا ہے۔

اسکے پڑھنے سے اس رحمن کی شان رحیمی متوجہ ہو جاتی ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ "یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" کہنے والوں پر متعین ہے، جب کوئی مسلمان (دعا کے وقت) تین

مرتبہ "یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" کہتا ہے، تو وہ فرشتہ کہتا ہے: ارحم الراحمین تمہاری طرف متوجہ ہے، پس مانگ لو کیا مانگتے ہو، بامراد ہو جاؤ گے۔ (رواہ حاکم)

حضرت ابو ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عارف کا "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کہنا یہ امر کن کی طرح ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ امر کن کہہ کر جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، اسی طرح بندہ کے لئے بِسْمِ اللّٰہِ ہے، وہ جس کام کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰہِ کہتا ہے تو اس کی برکت سے وہ کام پورا ہو جاتا ہے۔

حاکم نے ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم "رب" ہے، اور ابن ابی الدنیا نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ بندہ جب "یا رب یا رب" کہتا ہے تب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: او میرے بندے! میں موجود ہوں، سوال کر تجھے دیا جائے گا۔ (رواہ حاکم)

آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "اسم اعظم" کے لئے دعا مانگی

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آل رسول حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا (دعا مانگی کہ) اے بارالٰہا! مجھ پر اپنا اسم اعظم منکشف فرما دیجئے۔ تو انہیں خواب میں دکھایا گیا کہ اسم اعظم یہ ہے: "هُوَ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

عارف باللہ شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابر صوفیہ فرماتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کو لفظ "اَللّٰهُمَّ" کے ساتھ (دعا میں) یاد کرتا ہے تو گویا اس نے سارے اسماء حسنیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، لہٰذا ہر مومن صادق کو لازم ہے کہ اس لفظ "اَللّٰهُمَّ" کو اپنی دعاؤں میں ضرور شامل کر لیا کریں۔

اس دعا پر فرشتے بے تاب ہو گئے

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک واقعہ ہو گذرا جو اس طرح ہے: ایک

تاجر تھے، جو ملک شام سے مدینہ طیبہ سامان تجارت لایا، لیجایا کرتے تھے، یہ بسا اوقات توکلاً علی اللہ اکیلے ہی سفر کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ شام سے مدینہ طیبہ مال لا رہے تھے، اثنائے سفر ایک گھوڑسوار ڈاکو ان کے سامنے آ گیا، اور چلا کر کہنے لگا کہ: ٹھہر جاؤ، سامان رکھ دو اور قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ، تاجر نے کہا: یہ مال تمہیں میں سپرد کئے دیتا ہوں، مجھے چھوڑ دو، اس ڈاکو نے کہا: مال تو میرا ہے ہی، میں تو تیری جان لئے بغیر نہیں چھوڑوں گا، تاجر نے بصد عجز عرض کیا: مجھے چھوڑ دو، مگر وہ نہ مانا۔ تاجر نے مجبور ہو کر کہا: اگر جان ہی لینی ہے تو تمہیں اختیار ہے، مگر مجھے دوگانہ کی مہلت دی جائے۔ اس نے کہا: اس کی تمہیں اجازت ہے، تاجر نے دوگانہ کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور مضطربانہ عالم میں کئی مرتبہ اس طرح دعا مانگنا شروع کیا:

"یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْھِكَ الَّذِیْ مَلَاءَ اَرْکَانَ عَرْشِكَ وَاَسْئَلُكَ بِقُدْرَتِكَ الَّتِیْ قَدَرْتَ بِھَا عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِكَ وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَا غَیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ"

بس اتنا پڑھنا تھا کہ اچانک ایک گھوڑے سوار ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار لئے میرے سامنے آ گیا، اور اس ڈاکو پر حملہ کر کے زمین پر دے مارا۔ پھر تاجر سے کہا: جاؤ۔ اب تم اس کی گردن دھڑ سے جدا کر دو، تاجر نے کہا: اللہ تمہیں خوش رکھیں، تم کون ہو؟ میں نے تو آج تک کسی کو قتل نہیں کیا، تم ہی اسے قتل کر دو، چنانچہ اسی نے جا کر اسے قتل کر دیا۔

پھر گھوڑے سوار میرے پاس آیا اور کہا: کہ میں تیسرے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں جب تم نے پہلی مرتبہ یہ دعا کی تو ہم نے آسمان کے دروازے پر سخت کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی، جس سے ہم نے جانا کہ کوئی حادثہ ہو رہا ہے، پھر جب دوسری مرتبہ یہ دعا کی تو آسمان کے دروازے زور سے کھل گئے، اور ان میں سے چنگاریاں اڑنے لگی، پھر جب تیسری مرتبہ یہ دعا پڑھی تو عرش اعظم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے

آ کرآواز دی کہ اس مصیبت زدہ انسان کی مدد کے لئے کون جاتا ہے؟ یہ سن کر میں نے دعا کی کہ یا اللہ! اس خدمت کے لئے مجھے موقع عنایت کیا جائے، چنانچہ میں نے آ کر اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

پھر اس فرشتے نے کہا: او اللہ کے بندے! تم خوب جان لو کہ جو کوئی بھی مصیبت کے وقت تمہارے ان کلمات کے ساتھ دعا مانگے گا خواہ کسی قسم کی کوئی پریشانی، یا ابتلا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے نجات دے گا، اس کی فریاد رسی فرمائے گا۔ اتنا کہہ کر وہ فرشتہ غائب ہو گیا، اور اس تاجر نے مدینہ منورہ آ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کر دیا، اور وہ دعا بھی سنا دی۔ یہ سن کر حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بھائی! اللہ تعالیٰ نے تم کو اسماء حسنی کی تلقین کی (علم عطا فرمایا) ہے۔ جس کے وسیلہ سے دعا مستجاب اور سوال مقبول ہوتا ہے۔

(۱)......حضرت انس رضی اللہ عنہ مذکورہ دعا کے متعلق فرماتے ہیں: جو کوئی مصیبت زدہ چار رکعت کے بعد مذکورہ دعا کے وسیلہ سے دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی۔ (حاشیہ ''الھواتف لابن ابی الدنیا: ۲۷)

(۲)......حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابۃ'' میں صفحہ ۱۷۸/ پر حضرت ابو معلق انصاری کے ترجمہ میں اسے نقل فرما کر لکھا ہے کہ ان حضرات نے مذکورہ روایت کو کتاب الوظائف لابی موسیٰ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ (کرامات اولیاء: ۱۹۶، قطب مدینہ عبداللہ یافعی یمنیؒ)

(۳)......ابن اثیر نے مذکورہ حدیث اسد الغابہ میں حضرت معلق انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں صفحہ: ۲۹۵/ پر تحریر فرمایا ہے، امام ابی الدنیا نے مذکورہ حدیث کو الھواتف ص: ۲۲/ پر اور مجابی الدعوۃ کے صفحہ: ۲۳/ پر بھی تحریر فرمایا ہے۔

(۴)......نزہۃ البساتین کے مؤلف فرماتے ہیں: اس حدیث اور واقعہ کو علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے اپنی تصانیف میں نقل فرمایا ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعا کے متعلق یوں لکھا ہے: یہ ان دعاؤں میں سے ایک ہے جن کے واسطہ سے دعا مانگنے سے آسمانی دنیا میں طوفان بپا ہو کر مظلوم و مضطر کی نصرت و اعانت کے لئے بے تابی کے ساتھ امنڈ آنے کی کیفیات پیدا ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی

رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ذکر فرمایا ہے۔ (نزہۃ البساتین: ۲۹۹/ ۱، امام ابومحمد یافعی یمنیؒ)

اس دعا کی برکت سے مطلوبہ چیز مل گئی

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ۱۱۳ھ میں پا پیادہ حج کے لئے میں گیا، مکہ معظمہ میں نماز عصر کے بعد کوہِ ابوقبیس پر چلا گیا، دیکھا تو وہاں ایک بزرگ بیٹھے ہاتھ پھیلائے دعائیں مانگ رہے ہیں، انداز دعا یہ تھا: ایک مرتبہ یَا رَبِّ! یَا رَبِّ! پورے سانس چلنے تک کہتے رہے۔ پھر یا ربّاہ! یا ربّاہ! پورے سانس ختم ہونے تک کہتے رہے، پھر اسی طرح یَا اَللّٰہُ! یَا اَللّٰہُ! پھر یَا حَیُّ! یَا قَیُّوْمُ! پھر یَا رَحْمٰنُ! پھر یَا رَحِیْمُ! پھر یَا اَرْحَمُ الرّٰاحِمِیْنَ! یہ مذکورہ سب اسماء مقدسہ سانس ختم ہونے تک پڑھتے رہے۔ پھر اخیر میں یوں دعا کی کہ: خداوندا میں بھوکا ہوں، انگور کھانے کو جی چاہ رہا ہے، اور میرے کپڑے پھٹ گئے ہیں، مجھے صرف دو کپڑے عنایت فرما دیجئے، حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی دعا ختم ہوتے ہی میں نے بے موسم تازہ انگور کا ایک خوشہ اور دو چادریں ان کے سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ دعا مانگنے والے یہ بزرگ آلِ رسول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تھے۔ اس (دعا کو سبعہ اسماء حسنیٰ بھی کہتے ہیں۔ (نزہۃ البساتین ترجمہ روضۃ الریاحین: ۲/۲۷)

خضر علیہ السلام کی جانب سے تحفہ

یہ دعا شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا جیلانی اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے اولیاء کاملین سے منقول ہے، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام نے عارف باللہ حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مسبعات عشرہ کا تحفہ پیش کیا، اور فرمایا: کہ یہ تحفہ مجھے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں: جو کوئی اسے ہمیشہ بلاناغہ صبح وشام پڑھا کرے تو دنیا وآخرت میں بڑا ثواب مقبولیت اور کامیابی حاصل کرے گا۔

بقول حضرت خضر علیہ السلام حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر ہو سکے تو زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہو، اسے پڑھ لینا چاہئے۔ چونکہ یہ دس چیزیں ہیں اور سات مرتبہ پڑھی جاتی ہیں، اس لئے اس کا نام مسبعات عشرۃ رکھا گیا۔ اس وظیفہ پر بہت سے سالکین اور بزرگانِ دین عمل کرتے رہے ہیں، نماز فجر اور عصر کے بعد اس کا پڑھنا زیادہ مجرب ہے۔ وہ تحفۂ مسبعات عشرۃ یہ ہیں:

(۱)......سورۃ فاتحہ۔

(۲)......سورۃ ناس۔

(۳)......سورۃ فلق۔

(۴)......سورۃ اخلاص۔

(۵)......سورۃ کافرون۔

(۶)......آیۃ الکرسی۔

(۷)......سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(۸)......اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(۹)...... اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ۔

(۱۰)......اَللّٰھُمَّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ۔

مذکورہ ساری دعائیں سات سات مرتبہ پڑھ لی جائیں۔

اس دعا کی برکت سے سمندر مسخر ہو گیا

امام ابو رندہ الفہری طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے منقول ہے: حضرت مطرف ابن عبد اللہ المدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ جب میں خلیفہ منصور کے دربار میں آیا تو وہ رنجیدہ بیٹھے ہوئے تھے،

مجھے دیکھ کر منصور نے کہا: اومطرف! میں اس قدر رنج وغم میں مبتلا ہوں کہ اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی دور نہیں کرسکتا۔ کیاتم میری مدد کرسکتے ہو؟

اس کے جواب میں مطرف نے عرض کیا: حضور والا! مجھ سے محمد بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن ثابت بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک واقعہ سنایا:

ایک مرتبہ بصرہ کے ایک آدمی کے کان میں مچھر گھس گیا، جس کی تکلیف کی وجہ سے سماعت ختم ہو کر نیند بھی حرام ہو چکی تھی۔ چنانچہ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں سے کسی نے یہ کہا: کہ تم صحابئ رسول علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی وہ دعا پڑھو جو انہوں نے جنگل اور سمندر کی ہولناکی کے وقت پڑھی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مع لشکر کے نجات بخشی تھی۔ بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ وہ کونسی دعا ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا، وہ فرماتے تھے: ایک مرتبہ العلاء حضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر جہاد کے لئے بحرین بھیجا، اس لشکر میں خود میں (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) بھی شریک تھا، جنگل کا راستہ طے کرتے ہوئے ہمیں سخت پیاس لگی، بسیار تلاش کے بعد بھی پانی کہیں نہ ملا، یہاں تک کہ ہمیں ہلاکت کا اندیشہ ہونے لگا، تب علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے دوگانہ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اس اسم اعظم کے واسطہ سے دعا مانگی: "یَا حَلِیْمُ، یَا عَلِیْمُ، یَا عَلِیُّ، یَا عَظِیْمُ" ہمیں پانی سے سیراب فرمادیں۔

اس کی برکت سے خلیفہ منصور بھی کامیاب ہوگیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کا بس اتنا کہنا تھا کہ اسی وقت اڑتے ہوئے پرندوں کی طرح ابر کے ٹکڑے آنے شروع ہوگئے، سب کے سروں پر چھا گئے، پھر برسنا شروع کیا، جس سے نالے بھر گئے، اس پانی سے سب نے سیراب ہو کر پیا، سواریوں کو پلایا، برتن بھر لئے اور روانہ ہوگئے، اور چلتے چلتے خلیج (سمندر) پر پہنچ گئے، مگر اس پار جانے کے لئے نہ پل تھا، نہ کشتیاں، یہاں پر بھی حضرت حضرمی رضی اللہ عنہ نے دوگانہ ادا کر کے وہی اسم اعظم پڑھ کر مدد طلب کی: کہ یا اللہ! آپ کے اس اسم مقدس کا واسطہ ہمیں سمندر پار فرمادے، دعا سے فارغ ہو کر امیر نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا:

اللہ کا نام لے کر میرے پیچھے چلو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امیر کے پیچھے ہم نے بھی گھوڑے ڈال دیئے، پانی پر اس طرح چل رہے تھے، جیسے خشکی پر، اس سمندر میں نہ ہمارے پاؤں بھیگے نہ گھوڑے اور نہ اونٹوں کے۔ اس لشکر کی تعداد چار ہزار تھی، تھوڑی دیر میں دشمنوں کو پالیا، ان میں سے کچھ قتل کر دئے، کچھ قیدی بنالئے، خیر یہ واقعہ سنا کر خلیفہ منصور سے عرض کیا: کہ اس بصری نے جس کے کان میں مچھر گھس گیا تھا اس نے بھی مذکورہ اسماء مقدسہ پڑھ کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے اسے بھی نجات دے دی۔

یہ واقعہ سنتے ہی خلیفہ منصور نے اسی وقت بعد نماز اسی اسم اعظم کے واسطہ سے دعا مانگنا شروع کی، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ خلیفہ منصور نے کہا؛ اومطرف! اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور فرمادیا۔ پھر کھانا منگوا کر اپنے ساتھ بٹھلا کر مجھے کھلایا۔

ہدایت: علاء حضرمی رضی اللہ عنہ یہ صحابی تھے، نام عبداللہ ہے۔ حضرموت کے رہنے والے تھے، اس لئے حضرمی کہلائے۔ انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا تھا۔ دور فاروقی تک زندہ رہے، پھر ۱۴ھ میں وفات پائی۔ (اصح السیر: ۳۸۶، مولانا ابوالبرکات قادری داناپوری ؒ)

ان اسماء مقدسہ کی عجیب تاثیر

عارف باللہ حضرت شیخ احمد کھٹو احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حج بیت اللہ کا ارادہ لئے ہوئے احمد آباد (گجرات، الھند) سے روانہ ہو کر بحری جہاز پر سوار ہو گیا، اثنائے سفر ایک دن وضو کرتے ہوئے اتفاقاً میرا پاؤں پھسل گیا، اور میں جہاز پر سے سیدھا سمندر میں جا گرا، سمندر میں گرتے ہی میری زبان پر بے اختیار منجانب اللہ یہ اسماء مقدسہ جاری ہو گئے: "یَاحَافِظُ، یَا حَفِیْظُ، یَارَقِیْبُ، یَاوَکِیْلُ، یَا اللہُ" ان اسماء اعظم کے زبان سے جاری ہوتے ہی اپنے پاؤں کے نیچے پتھر سا معلوم ہوا اور میں اس پر کھڑا ہو گیا۔

باوجود بحر ذخار اور موجیں مارتے ہوئے سمندر کے اس وقت وہاں صرف میری کمر تک پانی تھا،

پھر بھی میں نے اس ورد کو جاری رکھا، اس کے بعد ملاحوں کو جب میرے گر جانے کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے آلہ سے مچھلی کی طرح اوپر اٹھالیا، اور بخیر وعافیت حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوا۔

اس کی برکت سے ہمیشہ کے لئے کشادگی نصیب ہوگی

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں تنگی اور خوف شدید میں مبتلا ہوگیا، اور پریشان ہوکر بلا زادراحلہ مکہ معظمہ کے ارادہ سے خالی ہاتھ نکل کھڑا ہوا اور مسلسل تین دن تک چلتا رہا، جب چوتھا دن ہوا تو مجھے گرمی، شدت پیاس اور بھوک نے پکڑلیا، یہاں تک کہ مجھے اپنی موت کا اندیشہ ہونے لگا۔

اثنائے راہ جنگل میں کوئی درخت بھی نظر نہ آیا، جس کے سایہ میں پناہ لیتا، ایسی بے کسی کے عالم میں اپنا حال اللہ تعالیٰ کو سپرد کردیا اور بے بس ہوکر بیٹھ گیا، مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا، میں سوگیا، خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا، انہوں نے فرمایا: تم اپنا ہاتھ لاؤ، میں نے دیدیا، مصافحہ کے بعد فرمایا: کہ میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں کہ تم سلامتی کے ساتھ بیت اللہ پہنچ جاؤ گے اور پھر حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت سے بھی مشرف ہوگے۔

میں نے ان سے دریافت کیا: کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، آپ کون ہو؟ انہوں نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ خضر (علیہ السلام) ہوں، یہ سنکر میں نے درخواست کی کہ آپ میرے لئے خصوصی دعا فرمائیں تا کہ افلاس وتنگدستی اور خوف و پریشانی دور ہو جائے، تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: تین مرتبہ یہ دعا پڑھو۔

"یَا لَطِیْفًا بِخَلْقِهٖ، یَا عَلِیْمًا بِخَلْقِهٖ، یَا خَبِیْرًا بِخَلْقِهٖ، اُلْطُفْ بِیْ یَا لَطِیْفُ، یَا عَلِیْمُ یَا خَبِیْرُ"

یہ دعا میں نے اسی وقت یاد کر کے سنادی، اس کے بعد خضر علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایسا تحفہ (اسم اعظم) ہے کہ اس سے ہمیشہ کے لئے غنا ہے، جب بھی تمہیں کوئی تنگی یا پریشانی وغیرہ لاحق ہو جائے تو ایسے وقت اسے پڑھ کر دعا مانگا کرو۔ بفضلہ تعالیٰ جملہ مشکلات اور تنگی دور ہو جایا کرے گی۔

اتنا فرمانے کے بعد خواب ہی میں وہ غائب ہو گئے، اور پھر میں بیدار ہو گیا، اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تک اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے جملہ اسباب مہیا فرمادئے۔

ہر بیماری سے شفاء اور دشمنوں پر کامیابی کے لئے

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں ایسا سخت بیمار ہوگیا کہ خود مجھے اور میرے دیکھنے والوں سب کو میری زندگی سے ناامیدی اور مایوسی ہوگئی، گویا کہ میں ملک الموت کے قریب پہنچ چکا تھا، میں اسی موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ شب جمعہ آ گئی، اسی شب میں نے خواب میں دیکھا:

ایک وجیہ انتہائی حسین وخوبصورت بزرگ میرے پاس تشریف لا کر میری داہنی طرف سرہانے بیٹھ گئے، اور دوسرے آپ کے قریب، پھر ان کے پیچھے بہت سی مخلوق آئی ان کو گھر میں داخل ہوتے ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ سب پرندوں کی شکل میں گھر میں داخل ہوئے، اور بیٹھنے کے بعد دیکھا تو وہ سب آدمیوں کی شکل بن گئے، وہ سب جوق در جوق داخل ہوتے رہیں اور میں ان سب کو دیکھتا رہا، جب سب داخل ہو چکے تو اس بزرگ صفت انسان نے جو میرے سرہانے تشریف فرما تھے فرمایا: کہ میں اس شہر میں تین آدمیوں کی عیادت کے لئے آیا ہوں، ان میں سے ایک تو یہی (میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) شخص ہے، دوسرے صالح خلقانی، اور تیسری ایک عورت ہے، اتنا فرمانے کے بعد انہوں نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھی:

"بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّیْ، حَسْبِیَ اللّٰهُ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اِعْتَصَمْتُ عَلَى اللّٰهِ، فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَى اللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

اتنا پڑھنے کے بعد مجھ سے فرمایا: ان کلمات کو زیادہ پڑھتے رہا کرو، اس میں ہر بیماری سے شفاء ہے، ہر تکلیف سے نجات ہے اور ہر دشمن پر کامیابی ہے، پہلے پہل اس دعا کو حاملان عرش (بڑے مقرب فرشتوں) نے پڑھا تھا، اور قیامت تک وہ یہ دعا پڑھتے رہیں گے، ایک شخص جو آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے یہ فضیلت سن کر دریافت فرمایا: کہ

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر کوئی شخص اس دعا کو اپنے دشمن سے مقابلہ کے وقت پڑھے؟ تو حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:: واہ! واہ! اس وقت اس دعا کے پڑھنے والوں

کو فتح ونصرت ہوگی۔اس سوال کرنے والے کے متعلق میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں؟ تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ نہیں یہ تو میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے بائیں طرف اشارہ کرکے فرمایا: کہ یہ سب شہداء ہیں اور پیچھے کی جانب اشارہ کرکے فرمایا: کہ یہ سب صالحین ہیں،اتنا فرمانے کے بعد حضرت رسول کریم ﷺ سب کے ساتھ تشریف لے گئے۔

اتنا دیکھنے کے بعد جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اس وقت حضرت رسول کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے میری ساری لاعلاج بیماریاں دور ہوچکی تھیں،اور پہلے سے بھی زیادہ صحت یاب ہو چکا تھا۔

(برکات دعا)

بَابُ ثواب التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر

(تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر کے ثواب کا بیان)

رقمِ الحدیث: ۲۱۸۶ر تا ۲۲۱۴ر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بَابُ ثواب التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر

(تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر کے ثواب کا بیان)

الفصل الاول

سب سے بہتر کلام

{۲۱۸۶} وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْکَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا یَضُرُّکَ بِاَیِّہِنَّ بَدَاتَ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۲۰۷، کتاب الادب، باب کراھیة التسمیة بالاسماء القبیحة، حدیث نمبر: ۲۱۳۷۔

حل لغات: لا یضرک: ضر (ن) ضرا، نقصان دینا، بدأ (ن) بدأ شروع کرنا۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بہترین کلام چار ہیں، (۱) سبحان اللہ [اللہ کی ذات پاک ہے۔] (۲) والحمد للہ [اللہ ہی کیلئے تعریف ہے۔] (۳) لا الہ الا اللہ [اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔] (۴) اللہ اکبر، [اللہ سب سے بڑا ہے۔] اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام چار ہیں، (۱) سبحان اللہ (۲) والحمد للہ (۳) ولا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر، ان میں سے جس کلمے سے شروع کرے تیرے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔''

تشریح: یہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہیں، کیونکہ یہ چار کلمات ایسے ہیں کہ اس میں تمام اسمائے حسنیٰ اور تمام مطالب الٰہیہ داخل ہیں۔ قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمات کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم اور ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔

أفضل الکلام أربع: کلام سے مراد کلام بشر ہے، اس لئے کہ ان چار کلاموں میں آخری والا حصہ کلام اللہ کے علاوہ ہے، نیز بعض روایتوں سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ ''أي أفضل كلام البشر لأن الرابعة لم توجد في القرآن ... وتبعه ابن حجر لأنه عليه الصلوة والسلام قال أفضل الذكر بعد كتاب الله سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر۔'' (مرقاۃ: ۵/۱۰۵)

اس موقعہ پر یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ یہ چار کلمے اگرچہ افضل ہیں، لیکن احادیث سے جو ذکر کسی حال یا کسی وقت میں ثابت ہے اس حالت یا اس وقت میں اس ذکر میں مشغول ہونا تسبیح وغیرہ سے افضل ہے۔ (طیبی: ۵/۷۵)

لا یضرک بأیهن بدأت: یعنی یہ چار کلمات ہیں ان کلمات کو پڑھتے اور کہتے وقت مذکورہ ترتیب ضروری نہیں ہے، کوئی پہلے ''سبحان اللہ'' کہے اور چاہے کوئی ''الحمد للہ'' کہے یا ''لا الہ الا اللہ'' یا ''اللہ اکبر'' کہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تاہم طیبیؒ نے فرمایا ہے: کہ ان چاروں کلمات کو مذکورہ ترتیب کے ساتھ پڑھنا اولیٰ ہے اور بغیر ترتیب کے پڑھنا جائز ہے۔ (طیبی: ۵/۷۶)

چار کلمات کی فضیلت

{۲۱۸۷} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۵، کتاب الزکر، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء، حدیث نمبر: ۲۶۹۵۔

حل لغات: طلعت: طلع (ن، ف) طلوعا، نکلنا۔ الشمس: سورج، جمع شموس۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرا سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا اس چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

تشریح: سبحان اللہ: اس جملے سے پہلے أسبح فعل محذوف ہے، جس کی وجہ سے منسوب ہے۔

أحب إلی مما طلعت علیه الشمس: اس جملے کا ایک حقیقی معنی مراد لیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ حقیقت میں دنیا کے اندر جتنی چیزیں ہیں ان تمام چیزوں سے بہتر یہ چار کلمات ہیں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان چار کلمات کے ورد سے جو ثواب ملتا ہے وہ دنیا ومافیہا سے بہتر و افضل ہے۔ ”أی من الدنیا وما فیها من الأموال وغیرها کذا قیل قال ابن حجر فأحب لیس علی حقیقة والمعنی أنها أحب التی باعتبار ثوابها الکثیر الباقی من الدنیا بأسرارها لزوالها وفنائها۔ (مرقاۃ: ۵/ ۴۷)

دو کلمات کی برکت

{۲۱۸۸} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِیْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَ اِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ ﴿مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۹۴۸/۲، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح، حدیث نمبر: ۶۱۵۸۔

مسلم شریف: ۳۴۴/۲، کتاب الذکر، باب فضل التہلیل والتسبیح الخ، حدیث نمبر: ۳۶۹۱۔

حل لغات: حطت: حط (ن) حطا، گھٹانا کم کرنا، زبد: جھاگ، جمع ازباد،

ترجمہ: اوران ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے ”سبحان اللہ وبحمدہ“ ایک دن میں سو مرتبہ پڑھا تو اس کے گناہ مٹادیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دن کے کسی حصہ میں بھی پڑھے، اور سمندر کے جھاگ چونکہ بے حساب ہوتے ہیں، اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گناہ کتنے بھی زیادہ ہوں خواہ کتنے ہی بے شمار ہوں سب معاف کردئے جاتے ہیں۔

سب سے بہتر عمل

{۲۱۸۹} **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَ حِيْنَ يُمْسِيْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَاْتِ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَفْضَلِ مِمَّا جَاءَ بِهَا اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ عَلَيْهِ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۹۴۷/۲، کتاب الدعوات، باب فضل التہلیل بلفظ آخر۔ حدیث نمبر: ۶۴۰۵۔

مسلم شریف: ۳۴۴/۲، کتاب الذکر، باب فضل التہلیل والتسبیح والدعائ، حدیث نمبر: ۲۶۹۲۔

حل لغات: یصبح: صبح (ف) صباحا، صبح کے وقت آنا، أصبح (افعال) صبح میں داخل ہونا۔

ترجمہ: اوران ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے صبح کے وقت اور شام کے وقت، سبحان اللہ و بحمدہ، سومرتبہ پڑھا تو قیامت کے دن کوئی شخص اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا، الا یہ کہ کوئی شخص اتنی ہی تعداد میں یا اس سے زیادہ ان ہی کلمات کو پڑھے۔''

تشریح: من قال حین یصبح و حین یمسی الخ: یعنی جس شخص نے بھی صبح وشام ان کلمات کے ورد کا اہتمام کیا، تو قیامت کے دن اس کا یہ عمل سب سے عمدہ عمل شمار کیا جائے گا، اوراس سے عمدہ عمل کسی اور کا نہ ہوگا الا یہ کہ کسی نے ان کلمات کو اس سے زیادہ مقدار میں پڑھا ہو۔

دو کلمے میزان میں بڑے بھاری ہیں

{۲۱۹۰} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۹۸۸/۲، کتاب الایمان والنذور، باب اذا قال واللہ لا اتکلم الخ، حدیث نمبر: ۶۴۲۶۔

مسلم شریف: ۳۴۴/۲، کتاب الذکر، باب فضل التھلیل الخ، حدیث نمبر: ۲۶۹۴۔

حل لغات: خفیفتان: خفیف، کا تثنیہ ہے بمعنی ہلکا، جمع خفاف، اللسان: زبان، جمع السنۃ، ثقیلتان: بھاری، ثقیل، ثقل (ک) ثقلا، بھاری ہونا، المیزان: ترازو جمع، موازین۔

ترجمہ: اوران ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دو کلمے زبان پر ہلکے، میزان میں بھاری اور رحمٰن کے نزدیک پسندیدہ ہیں، (وہ کلمات یہ ہیں) سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

تشریح: کلمتان: اس سے مراد دو مفید جملے ہیں۔

خفیفتان علی اللسان: یعنی یہ کلمات زبان پر سہولت سے جاری ہوجاتے ہیں۔

ثقیلتان فی المیزان: مراد یہ ہے کہ ان دونوں کلمات کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ایسا نہیں کہ ان کے ہلکا ہونے کی وجہ سے ان کا وزن بھی ہلکا ہو، بلکہ ان کا وزن بہت بھاری ہے۔

حبیبتان الی الرحمن: دونوں کلمے رحمٰن کو بہت پسند اور بہت محبوب ہیں، اورمحبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو شامل ہیں،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات دوقسم کی ہیں:

(۱)......سلبیہ۔ (۲)......ثبوتیہ۔

یہ دونوں کلمے تمام صفات سلبیہ اور ثبوتیہ کو شامل ہیں۔

سلبیہ: یعنی وہ صفات جو اس کی شایان شان نہیں، ان کی نفی کرنا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات سے پاک اور منزہ ہے۔

ثبوتیہ: وہ تمام صفات جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔

"سُبْحَانَ اللّٰہِ" میں تمام صفات سلبیہ سے پاکی بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔

اور "بِحَمْدِہٖ" میں تمام صفات ثبوتیہ کو ثابت کیا جاتا ہے۔

پس یہ دونوں کلمے حق تعالیٰ شانہ کی تمام صفات سلبیہ اور ثبوتیہ کو جامع ہوئے اور مطلب اس کا یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ومنزہ ہے،اور ہر قسم کے محاسن وکمالات اس کے لئے ثابت ہیں،اور ہر قسم کے محاسن وکمالات اس کے اپنے ذاتی ہیں۔(مرقاۃ:۸/۴۸ /۳)

سومرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہنے کا ثواب

{۲۱۹۱} وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ كَيْفَ يَكْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ اَلْفُ حَسَنَةٍ اَوْ يُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ خَطِيْئَةٍ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ كِتَابِهِ فِيْ جَمِيْعِ الرِّوَايَاتِ عَنْ مُوْسَى الْجُهَنِيِّ اَوْ يُحَطُّ قَالَ اَبُوْبَكْرِ الْبَرْقَانِيُّ وَ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَاَبُوْ عَوَانَةَ وَيَحْيٰى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ عَنْ مُوْسٰى فَقَالُوْا وَيُحَطُّ بِغَيْرِ اَلِفٍ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيْ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۵، کتاب الذکر، باب فضل التهليل والتسبيح الخ، حدیث نمبر: ۲۶۹۸۔

حل لغات: **یعجز: عجز (ض،س) عجزا**، عاجز ہونا، **یکسب (ض) کسبا** کمانا، **یحط: حط (ن)** خطا مٹانا۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکی کمائے تو ہم نشینوں میں سے کسی سوال کرنے والے نے دریافت کیا: ہم میں سے کوئی ہزار نیکی (روزانہ) کیسے کما سکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سو مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہے گا، اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیگی۔ یا اس کے ایک ہزار گناہ مٹا دئے جائیں گے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے، مسلم میں موسیٰ جہنی کی تمام روایتوں میں ''او یحط'' کا لفظ ہے، ابو بکر برقانی نے کہا: کہ اس کو روایت کیا شعبہ نے اور یحییٰ قطان نے موسیٰ جہنی سے، انہوں نے ''ویحط'' کا لفظ الف کے بغیر کہا، اسی طرح حمیدی کی کتاب میں ہے۔

تشریح: قال یسبح مائة تسبيحة الخ: مراد یہ ہے کہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے کا ثواب ایک ہزار مرتبہ کہنے کے برابر ہے، اس لئے کہ ہر نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا ملتا ہے، جیسا کہ قرآن

کریم کا اعلان ہے: "لأن الحسنة الواحدة بعشر امثالها وهو أقل المضاعفة الموعودة فی القرآن بقوله "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" [جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ہے، اور جو شخص کوئی بدی لے کر آئے گا تو اس کو صرف اسی ایک بدی کی سزا دی جائے گی۔] (آسان ترجمہ) "وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ" [اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔] (آسان ترجمہ) (مرقاۃ: ۵/۴۸)

تسبیح وتحمید کی شان

{۲۱۹۲} وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰهُ لِمَلٰٓئِکَتِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۵۱، کتاب الذکر، باب فضل سبحان اللہ الخ، حدیث نمبر: ۲۷۳۱۔

حل لغات: اصطفی: صفا (ن) صفوا، صاف ہونا، اصطفا (افتعال) حق لینا، لملائکته: جمع ملک کی، بمعنی فرشتہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بہترین کلام کون سا ہے؟ تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس کو اللہ نے فرشتوں کے لئے چنا ہے، یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

تشریح: أی الکلام أفضل: یعنی تمام اذکار واوراد میں سب سے بہترین کلام کیا ہے؟

قال ما اصطفی اللّٰه لملائکته الخ: یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ چار کلمات سب سے افضل ہیں، ان میں دو یہ کلمات بھی ہیں، اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے قول "وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" [حالانکہ ہم آپ کی تسبیح اور حمد وتقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔]

(آسان ترجمہ) کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر میں ان کلمات کو اپنے فرشتوں کے لئے چن لیا ہے، اوران کلمات کی انتہائی فضیلت وعظمت کی وجہ سے انہیں حکم فرمایا ہے کہ وہ ان کو ہمیشہ پڑھتے رہا کریں۔ جس سے ان کلمات کی فضیلت وعظمت ظاہر ہے۔

ذکر میں کیفیت کا اعتبار ہے

{۲۱۹۳} **وَعَنْ** جُوَيْرِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدَهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضَاءَ نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۵۰، کتاب الذکر والدعائ، باب التسبیح اول النہار الخ، حدیث نمبر: ۲۷۳۶۔

حل لغات: خرج: (ن) خروجا، نکلنا، بکرۃ: بکر (ن) بکورا، صبح کے وقت آنا، اضحیٰ (افعال) چاشت کے وقت میں داخل ہونا، الحال، حالت، جمع احوال، فارقتک: فارق (مفاعلت) جدا ہونا۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''صبح سویرے فجر کے وقت ان کے پاس سے باہر تشریف لے گئے اور وہ اپنے مصلے پر بیٹھی رہیں، پھر آپ چاشت کے وقت واپس تشریف لائے، اور وہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں، آپ نے فرمایا: کیا میں جس حال پر تجھ سے جدا ہوا تھا تو اسی حالت پر اب تک بیٹھی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا جی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے تجھ سے جدا

ہونے کے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں، اگر ان کو تیرے اب تک کہے ہوئے کلمات کے مقابلے میں وزن کیا جائے تو ان کا وزن بڑھ جائیگا، وہ کلمات یہ ہیں "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضَاءَ نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ" [میں اللہ کی پاکی اور اس کی تعریف بیان کرتا ہوں، اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اس کی مرضی کے مطابق اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے قلموں کی روشنائی کے برابر۔] (مسلم شریف)

تشریح: عن جويرية: جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ ام المومنین ہیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک ہیں۔

وهي في مسجدها: یعنی حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہاں عام طور پر وہ اپنے گھر میں نماز پڑھا کرتی تھیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اسی جگہ چاشت تک بیٹھی ہوئی تسبیحات اور ذکر وغیرہ میں مشغول رہیں۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم لقد قلت بعدك الخ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کثرت ذکر کو دیکھ کر فرمایا: کہ میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد چند کلمات کہے ہیں، ان کا ثواب تمہارے اس ذکر سے بڑھا ہوا ہے۔

پھر ان کلمات کو بیان فرمایا: کہ وہ کلمات یہ ہیں۔

ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا ہی تدبر اور غور وفکر زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا۔ پس اس حدیث شریف سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ذکر میں کیفیت کا اعتبار ہے کمیت اور مقدار کا اعتبار نہیں، یعنی وہ تسبیحات وغیرہ جن کے مضامین اعلیٰ اور بہت خوب ہوں اور جنہیں حضور قلب اور اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے اگرچہ مقدار میں کم ہوں مگر ان تسبیحات سے افضل ہیں۔ جن کی یہ شان نہ ہو اور جنہیں پڑھنے وقت حضور قلب اور

اخلاص کی دولت میسر نہ ہو، اگر چہ وہ مقدار میں کتنی ہی زیادہ ہوں۔ باقی اس کا یہ مطلب نہیں کہ مقدار وتعداد اعتبار نہیں، اس لئے کہ دوسری احادیث مبارکہ میں تعداد ومقدار کو ہی بیان کیا گیا ہے، حدیث پاک کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔ (مظاہر حق: ۱۵۱/ ۳)

فائدہ: حدیث پاک سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے کثرت ریاضت ومجاہدہ کا بھی علم ہوا۔

شیطان سے حفاظت کا طریقہ

{۲۱۹۴} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ کَانَتْ لَهٗ عِدْلُ عَشَرِ رِقَابٍ وَکُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِیَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَیِّئَةٍ وَکَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَهٗ ذَالِکَ حَتّٰی یُمْسِیَ وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَکْثَرَ مِنْهُ۔ ﴿متفق علیه﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/ ۹۴۷، کتاب الدعوات، باب فضل التهلیل، حدیث نمبر: ۶۱۵۶۔ مسلم شریف: ۲/ ۳۴۴، کتاب الذکر والدعا، باب فضل التهلیل الخ، حدیث نمبر: ۲۶۹۱۔

حل لغات: یوم: دن جمع، ایام، عدل، برابر، جمع عدول، رقاب: جمع رقبة، بمعنی مملوک غلام، حسنة: نیکی، جمع، حسنات، محیت: محا (ن) محوا، مٹانا، حرز: حرزا (ن) حرزا، محفوظ کرنا، یاتی: اتی (ض) اتیانا، آنا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' [نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہی بادشاہ ہے، تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔] ایک دن میں سو مرتبہ پڑھا تو اس کو دس غلام آزاد

کرنے کا ثواب ملے گا، اس کے لئے سو نیکی لکھی جائیگی، اس کی سو برائیاں مٹادی جائیں گی، اس دن اس کی شام تک شیطان سے حفاظت ہوگی، اور کوئی شخص اس عمل سے اچھا عمل نہیں کرسکتا، الا یہ کہ دوسرا شخص اس سے زیادہ پڑھ لے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان کلمات کو دن میں سو مرتبہ پڑھے، اس کو چار فوائد حاصل ہونگے:

(۱)...... دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

(۲)...... اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔

(۳)...... اس کے نامہ اعمال سے سو برائیاں مٹادی جائیں گی، یعنی اس کی سو برائیاں معاف کردی جائیں گی۔

(۴)...... شام تک شیطان سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔

اگر شام میں ان کلمات کو پڑھے تو صبح تک یعنی پوری رات شیطان سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔ "وظاهر التقابل انه إذا قال فى الليل كانت له حرزا منه ليلة ذلك حتى يصبح فيحتمل أن يكون اختصارا من الراوى أو ترك لو ضوح المقابلة وتخصيص النهار لأنه أحوج فيه إلى الحفظ۔" (مرقاۃ:۵/۵۰)

جنت کا خزانہ

{۲۱۹۵} **وَعَنْ** اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُوْنَ بِالتَّكْبِيْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَالَّذِیْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ

رَاحِلَتِهٖ قَالَ اَبُوْمُوْسٰی وَ اَنَا خَلْفَهٗ اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فِیْ نَفْسِیْ فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَیْسٍ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۹۴۴، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذاعلاعقبۃ، حدیث نمبر: ۶۱۳۷۔

مسلم شریف: ۲/۳۴۶، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر الخ، حدیث نمبر: ۲۷۰۴۔

حل لغات: سفر: سفر، جمع اسفار، یجھرون: جھر (ن) جھرا، آواز بلند کرنا، اربعو: ربع (ف) ربعا علیہ مہربانی کرنا، اصم: بہرا، صم (س) صما، بہرا ہونا، سمیع: سننے والا، سمع (س) سمعا، سننا، بصیر: دیکھنے والا، بصر (ک) بصرا، دیکھنا، عنق: گردن، جمع اعناق، راحلۃ: رحل، (ف) رحلا، منتقل ہونا، حول، حال (ن) حولا: ارادہ سے باز رکھنا، کنز: خزانہ، جمع کنوز۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگوں نے زور سے تکبیر کہنی شروع کردی، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اپنے آپ پر رحم کرو اس لئے کہ تم لوگ بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم لوگ سننے والے، دیکھنے اور اپنے ساتھ رہنے والے کو پکار رہے ہو، اور تم لوگ جس ذات کو پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میں آپ کے پیچھے تھا اور ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' آہستہ آہستہ پڑھ رہا تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبد اللہ بن قیس! کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتادوں، تو میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتادیجئے! آپ نے فرمایا: ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ''

تشریح: فجعل الناس یجھرون بالتکبیر: مراد یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نعرۂ تکبیر لگایا اور صاحب مرقاۃ نے اس کو راجح قرار دیا ہے۔ ''لعلہ کان سفر غزو

فیناسبہ تخصیص التکبیر" (مرقاۃ:۵۰/۵)

لیکن حدیث شریف کے الفاظ اور حالت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نعرۂ تکبیر نہ تھا بلکہ عام ذکر تھا، اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آہستہ ذکر کرنے کی تعلیم فرمائی ورنہ نعرۂ تکبیر زور سے لگتا ہی ہے۔ یا بلند جگہ پر چڑھتے ہوئے جو تکبیر کہنی سنت ہے اسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چلّا کر کہنا شروع کر دیا۔

انکم لاتدعون اصم ولا غائبا: اصم کے بعد غائب کا تذکرہ برائے تاکید ہے۔

انکم تدعون سمیعا بصیرا الخ: یعنی تم لوگ تو ایسی ذات عالی کو یاد کر رہے ہو جو سننے والی اور دیکھنے والی ہے، یہیں تک بس نہیں، بلکہ وہ ذات تو تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔

والذی تدعونہ أقرب الی أحدکم الخ: مراد یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ انسان سے بہت ہی زیادہ قریب ہے۔ اس حدیث شریف سے جہر بالتکبیر کی نفی ہو رہی ہے۔ لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ اگر زور سے پڑھنے کی صورت میں وساوس ختم ہوں تو جہر اولیٰ ہے۔ اور حدیث پاک میں جس جہر کی نفی ہے وہ جہر مفرط کی نفی ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں بعد والے الفاظ سے پتہ چل رہا ہے۔

قال أبو موسی وأنا خلفہ الخ: یعنی راویٔ حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں ان کے پیچھے پیچھے تھا اور آہستہ آہستہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" پڑھ رہا تھا، چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرب کے باوجود یہ بھی زور زور سے ذکر کرنے لگے یہ ایک طرح سے بے ادبی تھی، اس لئے انہوں نے آہستہ آہستہ ذکر شروع کر دیا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین چونکہ دور تھے، اس لئے ان حضرات نے زور سے ذکر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی خلل محسوس نہیں کیا۔

فقال یا عبد اللہ بن قیس: یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ہے۔

الا ادلک علی کنز من کنوز الجنۃ الخ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' تو پڑھ ہی رہے تھے، جس کا علم حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کشف سے ہوگیا اوران کو یہ بتادیا کہ جو چیز تم پڑھ رہے ہو وہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔کہ اسے پڑھنے والے کو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے، اور وہ اس کی برکتوں سے اسی طرح مالا مال ہوتا ہے جس طرح دنیاوی خزانہ سے بلکہ اس نعمت کے آگے دنیا کے بڑے سے بڑے خزانہ کی بھی کوئی وقعت نہیں۔

اور جنت کے خزانہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمات جنت کے خزانوں کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ یا یہی کلمات جنت میں خزانوں کی شکل اختیار کرلیں گے۔

﴿الفصل الثانی﴾

تسبیح وتحمید کا ثمرہ

{۲۱۹۶} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ غُرِسَتْ لَہٗ نَخْلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾

حوالہ: ترمذشریف: ۲/۱۸۴، ابواب الدعوات، باب: ۲۲، حدیث نمبر: ۳۴۶۴۔

حل لغات: غرست: غرس (ض) غرسا، درخت کا پودا لگانا، نخلۃ: کھجور کا درخت، جمع نخل۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص نے ’’سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ‘‘ کہا اس کے لئے جنت میں کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔

تشریح: کھجور کے درخت کو اس لئے مخصوص کیا گیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ کھجور کے درخت سے بہت زیادہ منفعت حاصل ہوتی ہے، بلکہ اس کا پھل بھی بہت اچھا اور عمدہ ہوتا ہے۔ عوام وخواص سب اس کو پسند کرتے ہیں۔

تسبیح بیان کرنے کی تاکید

{۲۱۹۷} وَعَنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَبَاحٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلَّا مُنَادٍ یُنَادِیْ سَبِّحُوْا الْمَلِکَ الْقُدُّوْسَ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۹۷، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذہ فی دبر کل صلوۃ۔ حدیث نمبر: ۳۵۶۹۔

حل لغات: اصبح: (افعال) صبح کے وقت میں داخل ہونا، العباد: جمع، عبد، کی بمعنی بندہ، القدوس: قدس (تفعیل) پاکی بیان کرنا۔

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ ہر صبح کو ایک آواز لگانے والا آواز لگاتا ہے کہ: بزرگ و برتر بادشاہ کی پاکی بیان کرو۔''

تشریح: مامن صباح الخ: مراد یہ ہے کہ روزانہ صبح کو ایک فرشتہ یہ آواز لگاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔

یا یہ کہ بندے ''سبحان الملک القدوس'' کہیں۔

یا اس طرح کہیں: ''سبوح القدوس رب الملٰئکۃ والروح الخ'' یا مراد یہ ہے کہ روزانہ صبح کے وقت ایک فرشتہ آگاہ کرتا ہے کہ وہ اس بات کا یقین و اعتقاد رکھیں کہ ان کا رب تمام عیوب اور تمام نقائص سے پاک ہے۔

اشکال مع جواب

سبحوا: یہ امر ہے کہ جو انشاء کے لئے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی انشاء اس امر سے ہوئی حالانکہ پہلے سے وہ منزہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ''سبحوا'' سے مراد ''اعتقدوا'' ہے۔

بہترین ذکر ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ''

{۲۱۹۸} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ ﴿رواہ الترمذی و ابن ماجہ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۷۶/۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، حدیث نمبر: ۳۳۸۳۔ ابن ماجہ: ۲۶۹، کتاب الادب، باب فضل الحامدین، حدیث نمبر: ۳۸۰۰۔

حل لغات: الذکر: ذکر، (ن) ذکراً، دل دل میں یاد کرنا، الدعاء: طلب کرنا، جمع دعوات۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بہترین ذکر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" ہے اور سب سے اچھی دعا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" ہے۔

تشریح: اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ: یہ کلمہ افضل ترین ذکر اس لئے ہے کہ اس کے بغیر ایمان ہی صحیح نہیں۔ نیز اس سے توحید کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے، اور اس جملہ میں شان یکتائی کا بیان ہے، اور یہ اس کا ظاہری پہلو ہے اور اس کا مخفی پہلو یہ ہے کہ یہ جملہ شرک جلی وخفی کو دفع کرتا ہے، اور ان حجابات کو دور کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں حائل ہوتے ہیں۔

اور الحمد للہ کو دعا اس لئے فرمایا گیا کہ کریم سخی کی تعریف بہترین سوال شمار ہوتا ہے۔ اور اس کو افضل اس لئے کہا گیا کہ منعم حقیقی یعنی خدا کی حمد شکر کے معنی میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شکر نعمت و برکت میں زیادتی کا سبب ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ الخ" [اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دونگا۔] (آسان ترجمہ) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ اس حدیث پاک کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ" کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے، نیز سارے دین کا مدار ہی کلمۂ توحید پر ہے، تو پھر اس کے افضل ہونے میں کیا تردد ہے۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کو افضل دعاء اس لحاظ سے فرمایا ہے: کہ کریم کی ثنا کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس، امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جو شخص "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" پڑھے، اس کے بعد اس کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بھی کہنا چاہئے، اس لئے کہ قرآن پاک میں

"فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" کے بعد "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" وارد ہے۔ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمۂ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے، اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے: اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے، ایمان کی جڑ ہے، اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی۔ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے، بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے؛ چنانچہ صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی **اللہ اللہ** کہنے والا روئے زمین پر ہو، قیامت نہیں ہوگی۔(فضائل ذکر)

شکر کی حقیقت

{۲۱۹۹} وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَأْسُ الشُّكْرِ مَاشَكَرَ اللّٰهَ عَبْدٌ لَا يَحْمَدُهٗ۔

حوالہ: بیهقی فی شعب الایمان: ۴/ ۹۷، باب فی تعدید نعم الله الخ، حدیث نمبر: ۴۳۹۵۔

حل لغات: رأس: سر، جمع رؤوس، الشکر: شکر (ن) شکراً کسی کی بھلائی کے بدلے تعریف کرنا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَلْحَمْدُ" ہی اصل شکر ہے، اس بندے نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا جس

نے اللہ کی حمد نہیں کی۔

تشریح: الحمد رأس الشکر الخ: حمد اس تعریف کو کہا جاتا ہے جو بلا عوض ہو اور شکر اس تعریف کو کہا جاتا ہے جو نعمت کے عوض میں ہو، اور آدمی چونکہ نعمت کے عوض میں تعریف تو کرتا ہی ہے، جسے شکر کہتے ہیں، اصل تو ہے بغیر نعمت کے بدلے میں تعریف کرنا، جسے حمد کہتے ہیں، اس لئے اس حدیث شریف میں اسی تعریف کا خلاصہ ہے جو بلا کسی عوض کے ہو۔

اس حدیث پاک کے اندر شکر کی نفی سے حمد کی نفی کر دی، حالانکہ شکر عام ہے، مورد کے اعتبار سے اور خاص ہے متعلق کے اعتبار سے، اور حمد عام ہے، متعلق کے اعتبار سے اور خاص ہے مورد کے اعتبار سے اور یہاں ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی، اس لئے کہ یہاں شکر سے شکر کامل مراد ہے، جو صرف زبانی ہوتا ہے، لہٰذا اب شکر یہی مورد کے اعتبار سے ناقص ہو گیا، اور اب ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی نہیں ہوگی۔

خوشی اور غمی میں اللہ کی تعریف کرنا

{۲۲۰۰} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ يُّدْعٰى اِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ۔ ﴿رواهما البيهقي في شعب الايمان﴾

حوالہ: بیهقی فی شعب الایمان: ۴/۱۱۶، باب فی تعدید نعم اللہ الخ، حدیث نمبر: ۴۴۸۳۔

حل لغات: الجنة: باغ جمع، جنات، السراء: خوش حالی، سر (ن) سروراً، خوشی کرنا، الضرا: سختی، ضر (ف) ضر انقصان کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن وہ لوگ سب سے پہلے جنت کی طرف بلائے جائیں گے،

جوخوشی اور سختی میں اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کرتے ہیں۔"

تشریح: حالات چونکہ بدلتے رہتے ہیں، اس لئے آدمی کو ہر حال میں خواہ خوشی ہو یا غم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے رہنا چاہئے۔

أول من يدعى: مراد یہ ہے کہ جن لوگوں کو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کے لئے بلایا جائے گا وہ یہ لوگ ہونگے۔

الذين يحمدون الله في السراء والضراء: یعنی صحت ومرض، کشادگی وتنگی اور فقر وغنا ہر حال میں آدمی کو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا رضا بالقضا کی دلیل ہے اور رضا بالقضا کا مقام بہت اونچا ہے، اسی لئے ان حضرات کو سب سے اول جنت میں داخل کیا جائے گا۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی عظمت

{۲۲۰۱} **وَعَنْ** اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِهٖ اَوْ اَدْعُوْکَ بِهٖ فَقَالَ یَامُوْسٰی قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ یَارَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ هٰذَا اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِهٖ قَالَ یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَیْرِیْ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِیْ کِفَّةٍ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِیْ کِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

﴿رواہ فی شرح السنہ﴾

حوالہ: فی شرح السنہ: ۳/۳۲۰، کتاب الدعوات، باب ثواب التهلیل، حدیث نمبر: ۱۲۷۳۔

حل لغات: تخصنی: خص (ن) خصا، خاص کرنا، ارید: اراد (افعال) چاہنا، ارادہ کرنا، عامر: مکین، جمع عمار، عمر (ن) عمراً آباد کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ’’کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا: اے میرے رب مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیجئے جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں یا میں اس کے واسطے سے دعاء کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، پڑھا کرو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب یہ تو آپ کے تمام بندے کہتے ہیں میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جو میرے لئے خاص ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میرے علاوہ ساتوں آسمان اور اس کے مکین اور ساتوں زمین کو ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو دوسرے پلڑے میں تو یہ پلڑا بھاری پڑ جائیگا۔

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک مخصوص ذکر کی درخواست کی تاکہ مخصوص انداز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، یا اس کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کا اور زیادہ قرب حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: کہ ’’لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘ کا ورد کیا کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: کہ اے میرے رب یہ تو آپ کے تمام بندے کہتے ہیں، میں تو آپ سے کوئی خاص چیز مانگ رہا ہوں۔

قال موسی لو ان السمٰوات السبع الخ: مراد یہ ہے کہ جب ’’لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘ کی حقیقت بتلا دی گئی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش ہو گئے۔

اشکال مع جواب

اشکال: اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو کوئی ایسا ذکر یا ایسی کوئی دعا طلب کی تھی جو ان ہی کے لئے مخصوص ہو اور وہ اس کے ذریعہ دوسروں پر فائق ہوں، ان سے فرمایا گیا کہ ’’لا الہ الا اللہ‘‘ پڑھا کرو، اور یہ کلمہ عام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کچھ اور تھا، اور بارگاہ الوہیت سے جواب کچھ اور دیا گیا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ’’لا الہ الا اللہ‘‘ پڑھنے کی تعلیم دیکر گویا اس طرف

اشارہ فرمادیا کہ تم نے ایک محال چیز کی طلب کی ہے، کیونکہ ایسی کوئی دعا اور ایسا کوئی ذکر نہیں ہے جو اس کلمہ سے افضل ہو۔(التعلیق: ۸۸ / ۳، طیبی: ۸۷ / ۵)

پس جو شخص جس قدر اس کلمہ کا ورد کریگا اسی قدر اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے، اتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے، ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی، ہوا، کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے، جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جس قدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائے گا اتنا ہی ہلکا ہوگا، اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے، اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے، اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔(فضائل ذکر)

ذاکرین کی تصدیق کی جاتی ہے

{۲۲۰۲} **وَعَنْ** اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَکْبَرُ وَ اِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ یَقُوْلُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْکَ لِیْ وَ اِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِیَ الْمُلْکُ وَ لِیَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ وَ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۸۱، ابواب الدعوات، باب ماجاء مایقول العبد اذا مرض، حدیث نمبر: ۳۴۳۰۔ ابن ماجہ شریف: ۲۶۹، کتاب الادب، باب فضل لا الٰہ الا اللہ، حدیث نمبر: ۳۷۹۴۔

حل لغات: صدق (تفعیل) تصدیق کرنا، مرضہ: بیماری، جمع امراض۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ" کہا تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں سب سے بڑا ہوں اور جب کوئی شخص کہتا ہے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ"، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں اور جب کوئی کہتا ہے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْكُ وَ لَہُ الْحَمْدُ"، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے لئے ملک اور میرے لئے تعریفیں ہیں اور جب کوئی کہتا ہے، "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میرے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام طاقت وقدرت مجھ ہی سے ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے: کہ جس شخص نے اس کلمے کو بیماری میں کہا پھر اس کی موت ہوگئی تو اس کو آگ نہیں جلائے گی۔''

تشریح: آدمی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور زبان سے ایسے کلمات کا اظہار کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معبودیت وحدانیت اور قدرت کاملہ کا اظہار ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ذاکرین کی تصدیق کرتا ہے۔

صدقہ ربہ قال الخ: یعنی جو شخص "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تو نے سچ کہا، اس لئے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں ہی سب سے بڑا ہوں، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ بندے کے اس حدیث شریف میں مذکور تمام کلمات کا جواب دیتا ہے اور اس بندے کی تصدیق کرتا ہے کہ تو نے سچ کہا۔

وکان یقول من قالہا الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بات کو

برابر بیان فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے حالت مرض میں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"، پڑھا اور اسی مرض میں اس کی موت ہوگئی تو اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلا سکتی ہے، یعنی کہ وہ سیدھے جنت میں جائے گا۔

تسبیح وتحمید کی فضیلت

{۲۲۰۳} **وَعَنْ** سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّہٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِمْرَأَۃٍ وَبَیْنَ یَدَیْھَا نَوًی اَوْ حَصًی تُسَبِّحُ بِہٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِمَا ھُوَ اَیْسَرُ عَلَیْکَ مِنْ ھٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَاخَلَقَ فِیْ السَّمَاءِ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِیْ الْاَرْضِ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذَالِکَ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلُ ذَالِکَ وَالْحَمْدُ مِثْلُ ذٰلِکَ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِثْلُ ذَالِکَ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مِثْلُ ذَالِکَ۔ (رواہ الترمذی وابو داؤد) وقال الترمذی ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۹۷، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علی وسلم وتعوذہ فی دبر کل صلوۃ، حدیث نمبر: ۳۵۶۸۔ ابو داؤد شریف: ۱/۲۱۰، کتاب الصلوۃ، ابواب الوتر، باب التسبیح بالحصی، حدیث نمبر: ۱۵۰۰۔

حل لغات: امراۃ: عورت جمع نساء، نوی: جمع نواۃ کی بمعنی گٹھلی، حصی: جمع ہے حصاۃ، کی بمعنی کنکری۔

ترجمہ: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے یہاں گئے، اس عورت کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہوئی تھیں، جس سے وہ تسبیح پڑھ رہی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ کیا میں

تمہیں ایسی تسبیح نہ بتادوں جو اس سے آسان یا بہتر ہے، یعنی "سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِيْ السَّمَاءِ وَ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِيْ اَلْاَرْضِ وَ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذَالِكَ وَ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ " اور "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کو بھی اسی طرح پڑھے، اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" بھی اسی طرح پڑھے اور "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" بھی اسی طرح پڑھے اور "لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" بھی اسی طرح پڑھے۔ (ترمذی ابوداؤد) ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حریب ہے۔

تشریح: وہ صحابیہ یا تو ان حضرات کی محرم تھیں، یا یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ "أی محرم له أو کان ذلک قبل نزول الحجاب" (مرقاۃ: ۵/۱۱۵)

وبین یدیها نوی أو حصی تسبح به: یعنی پڑھے گئے کلمات کی مقدار یاد رکھنے کے لئے انہوں نے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھ لی تھیں۔

فقال الا اخبرك بما هو أيسر عليك من هذا: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صحابیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کہ میں تمہیں ایک ایسی تسبیح بتادیتا ہوں جو اس تسبیح سے آسان ہے۔

أو أفضل: راوی کو اس بات میں شک ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "ایسر" فرمایا، یا "افضل" فرمایا۔

سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِيْ السَّمَاءِ الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صحابیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کہ "سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِيْ السَّمَاءِ الخ" پڑھ لیا کرو، یہ چند کلمے آسان بھی ہیں، اور مفید بھی ہیں۔

و اللّٰه اکبر مثل ذلک: اس جملہ کے بارے میں دو احتمال ہیں، یا تو یہ راوی کے الفاظ ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح تسبیح یعنی "سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ الخ" پوری طرح بیان کی، اسی طرح آنحضرت نے تکبیر کو پوری طرح بیان کیا یعنی "اللہ اکبر" ..... عدد ما خلق: مگر راوی نے اختصاراً "مثل ذلک" کہہ کر بتادیا کہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عدد کے کلمات کی تعلیم بھی اسی طرح فرمائی، یا پھر راوی کے الفاظ نہیں بلکہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختصار کے پیش نظر اکتفاء فرمایا۔ اسی طرح بعد کے جملوں میں بھی یہ احتمال ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ اس حدیث پاک کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور وفکر زیادہ ہوگا، اتنا ہی ذکر افضل ہوگا۔ اس لئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے، جو بلا تدبر کے ہو اور بعض علماء نے کہا: ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جل شانہ کی حمد وثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے، جو کمال ہے عبدیت کا۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بے شمار کرتے ہو اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہئے، اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی، حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہئے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں، ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو، بے شمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہئے کہ یہ ایسی عظیم دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالا تر ہے۔

مروجہ تسبیح کا جواز

ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ جب اس کی اصل ثابت ہے،

حضور اقدس ﷺ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا، تو پھر اصل ثابت ہوگئی۔ دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے رہے ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ ”نزہۃ الفکر“ اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے تسبیح متعارف کے جواز کی۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا، جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتبار نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیا کی اصطلاح میں اس کو ”شیطان کا کوڑا“ کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارہ میں سوال کیا۔ فرمایا: جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہنچے ہیں، اس کو کیسے چھوڑ دیں۔

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رہتی تھیں، اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوصفیہ صحابی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا، جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں، ان پر شمار فرمایا کرتے تھے اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلی تھی، جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی تھیں، ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ خالی ہوجاتی تو ایک باندی تھی، جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہوجاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے، جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھالیا جاتا، وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہوجاتے۔ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھادیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادا ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں، اس وقت تک نہیں سوتے تھے، جب تک ایک مرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے تھے۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا، جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔

صوفیا کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مُذَکِّرَہ (یاد دلانے والی) بھی ہے، اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو دل چاہتا ہی ہے، اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے۔اس بارہ میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تسبیح کیا ہی اچھی مُذَکِّرَہ (یعنی یاد دلانے والی) چیز ہے۔اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر استاذ نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔اخیر میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا: کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کہ میں نے بھی اپنے استاذ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی، تو یہی سوال کیا تھا، انہوں نے فرمایا تھا: کہ میں نے اپنے استاذ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی، تو یہی سوال کیا تھا۔انہوں نے فرمایا: تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی، تو یہی سوال کیا تھا۔انہوں نے فرمایا: کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض

کیا تھا: کہ آپ کی اس رفعت شان اور علو مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا: تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا، اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اس کو چھوڑ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے، زبان سے، ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں۔ محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔ (فضائل ذکر)

صبح وشام کا ذکر

{۲۲۰۴} **وَعَنْ** عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَ مِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ وَ مَنْ حَمِدَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَ مِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَمَلَ عَلٰى مِائَةِ فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَنْ هَلَّلَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَ مِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ وَ مَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَ مِائَةً بِالْعَشِيِّ لَمْ يَاتِ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ اَحَدٌ بِاَكْثَرَ مِمَّا اَتٰى بِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذَالِكَ اَوْ زَادَ عَلٰى مَاقَالَ۔ (رواه الترمذى وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

حواله: الترمذی شریف: ۱۸۵/۲، ابواب الدعوات، باب: ۶۴، حدیث نمبر: ۳۴۷۱۔

حل لغات: الغداة: دن کا ابتدائی حصہ، جمع غدوات، غدا (ن) غدوا صبح کے وقت آنا، العشی: جمع ہے، عشیة کی رات کا ابتدائی حصہ، فرس: گھوڑا، جمع خیل، رقبة: گردن جمع، رقاب۔

ترجمه: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد محترم اور اپنے دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے صبح کے وقت

سومرتبہ اور شام کے وقت سومرتبہ سبحان اللہ کہا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے سوحج کئے ہوں، اور جس شخص نے صبح کے وقت سومرتبہ اور شام کے وقت سومرتبہ الحمد للہ کہا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے سوگھوڑوں پر اللہ کی راہ میں سوار کرایا اور جس شخص نے صبح کے وقت سومرتبہ اور شام کے وقت سومرتبہ، لا الٰہ الا اللہ کہا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اولاد اسماعیل علیہ السلام کے سوغلام آزاد کئے، اور جس شخص نے صبح کے وقت سومرتبہ اور شام کے وقت سومرتبہ اللہ اکبر، کہا تو اس دن کوئی دوسرا آدمی اس شخص سے زیادہ ثواب لے کرنہیں آئے گا، الا یہ کہ کوئی شخص اتنی تعداد یا اس سے زیادہ تعداد میں (یہی کلمات) کہے۔

تشریح: من سبح اللّٰہ: مراد "سبحان اللہ" کہنا ہے۔

من حمد اللّٰہ: مراد **الحمد للہ** کہنا ہے۔

کان کم حمل علی مائة فرس: مراد ہے سوآدمی کو مع ساز وسامان کے سو گھوڑوں پر سوار کرکے جہاد کے لئے بھیجنا۔

ومن هلل: مراد "لا إله إلا الله" کہنا ہے۔

کان کمن اعتق مائة رقبة من ولد اسماعیل: مراد یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے سوغلام آزاد کرنا، اس لئے کہ اس خاندان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبی قرابت حاصل ہے۔ اس لئے اس خاندان کا غلام آزاد کرنا کسی اور خاندان کے غلام کو آزاد کرنے سے بدرجہا افضل ہے۔

ومن کبر اللّٰہ: مراد ہے اللہ اکبر کہنا۔

لم یأت فی ذلک الیوم أحد بأکثر الخ: مراد یہ ہے کہ جو شخص صبح شام سوسو مرتبہ اللہ اکبر کہے تو اس کو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے، اور اتنا زیادہ ثواب ملتا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی اس کے ثواب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ الا یہ کہ وہ دوسرا آدمی بھی سومرتبہ صبح وسومرتبہ شام "اللہ اکبر" کہے، یا اس سے بھی زیادہ کہے تو وہ ثواب میں بڑھ سکتا ہے، ورنہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

ترازو کو بھرنے والے کلمات

{۲۲۰۵} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بِنْ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَؤُہٗ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ۔ ﴿رواہ الترمذی وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَلَیْسَ اِسْنَادُہٗ بِالْقَوِیِّ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۱۹۱، ابواب الدعوات، باب: ۹۲، حدیث نمبر: ۳۵۱۸۔

حل لغات: نصف: آدھا، جمع انصاف، یملؤہ، ملأ (ف) ملأً بھرنا، حجاب: پردہ جمع حجب، حجب (ن) حجبا، چھپانا، تخلص: خلص (ن) خاص کرنا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سبحان اللہ" آدھے پلڑے کے برابر ہے۔ "الحمد للہ" اس کو بھر دیتا ہے، اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے لئے خدا تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

تشریح: التسبیح: تسبیح سے مراد "سبحان اللہ" کہنا ہے۔

نصف المیزان: میزان سے مراد یہاں اعمال تولے جانے والے ترازو کا ایک پلڑا ہے، یعنی "سبحان اللہ" کہنے سے اتنا ثواب ملتا ہے کہ اتنے بڑے ترازو جس کے ایک پلڑے میں زمین وآسمان سما جائے اس کو بھی آدھا بھر دیتا ہے۔

والحمد للہ یملؤہ: یعنی "الحمد للہ" تو اس ترازو کو مکمل بھر دیتا ہے۔

وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ: مراد یہ ہے کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کوئی شخص پڑھتا ہے تو یہ سیدھے اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچتا ہے، اور اس کے لئے پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔

آسمان کے دروازے کھل جانا

{۲۲۰۶} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا قَطُّ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتّٰی یُفْضِیَ اِلَی الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْکَبَائِرَ۔ ﴿رواہ الترمذی وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۹/۲، ابواب الدعوات، باب: ۱۲۰، حدیث نمبر: ۳۵۹۰۔

حل لغات: عبد: بندہ، جمع عباد، ابواب: جمع ہے، باب، کی بمعنی دروازہ، یفضی: افضی (افعال) افضاء، پہنچانا، العرش: شاہی تخت، جمع، اعراش۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہتا ہے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتا ہے، جب تک وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔“

تشریح: جب کوئی بندہ اخلاص سے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ پڑھتا ہے تو اس کے اعزاز میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، اور یہ کلمہ سیدھے اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچتا ہے۔ اور مقبول ہوجاتا ہے، اور پڑھنے والے کیلئے قبولیت خاص بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنتا ہے۔

تسبیحات جنت کے درخت ہیں

{۲۲۰۷} وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیْتُ اِبْرَاهِیْمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِقْرَأْ اُمَّتَکَ مِنِّی السَّلَامَ وَ اَخْبِرْهُمْ اِنَّ الْجَنَّةَ طَیِّبَةُ

التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَ اَنَّهَا قِيْعَانٌ وَ اَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ ﴿رواه الترمذی وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۴/۲، ابواب الدعوات، باب: ۶۱، حدیث نمبر: ۳۴۶۲۔

حل لغات: اسری: سری (ض) سری، أسری (افعال) رات میں چلنا، السلام: سلامتی، سلم (س) سلامۃ نجات پانا، طیبۃ: طاب (ض) طیبا اچھا ہونا، التراب: مٹی، جمع ترب، قیعان: جمع ہے قاع کی بمعنی ہموار زمین۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اے محمد! آپ اپنی امت کو میرا اسلام کہئے، اور ان کو بتا دیجئے کہ جنت پاکیزہ مٹی اور میٹھے پانی والی ہے، وہ ایک ہموار زمین ہے اور اس کے پودے، ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ'' ہیں۔

تشریح: یہ حدیث شریف اس امت مرحومہ ''علی صاحبھا الف الف سلام و تحیۃ'' کی عظمت کی دلیل ہے، چنانچہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے اسے سلام کہلایا اور اس طرح اس امت سے اپنی محبت اور تعلق کا اظہار فرمایا، اس لئے امت کے ہر ہر فرد کو چاہئے کہ جب بھی اس حدیث شریف کے ذریعہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سلام سنایا جائے یا پڑھا جائے تو یہ کہے: ''وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه'' (مرقاۃ: ۵/۱۱۷)

اشکال مع جوابات

اشکال: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں ایک مشہور اشکال کیا گیا ہے، وہ یہ کہ یہاں جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ''انھا قیعان'' اور ''قیعان'' قاع کی جمع ہے۔

جس کے معنی ہیں برابر اور ہموار زمین جو درخت وغیرہ سے خالی ہو۔ جب کہ قرآن کریم کی آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی زمین اشجار سے خالی نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ" بلکہ جنت کو جنت اسی لئے کہا ہے کہ اس میں کثیر سایہ دار درخت ہیں، اس لئے کہ لفظ "جنت" میں ستر کے معنی ملحوظ ہیں اور وہ تب ہی ہوسکتا ہے جب وہاں اشجار کثیرہ مظلۃ متکاثفہ ہوں۔

جواب: (۱)...... علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ جنت اصل میں تو چٹیل میدان ہی کی صورت میں تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے عاملین کے عمل کے مطابق اپنے فضل کامل اور رحمت واسعہ سے اس میں اشجار اور قصور پیدا فرمائے ہیں، لیکن ہر عامل کے لئے بقدر عمل حصہ مختص ہے، اور بندہ کا عمل غرس اشجار کے لئے سبب ہے، اس لئے ان اشجار کو بندہ کے عمل کی طرف منسوب کیا گیا، گویا کہ یہ عمل اشجار کا غارس (لگانے والا) ہے۔ (طیبی: ۸۶ / ۵)

(۲)...... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث شریف سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تمام جنت اشجار اور قصور سے خالی ہیں، بلکہ قیعان کا مطلب یہ ہے کہ اکثر حصہ جنت تو مغروس ہے، اور اس میں وہ درخت ہیں جو ان کلمات کے علاوہ دیگر اعمال صالحہ کے عوض میں لگائے گئے ہیں، لیکن کچھ حصہ جنت کا وہ بھی ہے جس میں ان کلمات ہی کے ذریعہ سے درخت لگائے جائیں گے، تاکہ ان کلمات کی فضیلت اور عظمت واضح ہو، جیسا کہ احادیث سابقہ میں ان کی فضیلت مذکور ہے۔ (مرقاۃ: ۱۱۸ / ۵)

(۳)...... حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ اہل جنت کے لئے کم از کم دو جنتیں ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ" ایک جنت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اشجار وانہار وحور وقصور وغیرہ ذلک پیدا کئے ہیں، اور دوسری جنت وہ ہے جس میں اعمال کے ذریعہ سے اشجار وانہار وغیرہ پیدا ہوں گے اور یہ معاملہ باری تعالیٰ کی طرف سے باب عدل سے ہے، جب کہ پہلا معاملہ باب فضل و کرم کے

008 Bab Sawabit Tasbeeh

قبیل سے تھا۔ (التعلیق: ۹۱/۳)

(۴)...... ایک جواب یہ ہے کہ ابتداءِ تکوین کے اندر حق جل مجدہ نے یہ مقرر کر دیا تھا کہ فلاں شخص اتنی مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اتنی مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ اپنی پوری عمر میں کہے گا اس کے بقدر حق تعالیٰ شانہ نے اس جنت کے اندر درخت اور پودے لگا دیئے، تو یہاں اس تقدیر کا اظہار مقصود ہے۔

(۵)...... عام طور سے جب باغباں باغیچہ لگاتا ہے تو بہت سے پودے پہلے ہی لا کر ایک جگہ جمع کر دیتا ہے، اور پھر مناسب طور پر مناسب مقام میں آہستہ آہستہ لگاتا رہتا ہے، تو دوسری آیات و احادیث کے اندر ان پودوں کا ذکر ہے، اور جب آدمی اچھے عمل کرتا ہے تو ان کو مناسب مقام پر اللہ تعالیٰ لگا دیتے ہیں، یہی اس حدیث شریف کے اندر مراد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کلمات کو پڑھنے والا جنت کی پرسکون اور پرراحت فضا اور وہاں کے سرور آمیز اطمینان وچین کا حقدار ہوگا اور وہاں یہ کلمات درختوں کی شکل میں لازوال سکون آمیز حیات کے ضامن ہوں گے۔ (نفحات التنقیح: ۲۵۸/۳)

اوراد واذکار کو انگلیوں پر پڑھنا

{۲۲۰۸} وَعَنْ يُسَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطِقَاتٌ وَ لَا تَغْفُلْنَ فَتُنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد)

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۹/۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح الخ، حدیث نمبر: ۳۴۸۶۔

ابوداؤد شریف: ۲۱۰/۱، ابواب الوتر، باب التسبیح بالحصی، حدیث نمبر: ۱۵۰۱۔

حل لغات: أنامل: جمع ہے،انملة کی بمعنی انگلی،مستنطقات: نطق (ض) نطقا، بولنا، (استفعال سے ہوتو معنی ہونگے بولنے کے لئے کہنا)تغفلن: غفل، (ن) غفلة: غافل ہونا۔

ترجمہ: حضرت یسیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جومہاجرات میں سے ہیں ان سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب سے کہا کہ تم تسبیح وتہلیل اورتقدیس کو لازم پکڑو اوران کو اپنی انگلیوں پر گنو،اس لئے کہ انگلیوں کو بلوا کر پوچھا جائیگا اور غافل نہ ہونا،ورنہ رحمت سے بھلادی جاؤ گی۔

تشریح: وکانت من المھاجرات: اس بارے میں حضرات محدثین کا اختلاف ہے کہ حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا مہاجرہ ہیں یا انصاریہ؟ صحیح بات یہی ہے کہ یہ مہاجرہ ہیں، انصاریہ نہیں،اس لئے راوی نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے یہ جملہ بڑھا دیا ہے کہ ”کانت من المهاجرات“

فانهن مسئولات مستنطقات الخ: قیامت کے دن اعضائے انسان گواہی دیں گے اس لئے تسبیح پڑھتے وقت انگلیوں سے شمار کرے تاکہ یہ انگلیاں قیامت کے دن دربارِالٰہی میں تسبیح پڑھنے کی گواہی دیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اوراد واذکار اورتسبیحات کو انگلیوں پرشمار کرنا افضل ہے،اگرچہ تسبیح پر پڑھنا بھی جائز ہے،نیزاس میں اس بات کی ترغیب بھی ہے کہ بندہ کی عقل وشعور کا تقاضہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے جسمانی اعضاء کو انہی کاموں میں مشغول رکھے جو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہوں،اور اپنے ایک ایک عضو کو گناہ سے بچائے تاکہ قیامت کے دن کوئی عضو بھی گناہ کی گواہی دے کرعذاب خداوندی میں مبتلا نہ کرادے۔(طیبی: ۵/۹۳)

﴿الفصل الثالث﴾

بہترین وِرد

{۲۲۰۹} **وَعَنْ** سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُہٗ قَالَ قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ فَقَالَ فَھٰؤُلَاءِ لِرَبِّیْ، فَمَالِیْ؟ فَقَالَ قُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ، شَکَّ الرَّاوِی فِیْ عَافِنِیْ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۵، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التھلیل الخ، حدیث نمبر: ۲۶۹۶۔

حل لغات: ربی: رب پالنہار، جمع ارباب، عافنی: عاف (ن) عفوا معاف کرنا، سے صحت دینا، بلا اور برائی سے بچانا۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی نے آکر عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا کلمہ سکھا دیجئے جسے میں پڑھا کروں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ" [اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ بہت بڑا ہے بڑا۔ اور اللہ ہی کے لئے بہت تعریف ہے، اور پاکی اللہ ہی کے لئے ہے، جو تمام عالم کا پالنہار ہے، گناہ سے بچنے کی طاقت اور عبادت کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، جو

غالب وحکمت والا ہے۔] پڑھ لیا کرو، اس دیہاتی نے کہا یہ سب تو میرے رب کے لئے ہے میرے لئے کیا ہے تو آپ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ، [اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور میری راہنمائی فرما، اور مجھ کو عافیت بخش۔] پڑھ لیا کرو، راوی کو عافنی میں شک ہے۔

تشریح: فقال علمنی کلاما أقوله: مجھے کوئی خاص ذکر تلقین فرمادیں، جس کو میں اپنی زندگی کا نصب العین بنالوں، اور برابر اسی کا ورد رکھوں۔

فقال قل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ: تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی رضی اللہ عنہ کو اس حدیث شریف میں مذکور کلمات پڑھنے کے لئے فرمایا۔

قال فھو لاء لربی، فمالی: مراد یہ ہے کہ یہ جو کلمات بتلائے گئے ہیں صرف ذکر پر مشتمل ہیں، دعاء کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، اس لئے دعاء کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیا جائے۔

فقال قل اللھم اغفرلی الخ: مراد یہ ہے کہ ذکر کے بعد ان کلمات سے دعاء کی جائے۔

شک الراوی فی عافنی: یعنی راوی کو اس بات پر شک ہے کہ "عَافِنِیْ" حدیث شریف کا حصہ ہے یا نہیں؟ صحیح بات یہ ہے کہ "عَافِنِیْ" اس حدیث شریف کا ایک حصہ ہے۔ "أی فی اثباته ونفيه والأولی الاثبات لعدم مضرته بعد تمام دعوته" (مرقاۃ: ۵/۱۲۰)

تسبیح سے گناہوں کا جھڑنا

{۲۲۱۰} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی شَجَرَۃٍ یَابِسَۃِ الْوَرَقِ فَضَرَبَھَا بِعَصَاہُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوْبَ الْعَبْدِ کَمَا یَتَسَاقَطُ وَرَقُ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ۔

﴿رواہ الترمذی وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۳/۲، ابواب الدعوات، باب: ۱۰۱، حدیث نمبر: ۳۵۳۳۔

حل لغات: شجرۃ: درخت جمع اشجار، یابسۃ خشک، یبس (س) یبسا خشک ہونا، الورق: پتا، جمع، اوراق، تناثر، نثر (ن، ض) نثراً تناثر، بکھیرنا، ذنوب، جمع ہے، ذنب، کی بمعنی گناہ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک پتے والے درخت کے پاس سے گذرے آنحضرت ﷺ نے اس پر اپنا عصا مارا، پتے گرنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ اللهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، اَللهُ اَكْبَرُ" بندے کے گناہوں کو ایسے جھاڑ دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

تشریح: مر علی شجرۃ یابسۃ الورق الخ: پت جھڑ کے موسم میں بعض درختوں کے پتے بڑی کثرت سے جھڑتے ہیں، اور اتنی کثرت سے کہ کچھ درختوں میں تو بالکل پتے باقی ہی نہیں رہتے، اور وہ درخت ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ وہ سوکھ چکا ہے، ایسے ہی درختوں میں سے کسی درخت کے پاس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ہوا، لیکن حدیث شریف کے ظاہری الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ درخت موسم سے متاثر نہ تھا بلکہ وہ واقعتاً سوکھ ہی رہا تھا، اس کے پاس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔

آنحضرت ﷺ نے اس درخت پر اپنی لاٹھی ماری، جس کی وجہ سے کثرت سے اس کے پتے جھڑنے لگے، پھر آنحضرت ﷺ نے ان کلمات کے بارے میں ارشاد فرمایا: چونکہ پتوں کو گرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، مشاہدہ کرلیا اور مشاہدہ سے بات اچھی طرح ذہن میں بیٹھ جاتی ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

حوقلہ کی فضیلت

{۲۲۱۱} وَعَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ فَاِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللهِ اِلَّا اِلَيْهِ كَشَفَ اللهُ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ اَدْنَاهَا اَلْفَقْرُ۔ ﴿رواه الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۲۰۰، ابواب الدعوات، باب: ۱۲۱، حدیث نمبر: ۳۶۰۱۔

حل لغات: کنز: خزانہ، جمع، کنوز، الجنة باغ جمع جنات۔

ترجمہ: حضرت مکحول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" کثرت سے پڑھا کرو، اس لئے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ہے، مکحول نے کہا کہ جو شخص "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللهِ اِلَّا اِلَيْهِ" پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے نقصانات کی ستر قسمیں دور کردے گا، جس کی ادنیٰ قسم فقر ہے۔

تشریح: عن مکحول: سوڈان کے رہنے والے جلیل القدر تابعی ہیں۔ اپنے زمانے میں شام کے مفتیٔ اعظم رہے ہیں، اور ان کا شمار سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ حضرات میں ہوتا ہے۔

قال مکحول فمن قال الخ: اس حدیث شریف میں اس جملے کی نسبت حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی گئی ہے، لیکن نسائی وغیرہ میں یہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے۔ "روى النسائی والبزار عن ابی هريرة "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللهِ اِلَّا اِلَيْهِ" کنز من کنوز الجنة" (مرقاۃ: ۵/ ۱۲۱)

حوقلہ ننانوے بیماریوں کا علاج ہے

{۲۲۱۲} **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا حُوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَتِسْعِیْنَ دَاءً اَیْسَرُهَا الْهَمُّ۔

حوالہ: بیهقی: ۱۶۱، باب الدعاء عند نزول کرب۔

حل لغات: دواء: دوائی، ادویة، داء، بیماری، جمع ادواء، الهم: غم جمع هموم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" ننانوے بیماریوں کی دوا ہے، جن میں ادنی بیماری غم ہے۔"

تشریح: یعنی "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" میں اتنی تاثیر ہے کہ پڑھنے والے کو ننانوے بیماریوں سے نجات اور شفا مل جاتی ہے۔

ان ننانوے بیماریوں میں سے سب سے کم درجے کی بیماری غم ہے، جس کی وجہ سے انسان اندر ہی اندر گھل جایا کرتا ہے، ایسی خطرناک بیماری سے بھی اس کلمے سے نجات مل جاتی ہے۔

جنت کا خزانہ

{۲۲۱۳} **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَلِمَةٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ۔ (رواهما البیهقی فی الدعوات الکبیر)

حوالہ: بیهقی: ۱۶۶، باب الحث علی الذکر۔

حل لغات: ادلک: دل (ن) دلالۃ، راہ نمائی کرنا، بتلانا، تحت: نیچے، جمع تحوت، العرش: شاہی تخت جمع اعراش، کنز: خزانہ، جمع کنوز۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے عرش کے نیچے سے اترا ہے۔ وہ ہے "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے میری فرمانبرداری کی اور پوری پوری فرمانبرداری کی۔''

تشریح: وعنہ: یعنی یہ روایت بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

من تحت العرش من کنز الجنۃ: عرش جنت کی چھت ہے، جنت عرش کے نیچے ہے، لہٰذا اس خزانہ کے عرش کے نیچے ہونے اور جنت کا خزانہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

"وإذا جعل العرش سقف الجنة جاز أن يكون من كنز الجنة" (مرقاۃ: ۵/۱۲۱)

چار کلمات کی حقیقت

{۲۲۱۴} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ هِيَ صَلٰوةُ الْخَلَائِقِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَلِمَةُ الشُّكْرِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ وَاللهُ اَكْبَرُ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ تَعَالىٰ اَسْلَمَ وَ اسْتَسْلَمَ۔ ﴿رواہ رزین﴾

حوالہ: رزین: لم یوجد۔

حل لغات: الخلائق: جمع ہے، خلیقۃ، کی بمعنی مخلوق، الشکر: شکر (ن) شکرا، بہتر سلوک پر تعریف کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

سُبْحَانَ اللہِ، مخلوق کی عبادت ہے، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کلمہ شکر ہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، کلمہ اخلاص ہے، "وَاللہُ اَکْبَرُ" زمین وآسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے، اور جب بندہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ" کہتا ہے، اسلم و استسلم۔ تو بندہ فرمانبردار، پورا پورا فرمانبردار ہو جاتا ہے۔"

تشریح: سبحان اللّٰہ ھو صلوۃ الخلائق: یعنی "سبحان اللہ" کہنا یہ مخلوق کی عبادت کا طریقہ ہے۔ قَالَ اللہُ تَعَالٰی: "وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ" اور مخلوقات میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی پاکی اس کی تعریف کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو، اس آیت کے مطابق چونکہ تمام ہی مخلوقات اللہ رب العزت کی پاکی بیان کرتی ہے، اس لئے یہ ان کی عبادت ہے۔

باقی کلمات کی تفصیل اوپر گذر چکی۔

فضائل "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" سے متعلق چند احادیث مبارکہ فضائل ذکر سے ملخصاً نقل کرتا ہوں۔

فضائل "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ"

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قِيْلَ: وَمَا اِخْلَاصُهَا؟ قَالَ: اَنْ تَحْجُزَهٗ عَنْ مَحَارِمِ اللہِ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: جو شخص اخلاص کے ساتھ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کہے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

فائدہ: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رک جائے گا اور "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کا قائل ہوگا تو اس کے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردد ہے: لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رکے تب بھی اس کلمۂ پاک کی یہ برکت تو بلاتردد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

008 Bab Sawabit Tasbeeh

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ سَاعَۃٍ مِّنْ لَیْلٍ اَوْ نَہَارٍ اِلَّا طُمِسَتْ مَا فِی الصَّحِیْفَۃِ مِنَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی تَسْکُنُ اِلٰی مِثْلِہَا مِنَ الْحَسَنَاتِ۔

(رواہ ابو یعلی کذا فی الترغیب۔ وفی مجمع الزوائد فیہ عثمان بن عبدالرحمن الزہری وھو متروک)

ترجمہ: حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں، اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَمُوْدًا مِنْ نُوْرٍ بَیْنَ یَدَیِ الْعَرْشِ، فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِھْتَزَّ ذٰلِکَ الْعَمُوْدُ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: اُسْکُنْ، فَیَقُوْلُ: کَیْفَ اَسْکُنُ وَلَمْ تَغْفِرْ لِقَائِلِہَا؟ فَیَقُوْلُ: اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ۔ فَیَسْکُنُ عِنْدَ ذٰلِکَ۔

(رواہ البزار وھو غریب کذا فی الترغیب، وفی مجمع الزوائد فیہ عبداللہ بن ابراھیم بن ابی عمرو وھو ضعیف جدا۔ قلت: وبسط السیوطی فی الاٰلی علی طرقہ وذکر لہ شواھد)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے، جب کوئی شخص "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھہر جا، وہ عرض کرتا ہے: کیسے ٹھہروں؟ حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا! میں نے اس کی مغفرت کر دی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضرات کو اس روایت میں کلام ہے، لیکن علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے، بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہ کا یہ بھی ارشاد وارد ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرا دیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف و کرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْشَةٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَلَا مَنْشَرِهِمْ وَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَهُمْ يَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُؤُسِهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: لَيْسَ عَلٰى أَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْشَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ.

(رواه الطبرانی والبیهقی کلاهما من روایة یحیی بن عبدالحمید الحمانی۔ وفی متنه نکارة کذا فی الترغیب۔ وذکره فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنهما ورقم له بالضعف۔)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: کہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہوگی، نہ میدانِ حشر میں، اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دور کر دیا۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے، حضرت رسول اکرم ﷺ نہایت غمگین تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: کہ اللہ جل جلالہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے: کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں، یہ کیا بات ہے؟ (حالانکہ حق تعالیٰ شانہ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں: لیکن اکرام واعزاز اور اظہار شرافت کے واسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جبرئیل! مجھے اپنی امت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا: کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارے میں؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس ﷺ کو ساتھ لیا، اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے، جہاں قبیلۂ بنوسلمہ کے لوگ دفن تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا: کہ "قُمْ بِاِذْنِ اللهِ" [اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا] اس قبر سے ایک شخص نہایت حسین خوبصورت

چہرہ والااٹھا، وہ کہہ رہا تھا: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کہ اپنی جگہ لوٹ جا، وہ چلا گیا، پھر دوسری قبر پر دوسرا پر مارا اور ارشاد فرمایا: کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا، اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت، کالا منہ، کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا، وہ کہہ رہا تھا: ہائے افسوس، ہائے شرمندگی، ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت پر اٹھیں گے۔ حدیث بالا میں "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" والوں سے بظاہر وہ لوگ مراد ہیں جن کو اس پاک کلمہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَخْلِصُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ سِجِلًّا، كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ اَظَلَمَكَ كَتَبَتِيَ الْحَافِظُوْنَ؟ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ! فَيَقُوْلُ: اَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُوْلُ: لَا يَا رَبِّ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: بَلٰى! اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَاِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ، فِيْهَا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، فَيَقُوْلُ: اُحْضُرْ وَزْنَكَ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ؟ فَقَالَ: فَاِنَّكَ لَا تُظْلَمُ الْيَوْمَ، فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كَفَّةٍ، فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللّٰهِ شَيْءٌ۔

(رواه الترمذی وقال: حسن غریب وابن ماجه وابن حبان فی صحیحه والبیهقی والحاکم وقال: صحیح علی شرط مسلم، کذافی الترغیب)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے، ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک)

پھیلا ہوا ہوگا، اس کے بعد اس سے سوال کیا جائے گا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو، یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں۔ (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں، ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے، آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے، پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا، جس میں "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" لکھا ہوا ہوگا۔ ارشاد ہوگا کہ جا اس کو تلوالے، وہ عرض کرے گا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرزہ کیا کام دے گا؟ ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا، پھر ان سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاوے گا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا، تو دفتروں والا پلڑا اڑنے لگے گا، اس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں، پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

عَنْ لَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عِيْسٰى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَثْقَلُ النَّاسِ فِي الْمِيْزَانِ ذَلَّتْ اَلْسِنَتُهُمْ بِكَلِمَةٍ ثَقُلَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (اخرجه الاصبهانی فی الترغیب کذا فی الدر)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: کہ محمد ﷺ کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اس لئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلی امتوں پر بھاری تھا وہ کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے۔

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمد علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی امت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں، کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ "اللّٰہ" کا ذکر ورد کے طور

پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں۔ اور صوفیہ کے لئے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "قول جمیل" میں اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

صوفیا کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے، یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے، نہ باہر آئے۔ امت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے، تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسی علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے ساتھ مانوس اور منقاد ہوگئیں۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عن رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: علیکم بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاَکْثِرُوْا مِنْھُمَا، فَاِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ: اَھْلَکْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَاَھْلَکُوْنِیْ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ، فَلَمَّا رَأَیْتُ ذٰلِكَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالْاَھْوَاءِ وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُھْتَدُوْنَ۔ (اخرجہ ابو یعلی کذا فی الدر، والجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو، شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور استغفار سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

فائدہ: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے۔ اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو، ورنہ شیطان کو ذلت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر

دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے "لَا اِلٰہَ" کہتا ہے تو ایک دم دل صاف ہوجاتا ہے۔(جیسا آئنہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ "اِلَّا اللہُ" کہتا ہے تو صاف دل پر اس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔

ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد متعصب تھا، اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا، چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھیں، اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا، اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا، اس نے اوّل اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی، جب کچھ نہ بن پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کا ورد شروع کیا، لگا تار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے؛ ظاہر ہے، فوراً اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بجھ گئی اور دیگ بھی ٹھنڈی ہوگئی، اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اڑی اور دور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری، یہ شخص لگا تار کلمۂ طیبہ پڑھ رہا تھا، لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیر تھے، اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی، جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يُّوَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا حَرَّمَ عَلَى النَّارِ۔

(اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابن ماجۃ والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر)

ترجمہ: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو، مگر جہنم کی آگ اس پر حرام ہوگی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو، اس پر جہنم کی آگ کا حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے، کبائر گناہ نہ ہونے کے ساتھ، یا جہنم کے حرام ہونے سے اس میں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے؛ لیکن اللہ جل شانہ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم

008 Bab Sawabit Tasbeeh

سے معاف فرمادیں، تو کون روکنے والا ہے۔

کلمۂ طیبہ کا سراسر نور وسرور ہونا بہت سی روایت سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کے لئے چراغ ہیں، دنیا کی محبت اندھیرا ہے، جس کا چراغ تقویٰ ہے، اور گناہ اندھیرا ہے، جس کا چراغ توبہ ہے، اور قبر اندھیرا ہے، جس کا چراغ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" ہے، اور آخرت اندھیرا ہے، جس کا چراغ نیک عمل ہے، اور پل صراط اندھیرا ہے، جس کا چراغ یقین ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: اَنَا اُحَدِّثُكَ مَا هِيَ؟ هِيَ كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ الَّتِيْ اَعَزَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِهَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ وَهِيَ كَلِمَةُ التَّقْوٰى الَّتِيْ اَلَاصَ عَلَيْهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّهٗ اَبَا طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ: شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (رواه احمد واخرجه الحاكم بهذا اللفظ، وقال: صحيح على شرطهما، وأقره عليه الذهبي۔ واخرجه الحاكم برواية عثمان عن عمر مرفوعا)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے؟ وہ وہی کلمہ ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی، وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی، وہ شہادت ہے: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث، تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور معروف ہے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ

الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَهٗ، رَفَعَ رَأْسَهٗ اِلَی السَّمَاءِ، فَقَالَ: أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ غَفَرْتَ لِیْ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ مَنْ مُّحَمَّدٌ؟ فَقَالَ: تَبَارَكَ اسْمُكَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَأْسِیْ اِلٰی عَرْشِكَ فَاِذَا فِیْهِ مَكْتُوْبٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ عِنْدَكَ قَدْرًا مِمَّنْ جَعَلْتَ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِكَ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ یَا اٰدَمُ! اِنَّهٗ اٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ وَلَوْ لَا هُوَ مَا خَلَقْتُكَ۔

(اخرجه الطبرانی فی الصغیر، والحاکم وابو نعیف والبیهقی کلاهما فی الدلائل، وابن عساکر فی الدر وفی مجمع الزوائد)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا، (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیے گئے، تو ہر وقت روتے تھے، اور دعا و استغفار کرتے رہتے تھے، ایک مرتبہ) آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا: یا اللہ! محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں؟ (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا: کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (ﷺ) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے، جن کا نام آپ نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں، تمہاری اولاد میں سے ہیں، لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

فائدہ: حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں۔

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا، ان سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں، من جملہ ان کے یہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا ہونا، یہ اور بھی بہت سے مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں، پہلی سطر میں "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" لکھا تھا، دوسری سطر میں "مَا قَدَّمْنَا وَجَدْنَا، وَمَا اَکَلْنَا رَبِحْنَا، وَمَا خَلَّفْنَا خَسِرْنَا" تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا، وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھا: "اُمَّۃٌ مُذْنِبَۃٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ" (امت گناہگار ہے اور مالک بخشنے والا ہے)۔

ایک بزرگ کہتے ہیں: میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں، اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں، جب ان کو توڑا جاتا ہے تو ان کے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے، جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سرخی سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" لکھا ہوا ملتا ہے۔ میں نے اس قصہ کو ابو یعقوب شکاری رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا، انہوں نے کہا: تعجب کی بات نہیں، میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی، اس کے ایک کان پر "لا الہ الا اللہ" اور دوسرے پر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" لکھا ہوا تھا۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَوْ ذَکَرَنِیْ اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ۔

(اخرجه الحاكم برواية المؤمل عن المبارك بن فضالة وقال صحيح الاسناد واقره عليه الذهبی وقال الحاكم قدتابع ابو داؤد مؤملا على روايته واختصره)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ (قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لو، جس نے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہا ہو اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور ہر اس شخص کو نکال لو جس نے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی) یاد کیا ہو، یا کسی موقعہ پر مجھ سے ڈرا ہو۔

فائدہ: اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں، اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو برس کا بوڑھا، جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر

کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ کَئِیْبٌ، فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا لِیْ اَرَاکَ کَئِیْبًا؟ قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لِیَ الْبَارِحَۃَ فُلَانٌ وَھُوَ یَکِیْدُ بِنَفْسِہٖ قَالَ: فَھَلْ لَقَّنْتَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ؟ قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: فَقَالَھَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ، قَالَ اَبُوْبَکْرٍ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کَیْفَ ھِیَ لِلْاَحْیَاءِ؟ قَالَ: ھِیَ اَھْدَمُ لِذُنُوْبِھِمْ، ھِیَ اَھْدَمُ لِذُنُوْبِھِمْ۔

(رواہ ابویعلی والبزار، وفیہ زائدۃ بن ابی الرقاد، وثقہ القواریری، وضعفہ البخاری وغیرہ، کذا فی مجمع الزوائد۔ واخرج بمعناہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ایضا)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہوکر حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں، کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ گذشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہوگیا، میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اس کو "لا الہ الا اللہ" کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا: کی تھی۔ ارشاد فرمایا: کہ جنت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ یہ ارشاد فرمایا: کہ یہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کردینے والا ہے۔ (یعنی بالکل ہی مٹادینے والا ہے)۔

فائدہ: مقابر میں اور میت کے قریب کلمۂ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے "لا الہ الا اللہ" پڑھا کرو۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ" ہوگا۔

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان "لَا اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہُ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ" ہوگا۔

تیسری حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ" ہوگا۔ "لا الہ الا اللہ" کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہوجاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہوجاتی ہیں۔

عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ کُتِبَتْ لَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ۔

(اخرجہ احمد۔ فقلت: اخرج الحاکم شواھدہ بالفاظ مختلفۃ)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: کہ جو شخص "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ" کو دس مرتبہ پڑھے گا، چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ، کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَیْ اَلْفِ حَسَنَۃٍ۔

(وفی مجمع الزوائد: فیہ فائد ابو الورقاء متروک)

ترجمہ: دوسری حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو شخص "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یُکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ" پڑھے، اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اِلَّا بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَوَجْہُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ، وَلَمْ یَرْفَعْ لِاَحَدٍ یَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِہٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِہٖ اَوْ زَادَ۔

(رواہ الطبرانی وفیہ عبدالوھاب بن ضحاک متروک کذا فی مجمع الزوائد۔ قلت: ھو من رواۃ ابن ماجۃ ولا شک

انھم ضعفوہ جدا الا ان معناہ مؤید بروایات، منھا ما تقدم من رویات یحیی ابن طلحۃ، ولا شک انہ افضل الذکر۔ ولہ شاھد من حدیث امھانی الاٰتی)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص سو مرتبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھا کرے، اللہ تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

فائدہ: متعدد روایات اور آیات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ "لا الہ الا اللہ" دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرہ کے لئے بھی نور ہے، اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت، معمول ہے، ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلَ کَلِمَۃٍ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَلَقِّنُوْھُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، فَاِنَّہٗ مَنْ کَانَ اَوَّلُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ سَنَۃٍ لَمْ یُسْئَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ۔

(موضوع۔ ابن محمویۃ وابوہ مجھولان، وقد ضعف البخاری ابراھیم بن مھاجر، حکاہ السیوطی عن ابن الجوزی۔ ثم تعقبہ بقولہ: الحدیث فی المستدرک۔ واخرجہ البیھقی فی الشعب عن الحاکم وقا: متن غریب لم نکتبہ الا بھذا الاسناد واوردہ الحافظ ابن حجر فی امالیہ ولم یقدح فیہ بشیء الا انہ قال: ابراھیم فیہ لین۔ لہ مسلم فی المتابعات کذا فی الاٰلی۔ وذکرہ السیوطی فی شرح الصدور ولم یقدح فیہ بشیئ)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص سو مرتبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھا کرے، اللہ تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے "لا الہ الا اللہ" یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی "لا الہ الا اللہ" تلقین کرو، جس شخص کا اوّل

008 Bab Sawabit Tasbeeh

کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہو اور آخری کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہو، وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہ ہوگا۔ (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو، توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمادیں گے۔)

فائدہ: تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ پڑھا جائے، تاکہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے، اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے۔ اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشادِ نبوی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" نصیب ہو جائے اس سے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی سب خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا توشہ دیا کرو۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنے لگے، اس سے حساب معاف ہے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے، مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے، جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" تلقین کرتا ہے۔

عَنْ اُمِّ ھَانِیئٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا یَسْبِقُھَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُکُ ذَنْبًا۔

(رواہ ابن ماجۃ کذا فی منتخب کنز العمال۔ قلت: واخرجہ الحاکم فی حدیث طویل وصححہ)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

فائدہ: کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے، جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کارآمد ہوسکتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے، اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہوسکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے، وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو، تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو، خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے، نجات کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا جزو: کسی گناہ کو نہ چھوڑتا ہے۔ اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے، تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو، تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخرکار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا اہتمام ہو، اس کو دنیا بھی آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے گی۔

بَابُ الاستغفار والتوبة

(مغفرت طلب کرنے اور توبہ کا بیان)

رقم الحدیث: ۲۲۱۵/تا ۲۲۵۴/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بَابُ الاستغفار والتوبۃ

(مغفرت طلب کرنے اور توبہ کا بیان)

استغفار باب استفعال کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: طلب المغفرۃ، مغفرت طلب کرنا۔
مغفرت مصدر میمی ہے، اس کے معنی ہیں ڈھانپنا، چھپالینا، یہاں مغفرت سے مراد ہے: محو الذنب وازالۃ اثرہ ووقایۃ شرہ۔ گناہ مٹا دینا اور اس کے اثر کو ختم کر دینا اور اس کے شر سے حفاظت کرنا۔ (التعلیق: ۳/۹۴)

توبہ مصدر ہے تاب یتوب کا۔ اس کے معنی ہیں رجوع کرنا، لوٹنا۔
توبہ کی نسبت کبھی عبد کی طرف ہوتی ہے، اور کبھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف۔
اگر اس کی نسبت حق تعالیٰ شانہ کی طرف کی جائے اور کہا جائے "تاب اللہ" تو مطلب ہوتا ہے "تاب اللہ عن القھر الی الرحمۃ" پہلے حق تعالیٰ کا معاملہ بندے کے ساتھ قہر والا تھا، اب حق تعالیٰ نے معاملہ تبدیل کر لیا اور رحمت والا معاملہ شروع کر دیا۔ اسی طرح کبھی "تاب اللہ" کے معنی ہوتے ہیں "وفق اللہ للتوبۃ" اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی۔ "تقبل توبۃ" توبہ کو قبول فرمایا۔
جب توبہ کی نسبت بندے کی طرف کی جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں: کفر و شرک سے ایمان کی طرف رجوع کرنا، معصیت سے اطاعت کی طرف رجوع کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یعنی کسی بھی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ

حالت کی طرف رجوع کرنا۔

بعض حضرات نے توبہ کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے: "الرجوع عن المعصية والندم عليها من حيث أنها معصية مع صدق العزم بقلبه على أن لا يعود وقضاء مافات فيما يمكن قضاءه في حقوق الله ورد المظالم في حقوق العباد" (التعليق: ۹۴/۳)
[معصیت سے رجوع کرنا اور اس پر نادم ہونا، اس حیثیت سے کہ وہ معصیت ہے دل کے پختہ ارادہ کے ساتھ کہ آئندہ اس کو نہیں کریگا۔ اور حقوق اللہ میں سے جو حقوق فوت ہو گئے اور ان کی قضا ممکن ہے ان کی قضا کریگا اور حقوق العباد میں مظالم کو واپس کریگا۔

اس میں توبہ کی حقیقت اور اس کے شرائط وغیرہ کو جمع کر دیا گیا ہے، توبہ کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اس گناہ سے باز آجائے اور پہلے کئے پر شرمندگی ہو اس حیثیت سے کہ اس نے حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی کی ہے، اگر گناہ کو ترک نہ کیا ہو اور بظاہر زبان سے توبہ کے کلمات کہہ رہا ہو تو یہ توبہ شمار نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر گناہ چھوڑ دیا لیکن پہلے کئے پر کسی درجہ میں بھی ندامت نہیں ہے تو بھی توبہ معتبر نہیں ہوگی، اسی طرح کسی معصیت کی وجہ سے کوئی دنیوی نقصان ہو گیا اس پر پشیمان ہے دل میں یہ احساس بالکل نہیں ہے کہ میں نے حق تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، صرف ایسی ندامت ہے جیسی جائز ظاہری اسباب کے اختیار کرنے پر نقصان کی صورت میں ہوتی ہے، تو یہ ندامت بھی توبہ کا حصہ شمار نہیں ہوگی، کیونکہ اس معصیت پر ندامت معصیت کی حیثیت سے نہیں۔

توبہ کیلئے تیسری چیز یہ ضروری ہے کہ آئندہ کے لئے یہ معصیت نہ کرنے کا دل میں سچا عزم ہو، اگر بظاہر توبہ کر رہا ہے لیکن دل میں دوبارہ اس معصیت کے کرنے کا ارادہ ہے تو یہ توبہ بھی توبہ نہیں ہوگی۔

توبہ کے متممات میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کچھ فرائض یا واجبات چھوٹے ہوئے ہوں تو حسب ہمت وفرصت ان کی قضاء شروع کر دے، اور اگر حقوق العباد میں سے کچھ حقوق ذمہ میں ہوں تو ان کی ادائیگی کا بھی اہتمام کرے، یا صاحب حق سے معاف کرائے۔

ترجمۃ الباب میں استغفار اور توبہ دونوں کا ذکر کیا گیا ہے، دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، یا دونوں

میں کچھ فرق ہے، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر صرف استغفار یا صرف توبہ کا لفظ بولا جائے تو دونوں کے معنی تقریباً ایک ہی ہوتے ہیں، اگر دونوں لفظ اکٹھے مذکور ہوں تو ان میں فرق ہونا چاہئے، فرق کی تقریریں مختلف ہو سکتی ہیں، مثلاً فرق کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ استغفار کے معنی ہیں: "وقایة شر مامضی" یعنی جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں ان پر ندامت کے ساتھ ان کے دنیوی یا اخروی برے اثرات سے پناہ مانگنا۔

اور توبہ کے معنی ہیں "طلب وقایة شر ما یخافه فی المستقبل" یعنی مستقبل میں معصیت کے صدور سے پناہ مانگنا۔

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ استغفار سے مراد ہے سابقہ گناہ پر ندامت وشرمندگی۔ اور توبہ سے مراد ہے آئندہ کے لئے اس سے باز رہنے کا عزم۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے استغفار سے مراد ہے: معصیت چھوڑ دینا اور توبہ سے مراد اطاعت والا راستہ اختیار کر لینا۔

ان سب تقریرات میں استغفار کا مرحلہ پہلے ہے، اور توبہ کا بعد میں، قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ" [اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، پھر اس کی طرف رجوع کرو۔] (آسان ترجمہ) (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو التعلیق: ۹۴، ۹۵/۳)

توبہ واستغفار کے کئی مواقع ہیں، اور ہر موقع پر اس کی اہمیت بھی دوسرے سے مختلف ہے، مثلاً توبہ، استغفار کی ایک صورت یہ ہے کہ کفر وشرک سے باز آجائے اس سے توبہ کر لے، یہ توبہ خلود فی النار سے بچنے کے لئے اور دخول فی الجنة کے لئے شرط ہے، اسی طرح کوئی معصیت سرزد ہو جائے اس سے بھی توبہ کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر دخول فی النار کا خطرہ ہے، اسی طرح مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کاموں پر بھی استغفار کرنا چاہئے، ان مواقع کے علاوہ ایک اور موقعہ پر بھی استغفار مستحب ہے، اور وہ موقع ہے طاعات سے فراغت کا، کسی نیک کام سے فارغ ہونے کے بعد بھی استغفار مستحسن ہے۔ اس استغفار کے استحسان پر کتاب وسنت کی بہت سی نصوص دلالت کر رہی ہیں، مثلاً قرآن کریم میں ایک جگہ نیک اور متقی لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ" [اورسحری کے اوقات میں استغفار کرتے رہتے ہیں۔] (آسان ترجمہ)

اسی کی وضاحت دوسری جگہ اس طرح سے کی گئی ہے:

"كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ○ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ○" [وہ رات کے وقت کم سوتے تھے، اورسحری کے اوقات میں وہ استغفار کرتے تھے۔] (آسان ترجمہ)

یہاں ساری رات عبادت کرنے کے بعد استغفار کرنے کی تحسین فرمائی جارہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورۂ نصر میں منصب رسالت کے فرائض کی تکمیل کے بعد استغفار کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح حدیث شریف میں وضوء کے بعد کی جو دعائیں آرہی ہیں ان میں بھی توبہ واستغفار موجود ہے:

"أَشهَدُ أَن لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ أَستَغفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيكَ" [میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔]

اور "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ" [اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنادے اور مجھے پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنادے۔]

نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین بار "أَستَغفِرُ اللهَ" [میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔] فرمایا کرتے تھے۔

ان ساری باتوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح کسی نامناسب کام سرزد ہوجانے پر استغفار کیا جاتا ہے، اسی طرح طاعات پر بھی استغفار کرنا مستحسن امر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ خواہ کتنی ہی بلندیوں پر پہنچ جائے اور وہ طاعت وعبادت کے حقوق کی رعایت کی کتنی ہی کوشش کرلے وہ حق تعالیٰ شانہ کی شایان شان کوئی طاعت انجام نہیں دے سکتا، کچھ نہ کچھ خامیاں ضرور رہیں گی۔ طاعت کے بعد جو استغفار کیا جاتا ہے وہ انہی خامیوں اور کمزوریوں پر کیا جاتا ہے۔

اس باب کی پہلی حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد آرہا ہے: کہ میں دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتا ہوں، مذکورہ بالا تقریر سے یہ بات واضح

ہوگئی ہے کہ استغفار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصمت کے منافی نہیں، کیونکہ استغفار صرف کسی گناہ کے سرزد ہونے پر ہی نہیں کیا جاتا بلکہ طاعت کے بعد بھی استغفار کرنا مستحسن ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استغفار بھی کسی معصیت کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ یہ استغفار "استغفار من الطاعۃ" کے قبیل سے تھا۔اس کی وضاحت "باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" میں بھی ہو چکی ہے۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی اور بھی توجیہات کی گئی ہیں، مثلاً بعض نے یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استغفار امت کی تعلیم کے لئے تھا، یعنی مقصد یہ بتلانا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ گناہوں سے معصوم ہیں، صرف طاعات پر اتنا استغفار کرتے ہیں تو امتی جن سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں، انہیں تو بدرجہ اولیٰ استغفار کی کثرت کرنی چاہئے۔(اشرف التوضیح:۹:۲۷۹/۲تا۲۸۲)

وجہ تسمیہ

استغفار باب استفعال کا مصدر ہے، غفر سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ڈھانکنا ہے، بندہ چونکہ معافی کا پردہ اپنے اوپر ڈالتا ہے، اس لئے استغفار کہتے ہیں۔

اور توبہ کے معنی رجوع کے ہیں تو بندہ اس اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے کہ میں اس گناہ کو نہیں کروں گا اس لئے اس کو توبہ کہتے ہیں۔

﴿الفصل الاول﴾

آنحضرت ﷺ کی توبہ واستغفار

{۲۲۱۵} وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰه! لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ ﴿رواه البخاری﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۹۳۳/۳، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخ، حدیث نمبر: ۶۰۶۲۔

حل لغات: استغفر: غفر (ض) غفرا، ڈھانکنا، استغفر (استفعال) بخشش طلب کرنا، اتوب، تاب (ن) توبة، نادم ہونا، رجوع کرنا۔ الیوم، دن جمع ایام۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ واللہ! میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔“

تشریح: اتنی کثرت سے توبہ واستغفار اسلئے نہیں کرتے تھے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گناہ میں مبتلا ہوتے تھے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام عبدیت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہونے کیوجہ سے اپنے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ شاید مجھ سے خدا کی بندگی میں وعبادت میں کوئی قصور ہوگیا ہو اور وہ بندگی نہ کرسکا ہوں۔ جو رب ذو الجلال والاکرام کی شان کے لائق ہے۔

نیز اس سے مقصود امت کو استغفار وتوبہ کی تعلیم دلانا تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ معصوم اور خیر المخلوقات تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں ستر بار توبہ واستغفار فرماتے تھے۔ تو گناہ گاروں کو بطریق اولیٰ استغفار وتوبہ بہت کثرت سے کرنی چاہئے۔

اس حدیث شریف کے اندر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں "سبعین مرة" اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اس کے اندر اختلاف ہے کہ آپ کا فرمانا کہ "اکثر من سبعین مرة" تحدید کے لئے ہے، یا مطلق کثرت کے بیان کرنے کے لئے؟ دونوں قول ہیں۔ اور کثرت بیان کرنے کی صورت میں اکثر کی تفسیر حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہوگی، جس کے اندر سو کا ذکر ہے، جو اس کے بعد آرہی ہے، اور ایسے ہی آئندہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث آرہی ہے۔ (مرقاة: ۶۰/ ۴، التعلیق: ۱۰۱/ ۳)

سو مرتبہ استغفار

{۲۲۱۶} وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۴۶/۲، کتاب الذکر والدعاء الخ، باب استحباب الاستغفار والاستکثار، حدیث نمبر: ۲۷۰۲۔

حل لغات: لیغان: غان، (ض) غینا، بادل گھر آنا، قلب: دل جمع، قلوب۔

ترجمہ: حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ میرے دل پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔"

تشریح: غین بمعنی غیم ہے، بادل، بعض نے کہا کہ غین ہلکے بادل کو کہتے ہیں، یہاں غین سے مراد مطلق تغطیہ ہے۔ مظاہر حق میں "لیغان علی قلبی" کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ [البتہ پردہ کیا جاتا ہے میرے دل پر] اشعۃ اللمعات (ص: ۲۳۶/ ۲) میں ترجمہ کیا گیا ہے: "ہر آئینہ پردہ کردہ می شود بر دل من" حدیث شریف میں جس غین کا ذکر ہے اس سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

ابونصر سراج نے اپنی کتاب کے اندر اس حدیث شریف کے ثبوت سے انکار کر دیا، لیکن دوسرے علماء نے ان کی تردید کی اور کہا کہ یہ حدیث شریف صحیح ہے، البتہ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطلب میں مختلف مذاہب اور اقوال ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل مبارک پر پردہ ہوتا تھا لیکن یہ پردہ کس قسم کا ہوتا تھا، اس میں سکوت ہے، کسی کو حقیقت کا پتہ نہیں، چنانچہ حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ''امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث شریف کے بارے میں پوچھا گیا تو امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کس کے دل کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ سائل نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں۔ تو اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اگر کسی اور کے قلب کے بارے میں پوچھتے تو میں بتا دیتا لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں میرے لئے کچھ کہنے کی مجال نہیں۔ حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ اس جواب کو پسند کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام اصمعیؒ نے ادب کا لحاظ رکھا ہے، اور اس دل کی عزت کا خیال رکھا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مہبط انوار ومہبط وحی بنایا تھا۔ (التعلیق: ۱۰۱ / ۳، مرقاۃ: ۱۲۳ / ۵)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تفسیر سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال قلبیہ اور علوم لدنیہ کی طرف کس کی نظر پہونچ سکتی ہے، دوسری جماعت اس کے معنی بیان کرتی ہے، البتہ مختلف اقوال ہیں:

(۱)...... بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک حالت محمودہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے سامنے اظہار عبودیت فرماتے تھے۔

(۲)...... بعض نے کہا کہ اس سے اظہار تذلل وانکساری مراد ہے۔

(۳)...... قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ہے مداومت علی الذکر کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پر انوار کی بارش برستی رہتی تھی، اگر کسی عارض کی وجہ سے ذکر منقطع ہو جاتا جس کی وجہ سے انوار میں کمی ہو جاتی تھی اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درجہ کی ظلمت تصور فرماتے تھے۔ اس کو ایک قسم کا گناہ شمار کر کے ''لیغان علی قلبی'' کہا گیا ہے، اور پھر اسی سے استغفار

ہوتا تھا۔(التعلیق:۱۰۱/۳،مرقاۃ:۱۲۳/۵)

(۴)......عارف شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ "غین انوار" کے قبیل سے ہے نہ کہ "غین أغیار" کے قبیل سے،اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر صفات حق کے انوار منکشف ہوتے رہتے تھے،اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ انہی تجلیات میں ترقی فرماتے رہتے،تو مرتبہ مافوق کی طرف ترقی کرنے کے بعد حالت سابقہ کو مذموم اور گناہ سمجھ کر اس سے استغفار فرماتے تھے،تو معلوم ہوا کہ یہ غین حجاب اور غفلت نہیں بلکہ غین انوار کے قبیل سے ہے۔شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کو سن کر میرے دل میں اشکال آیا اور مجھ پر اس کا مفہوم واضح نہیں ہوا تھا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا مجھ سے فرما رہے تھے:"یا مبارک ذاک غین الانوار لا غین الظلم والاکدار"

(۵)......بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پسند فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک جناب باری تعالیٰ میں ہر وقت حاضر رہے کسی لمحہ بھی ادھر سے غافل نہ ہو لیکن جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانے پینے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ اختلاط یا اسی قسم کے دیگر امور بشریہ مباحہ میں مشغول ہوتے تھے اور ان کی وجہ سے فی الجملہ جناب باری تعالیٰ سے غفلت ہوتی تھی تو اس مشغولیت کو اپنے طور پر ایک پردہ اور گناہ سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل مبارک لرزاں وترساں اور بے چین ہو جاتا تھا،اسی کی وجہ سے استغفار فرماتے تھے۔(مرقاۃ:۱۲۴/۵)

(۶)......بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی حالت ہے کہ اس کا غیر اولیٰ ہے یعنی چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام تر کمالات وصفات عالیہ کے باوجود بشر تھے،جس کی وجہ سے کبھی کوئی چیز خلاف اولیٰ سرزد ہو جاتی تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استغفار فرماتے تھے۔

(۷)......بعض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی امت کے نقائص کو دیکھتے تو اپنی

امت کے لئے مغفرت طلب کرتے تھے اپنے لئے نہیں وہی یہاں مراد ہے۔

(۸)...... اپنے قلب اطہر سے چچا کے ایمان کے طالب تھے، مگر وہ ایمان نہ لائے تو اس سے استغفار فرماتے تھے۔

(۹)...... امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ روزانہ بلکہ ہر لمحہ اور ہر آن قرب خداوندی میں ترقی فرماتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے ماضی کی حالت کو اپنے حق میں نقص اور ایک درجہ کی ظلمت تصور فرما کر مغفرت طلب فرماتے تھے۔

(۱۰)...... پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طاعات وحسنات پر استغفار فرمایا کرتے تھے، اس استغفار کا منشا ذوق طاعت کی بلندی اور اس بات کا شدید احساس ہے کہ میں حق تعالیٰ شانہ کی عظمت شان کے لائق حق طاعت ادا نہیں کرسکا، بندہ حق تعالیٰ کے جتنا قریب ہوتا چلا جاتا ہے، اور جتنا حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عظمت کے احساس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اتنا ہی بندے کا یہ احساس شدید ہوتا رہتا ہے کہ میں اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہا ہوں۔ اسی احساس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغفرت طلب فرماتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد عالی منقول ہے کہ مومن (کامل) اپنے گناہوں کے متعلق یوں خیال کرتا ہے کہ گویا اس پر ایک بہت بڑا پہاڑ ہے جس کے اس پر گرنے کا خطرہ ہے اور فاجر آدمی گناہ کرکے یہ سمجھتا ہے کہ کوئی مکھی ناک پر بیٹھی تھی، اس نے ہاتھ سے اڑادی یعنی فاجر اپنے گناہوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتا، اور مومن کامل اپنے گناہ کو پہاڑ سمجھتا ہے، اس فرق کی وجہ دونوں کے اندر حق تعالیٰ شانہ کی معرفت اور احساس عظمت میں فرق ہے، مومن میں چونکہ معرفت اور عظمت حق کا احساس زیادہ ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنی کوتاہی پر بہت زیادہ پشیمان ہوجاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ حق تعالیٰ کی معرفت میں تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے اپنا سارا وقت عبادت میں صرف کرنے کے باوجود اور ہر قسم کے نقائص اور کوتاہیوں سے معصوم ہونے کے باوجود اس

بات کا شدید احساس رہتا تھا کہ میں حق تعالیٰ شانہ کی عظمت شان کے لائق ادائیگی حقوق میں کوتاہ ہوں، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمُكُمْ بِاللهِ أَنَا" [بے شک تم سب میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا میں ہوں۔] تقویٰ اور علم باللہ کو جمع کر کے شاید اسی بات کی طرف اشارہ مقصود ہو، قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے: "إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم باللہ، معرفت حق اور احساس عظمت حق کی وجہ سے جو شدید قسم کا احساس پیدا ہوتا تھا، اپنی کوتاہی کا اس کو غین سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔

(اشرف التوضیح: ۲۸۲/ ۳، نفحات التنقیح: ۲۶۳/ ۳، التعلیق: ۱۰۱/ ۳، مرقاۃ: ۶۰/ ۴)

توبہ کا حکم

{۲۲۱۷} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ! تُوْبُوْا اِلَى اللهِ فَاِنِّىْ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِى الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۴۶/۲، کتاب الذکر الخ، باب التوبۃ، حدیث نمبر: ۲۷۰۳۔

حل لغات: توبوا: تاب (ن) توبۃ، نادم ہونا، یوم: دن جمع ایام۔

ترجمہ: ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، اس لئے کہ میں بھی اللہ سے روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔"

تشریح: وعنہ: یعنی یہ روایت بھی حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

یا ایھا الناس توبوا الی اللّٰہ: الناس سے مراد مومنین ہیں، اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو توبہ کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ "وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" [اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تمہیں فلاح

009 Babul Istigfar

نصیب ہو۔](آسان ترجمہ)

فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم اور جملہ گناہوں سے پاک وصاف ہونے کے باوجود دن میں سوسو مرتبہ توبہ کریں تو مسلمانوں کو تو بدرجۂ اولیٰ کثرت کے ساتھ توبہ کرنی چاہئے؛ اس لئے آنحضرت ﷺ نے پہلے جملہ کی تاکید کے لئے اس جملہ کو ارشاد فرمایا: کہ جب میں دن بھر میں سوسو مرتبہ توبہ کرتا ہوں تو تم کو کس درجہ توبہ کرنا چاہئے۔ اس لئے ارشاد فرمایا: کہ لوگو! توبہ کرو، بلکہ توبہ کرتے رہا کرو۔

فائدہ: حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ توبہ کے لئے گناہ صادر ہونا ضروری نہیں، بلکہ گناہ کے صدور کے بغیر بھی مومنین کو توبہ کرتے رہنا چاہئے۔

رجوع الی اللہ کا حکم

{۲۲۱۸} **وَعَنْ** اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنَّہٗ قَالَ یَاعِبَادِیْ! اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّماً فَلَا تَظَالَمُوْا، یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ، یَاعِبَادِیْ! کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ، یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہٗ فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ، یَاعِبَادِیْ! اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ، یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ، یَاعِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَازَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَ کُمْ

وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئاً، يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّكُمْ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمَخِيْطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَاعِبَادِيْ! اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا عَلَيْكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمِدِ اللهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔

﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۱۹، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، حدیث نمبر: ۲۵۷۷۔

حل لغات: ھدیتہ: ھدیٰ (ض) ھدایۃ، راہ دکھانا، جائع: بھوکا، جمع جیاع، عار: ننگا جمع عراۃ، عری (س) عریۃ ننگا ہونا، صعید: زمین کا بلند حصہ جمع صعد و صعدان۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حدیثوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”جو آپ اللہ تعالیٰ سے روایت فرتے تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے؛ اس لئے تم لوگ آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سب گم راہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی؛ اس لئے تم سب مجھ سے ہدایت چاہو تا کہ میں ہدایت دوں، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں نے کھلایا؛ اس لئے تم لوگ مجھ سے کھانا مانگو میں تم سب کو کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو الا یہ کہ جس کو میں نے پہنا دیا؛ اس لئے تم لوگ مجھ سے لباس مانگو میں تم سب کو پہناؤں گا، اے میرے بندو! تم سب رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمہیں معاف کرتا ہوں، اے میرے بندو! تم سب میرے ضرر کو نہیں پہونچ سکتے کہ تم سب مجھے نقصان پہنچاؤ، اور تم سب میرے نفع کو نہیں پہونچ سکتے کہ تم لوگ مجھے نفع پہنچاؤ، اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے انسان اور جنات کسی پرہیزگار آدمی کے دل کے مانند ہو جائیں تو اس کی وجہ سے میری مملکت میں کوئی زیادتی نہ ہوگی، اے

میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے انسان اور جنات تم میں سے بدکار آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس کی وجہ سے میری مملکت میں کوئی کمی نہ ہوگی، اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے انسان اور جنات کسی بلند جگہ پر کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو اس دینے کی وجہ سے میرے خزانے میں کچھ کمی نہیں ہوگی؛ مگر اتنی مقدار جتنا کہ سوئی کو سمندر میں داخل کیا جائے تو جتنا کہ سوئی کم کرتی ہے جب دریا میں داخل کی جائے، تو میرے بندو! یہ سب تمہارے اعمال ہیں جن کی میں نگہداشت کرتا ہوں، پھر میں تمہیں اس کا پورا بدلہ دوں گا، اس لئے جو شخص نیک کام کرے اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے، اور جو اس کے علاوہ کرے تو وہ اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔"

تشریح: فیما یروی عن اللّٰہ تبارک وتعالی: مراد یہ ہے کہ یہ حدیث شریف "حدیث قدسی" میں سے ایک ہے۔

یا عبادی! انی حرمت الظلم علی نفسی: مراد یہ ہے کہ مجھ کو ہر طرح حق تھا کہ میں اپنے بندوں کے ساتھ جیسا چاہے معاملہ کروں، اس لئے کہ مالک کو ہر طرح حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے مملوک کے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے، اور وہ حقیقت میں ظلم بھی نہیں، لیکن اس کے باوجود میں نے ان کے اوپر ظاہری طور پر ظلم کو بھی حرام کر لیا ہے اور بندوں پر بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے کہ آپس میں ظلم وزیادتی نہ کریں؛ اس لئے کہ آپسی ظلم وزیادتی سے نظام عالم گڑبڑ تو ہوگا ہی، آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ سخت عذاب دیگا۔ "وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ" [اور یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو کچھ یہ ظالم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے غافل ہے، وہ تو ان لوگوں کو اس دن تک کیلئے مہلت دے رہا ہے، جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔] (آسان ترجمہ)

یا عبادی!: اس جملہ کا تکرار تاکید کے لئے ہے۔

کلکم ضال الامن ھدیتہ الخ: یہاں ضال سے مراد اسلام کے تفصیلی احکام سے ناواقفیت ہے۔ اس جگہ یہ شبہ نہ ہو کہ اس حدیث شریف میں تو ہے "کلکم ضال" اور دوسری حدیث شریف ہے: "کل مولود یولد علی الفطرة" (بخاری شریف: ۱/۱۸۵)

[ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔]

جس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہر انسان کی پیدائش فطرت اسلام پر ہے، ایسی صورت میں دونوں حدیثوں کے درمیان بظاہر تضاد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنقاکُمْ "كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ" میں فطرت سے مراد توحید ہے، اور حدیث شریف میں "ضال" سے مراد شریعت کے تفصیلی احکام سے ناآشنائی ہے، اس صورت میں دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ "وهو لا ينافي قوله عليه الصلوة والسلام "كل مولود يولد على الفطرة" فان المراد بالفطرة التوحيد والمراد بالضلالة جهالة تفصيل احكام الايمان وحدود الاسلام ومنه قوله تعالىٰ "ووجدضالا" وقيل معناه "عاشقا" (مرقاة: ۵/۱۲۵)

كلكم جائع الامن اطعمت الخ: مراد یہ ہے کہ کھانے کے سلسلے میں سب لوگ اللہ تعالیٰ کے ہی محتاج ہیں، اس لئے کھانے کا مطالبہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے کرنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ ظاہری تدابیر کے ساتھ ساتھ اصل اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے اور اسی سے مانگتے رہنا چاہئے، اس لئے سب چیزیں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ اگر چاہتا ہے تو تمامتر تدابیر کے ساتھ ناکام بنا دیتا ہے، اس لئے تدابیر تو کریں، مگر اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو۔

انما هي اعمالكم: هي ضمیر سے مراد اس حدیث شریف میں مذکور تمام باتیں ہیں۔

احصيها عليكم: احصيها سے یاد رکھنا اور لکھنا دونوں مراد ہیں۔ "اى احفظها واكتبها" (مرقاة: ۵/۱۲۷)

ثم او فيكم ايا ها: مراد یہ ہے کہ آدمی نیک اعمال کرے گا تو بدلہ بھی بھلا ملے گا، اور اگر برے اعمال کرے گا تو اس کو بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا۔

فليحمد الله الخ: مراد یہ ہے کہ آدمی سے نیک اعمال کا صدور ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے، اس لئے کہ نیک اعمال کی توفیق اسی کی طرف سے ہے۔ اور برے اعمال کا صدور ہو جائے تو اپنے نفس کو ملامت کرے؛ اس لئے یہ تقاضۂ نفس کا نتیجہ ہے۔

رحمت الٰہی کی وسعت

{۲۲۱۹} **وَعَنْ** اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَۃً وَ تِسْعِیْنَ اِنْسَانًا، ثُمَّ خَرَجَ یَسْأَلُ فَاَتٰی رَاہِبًا فَسَأَلَہٗ فَقَالَ اَلَہٗ تَوْبَۃٌ؟ قَالَ لَا، فَقَتَلَہٗ وَجَعَلَ یَسْأَلُ، فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْیَۃَ کَذَا وَ کَذَا فَاَدْرَکَہُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِہٖ نَحْوَ ھَا فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلَائِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَ مَلَائِکَۃُ الْعَذَابِ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَ اِلٰی ھٰذَا اَنْ تَبَاعَدِیْ، فَقَالَ قِیْسُوْا مَابَیْنَہُمْ فَوَجَدَ اِلٰی ھٰذِہٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغَفَرَلَہٗ۔ ﴿متق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۴۹۳، کتاب الانبیاء، باب: ۵۴، حدیث نمبر: ۳۵۱ ـ مسلم شریف: ۲/۳۵۹، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل الخ، حدیث نمبر: ۲۷۶۶ ـ

حل لغات: راھبا: گرجاؤں کا گوشہ نشیں، جمع رھبان، رھب (س) رھبۃ خوف کرنا، توبۃ: تاب (ن) توبۃ، نادم ہونا، قریۃ: گاؤں جمع قری، فناءَ: (ن) نوءً، گرنا، قیسوا: قاس، (ض) قیساً ناپنا اندازہ کرنا، شبر: بالشت جمع اشبار۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا، جس نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا تھا، پھر وہ پوچھنے کے لئے نکلا؛ چنانچہ اس نے ایک راہب سے پوچھتے ہوئے کہا: کیا میرے لئے توبہ ہے؟ راہب نے کہا: نہیں! تو اس نے راہب کو قتل کردیا، اور پھر پوچھنے لگا؛ چنانچہ اس کو ایک آدمی نے کہا تم فلاں بستی میں جاؤ جس کا نام و پتہ یہ ہے (وہ چلا) تو؛ لیکن اس کو موت نے راستہ میں گھیر لیا تو وہ سینے کے بل اس کی طرف گرگیا، اس کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے

لگے، اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو حکم دیا کہ میت کے قریب ہو جائے، اور اس بستی کو حکم دیا کہ میت سے دور ہو جائے، اور فرشتوں سے کہا: ان دونوں بستیوں کے درمیان ناپ لو، تو وہ اس بستی سے ایک بالشت قریب پایا گیا، چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کسی کو ناامید نہیں ہونا چاہئے؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ذرا ذرا بہانے سے مغفرت کر دیا کرتا ہے۔ "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ"

قتل تسعة و تسعين انسانا: یہاں قتل سے مراد ظلماً قتل کرنا ہے۔

ثم خرج يسأل: یعنی اس کو اس بات کا احساس ہوا کہ میں اتنا بڑا گنہ گار ہوں، پتا نہیں میری بخشش ہوگی یا نہیں۔

فأتى راهبا فسأله الخ: یعنی اس احساس سے متأثر ہو کر اس نے ایک راہب سے پوچھا کہ میں ننانوے آدمیوں کا قاتل ہوں میری بخشش ہوگی یا نہیں؟

قال لا فقتله: جب اس ننانوے آدمیوں کے قاتل نے سنا کہ میری بخشش نہیں ہے تو اس نے سوچا کہ ایک اور سہی، اور اس نے اس راہب کو قتل کر کے سو پورے کر دئے۔

وجعل يسأل فقال له رجل الخ: مراد یہ ہے کہ اس نے ایک ایسے شخص سے پوچھا جو مسئلے مسائل سے واقف نہ تھا، تو اس شخص نے بخشش کے بارے میں کچھ بتانے کے بجائے یہ کہہ دیا کہ مجھے تو اتنی معلومات نہیں ہے؛ البتہ فلاں بستی میں (جس کا نام پتہ یہ ہے) نیک لوگ رہتے ہیں وہ آپ کو بخشش کے بارے میں صحیح بات بتا سکتے ہیں۔

كذا و كذا: ایک کذا سے گاؤں کا نام مراد ہے، اور دوسرے کذا سے گاؤں کی صفت؛ یعنی اس کا پتہ علامت اور جانے کا راستہ مراد ہے۔

فادركه الموت: مراد یہ ہے کہ وہ آدمی اس بستی کی طرف چل تو پڑا، ابھی درمیان راستے ہی میں تھا کہ اس پر موت کے آثار ظاہر ہوئے اور اس کو یہ احساس ہوگیا کہ یہ میرا آخری وقت ہے۔

فناء بصدره نحوها: یعنی جب اس نے دیکھا کہ اب میری موت قریب ہے اور آگے

چل نہیں سکتا تو وہ جس گاؤں کی طرف جارہا تھا اس طرف سینے کے بل گرگیا؛ تا کہ کچھ اور قریب ہو جائے۔

فاختصمت فيه ملائكة الرحمة الخ: یعنی اس آدمی کی حالت ایسی ہوگئی کہ بظاہر اس میں بیک وقت نیک اور بد دونوں صفتیں جمع ہوگئیں؛ بدی کی صفت تو یہ ہے کہ سو آدمیوں کا قاتل ہے اور نیکی کی صفت یہ ہے کہ توبہ کا پختہ ارادہ ہے، توبہ کے ارادہ سے چلا ہے اپنے کئے پر ندامت ہے، اس لئے اس کی روح نکالنے کے لئے رحمت اور عذاب دونوں کے فرشتے آگئے، روح ایک، جماعت دو، دونوں میں تکرار ہوگئی۔ عذاب کے فرشتے کہتے ہیں کہ سو آدمیوں کا قاتل ہے، اس لئے روح ہم نکالیں گے، رحمت کے فرشتے کہتے ہیں کہ اپنے اعمال بد پر شرمندہ ہوا ہے، توبہ کا پختہ ارادہ ہے توبہ کی نیت سے گھر سے اور اپنی بستی سے نکلا ہے اور فلاں بستی میں توبہ کے لئے ہی جارہا ہے، اس لئے اس کی روح ہم نکالیں گے۔

فاوحى الله الى هذه ان تقربي الخ: یعنی ابھی فرشتوں کی دونوں جماعتوں کے درمیان فیصلہ نہیں ہو پایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس گاؤں کو جس گاؤں کی طرف وہ جارہا تھا یہ حکم دیا کہ ذرا قریب ہوجا، اور جس گاؤں سے وہ چلا تھا اس گاؤں کو حکم دیا کہ تو دور ہوجا، اس حکم پر دونوں نے کہا: سمعنا وأطعنا۔ چنانچہ جس بستی کی طرف جارہا تھا وہ قریب ہوگئی اور جس بستی سے نکلا تھا وہ ذرا دور ہوگئی۔

فقال قيسوا ما بينهما الخ: تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی دونوں جماعتوں کو حکم دیا کہ دونوں گاؤں کے درمیان ناپ لو، ناپا گیا تو وہ اس بستی کے ایک بالشت قریب پایا گیا، جس کی طرف توبہ کے لئے جارہا تھا، تو اس کی مغفرت کردی گئی۔ اور رحمت کے فرشتوں کو روح نکالنے کا حکم فرمایا۔

یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ طالب توبہ کے لئے حق تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کسی قید اور حد کی پابند نہیں، اس کی بے پایاں رحمت خلوص قلب کے ساتھ اپنی طرف متوجہ ہونے والے بڑے سے بڑے سرکش اور گنہ گار کو بھی اپنے دامن میں چھپالیتی ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جب کوئی بندہ قلب ونیت کے اخلاص کے ساتھ بارگاہ الوہیت

کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں کو بھی اس سے راضی کردیتا ہے۔ (طیبی: ۵/۱۰۴، التعلیق: ۳/۱۰۵)

یہ حدیث شریف اس بات کی ترغیب دلا رہی ہے کہ توبہ واستغفار کے ذریعہ اپنے دامن کو گناہوں کی آلائش سے پاک وصاف رکھا جائے اور بڑے سے بڑے گناہوں میں ملوث ہونے کے باوجود حق تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے مایوسی اور ناامیدی کو اپنے پاس پھٹکنے بھی نہ دیا جائے۔ اس لئے کہ گناہ کتنے بھی زیادہ ہوں مگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے، اس لئے بڑے سے بڑے گنہگار کو ناامید ہونے کی کوئی گنجائش نہیں، اس کو کسی نے کہا ہے:

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
صد بار گر توبہا شکستی باز آ
ایں در گہے مادر گہے نو امیدی نیست
صد بار گر توبہا شکستی باز آ

ہمارا دربار ناامیدی کا دربار نہیں ہے، سینکڑوں مرتبہ توبہ کرکے اگر توڑ چکے ہو تو بھی ناامید ہونے کی ضرورت نہیں۔

شانِ غفاریت کا مظاہرہ

{۲۲۲۰} **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ! لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۵۵، کتاب التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار الخ، حدیث نمبر: ۲۷۴۹۔

حل لغات: تذنبوا: اذنب (افعال) گناہ کرنا، لذھب: ذھب بہ (ف) ذھباً لے جانا، فیغفر

غفر (ض) غفرا ڈھانپنا استغفر (استفعال) مغفرت طلب کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں لے جا کر دوسری قوم لے آئے گا، جو گناہ کرے گی، اللہ سے مغفرت طلب کرے گی اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے گا۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ کی ایک صفت چونکہ توّاب بھی ہے؛ اس لئے آدمی سے گناہ ہو جائے تو گھبرائے نہیں؛ بلکہ توبہ کرے، اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے؛ لیکن اگر انسان گناہ کرنا چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کی صفت توابیت بے معنی ہو کر رہ جائے تو اللہ تعالیٰ گناہ نہ کرنے والی قوم کو ختم کر کے دوسری گناہ کرنے والی قوم کو پیدا کرے گا؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمال مغفرت کا مظاہرہ ہوتا رہے۔

اس حدیث شریف میں گناہ کرنے کی ترغیب دینا مقصود نہیں، کیونکہ یہ تو بعثت انبیاء علیہم السلام کے مقصد کے خلاف ہے، بلکہ غلطی اور گناہ سرزد ہو جانے پر فوری طور سے توبہ واستغفار کی طرف توجہ کی ترغیب دینا مقصود ہے، اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ توبہ واستغفار بدظنی کے ساتھ نہ ہو، بلکہ توبہ واستغفار کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے مغفرت ومعافی کی قوی امید ہو، اگر پختہ یقین کے ساتھ توبہ واستغفار کرے تو اللہ رب العزت ضرور معاف فرمائیں گے۔ (التعلیق: ۱۰۵/ ۳)

اس لئے اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق میں سے بعض میں مادہ شر پیدا کیا ہے، اور بعض میں مادہ خیر پیدا کیا ہے اور بعض مخلوق اس قسم کی ہے جس میں خیر وشر دونوں ہیں۔

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی ذات میں کفر وشر ہی کا مادہ ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

''وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا'' (سورۂ بنی اسرائیل) [اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔] (آسان ترجمہ)

اور ملائکہ کی ذات میں فرمانبرداری اور خیر ہے اور ان میں سرتابی ونافرمانی کی مطلق گنجائش نہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

"لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ" (سورۂ تحریم:۶) [جو اللہ کے کسی حکم میں نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔] (آسان ترجمہ)

ان دو مخلوقوں کے علاوہ یہاں ایک تیسری مخلوق اور بھی ہے، یعنی حضرت انسان، جس میں یہ دونوں باتیں جمع نظر آتی ہیں، ارشاد ہے:

"خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا" (سورۂ توبہ:۱۰۲) [انہوں نے ملے جلے عمل کئے، کچھ نیک کام اور کچھ برے۔] (آسان ترجمہ)

ان دونوں مادوں کے اجتماع کی وجہ سے کبھی شر کا مادہ غالب آتا ہے، جس کی وجہ سے شر کا صدور ہوتا ہے، پھر خیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی شرارت پر نادم ہو کر اس سے معافی مانگ لیتا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی پردہ پوشی بھی فرماتے ہیں، اور اس کو معاف بھی فرمادیتے ہیں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے "ستار وغفار" ہونے کا مظہر سامنے آتا ہے، اور یہ بات خلاف حکمت ہے کہ انسان کے اندر سے شر اور معصیت کا مادہ ہی ختم کردیا جاتا، اور اس سے معصیت کا صدور ناممکن ہوجاتا، اس لئے پھر تو باری تعالیٰ کی صفت غفاری وستاری کا مظہر سامنے نہ آتا۔ (ترجمان السنۃ:۳/۳۵۶)

خلاصہ یہ ہے کہ معصیت تشریعی اعتبار سے تو قبیح خالص ہے، لیکن تکوینی اعتبار سے اس میں حکمتیں ہیں، انسان چونکہ تشریعی امور کا مکلف ہے، اس لئے قبح تشریعی پر نظر کرتے ہوئے اس سے بچنا ضروری ہے؛ لیکن معصیت سرزد ہونے کی صورت میں مایوسی نہیں ہونی چاہئے؛ بلکہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں کوتاہی نہ ہو اور یہ یقین رکھے کہ اس گناہ کے صدور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکوینی حکمت ہے، یعنی اس سے اللہ تعالیٰ کے غفاری وستاری اور غفور ہونے کا ظہور ہوتا ہے، اور باری تعالیٰ شانہ کی صفات جلال وکمال کامل طریقے سے ثابت ہوتی ہیں، اس لئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق پیدا کی جائے اور رازقیت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مرزوق ہو، ہدایت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس

میں ہدایت لینے کی صلاحیت ہوتا کہ اللہ رب العزت کی طرف سے اس کو ہدایت ملے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی مخلوق ہو جس میں خیر کے علاوہ شر کا مادہ بھی موجود ہو، جس سے گناہ بھی سرزد ہوں، پھر وہ حق تعالیٰ شانہ کی درگاہ میں استغفار بھی کرے اور معافی چاہے، تاکہ اللہ رب العزت غفار وغفور ہونے کی بنیاد پر اس کی مغفرت وبخشش کا فیصلہ فرمائیں۔ (التعلیق: ۱۰۵/۳، نفحات التنقیح: ۲۶۴/۳، اشرف التوضیح: ۲۸۴/۲)

توبہ کا وسیع دروازہ

{۲۲۲۱} وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ وَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۵۸/۲، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب الخ، حدیث نمبر: ۲۷۵۹۔

حل لغات: یبسط: بسط (ن) بسطا پھیلانا، ید: ہاتھ جمع ایدی، یتوب: تاب (ن) توبۃ نادم ہونا، الشمس: جمع شموس، مغرب: غروب ہونے کی جگہ، جمع مغارب۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے، اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے۔''

تشریح: یبسط یدہ: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے۔ ''قال النووی: البسط کنایۃ عن قبول التوبۃ'' (مرقاۃ: ۵/۱۲۹)

حتی تطلع الشمس من مغربھا: یعنی قیامت جب بالکل قریب ہوجائے گی

اس وقت سورج بجائے مشرق سے طلوع ہونے کے مغرب سے طلوع ہوگا، اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اس کے بعد کسی کی کوئی توبہ قبول نہ ہوگی۔

گناہ کا اعتراف

{۲۲۲۲} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ ﴿متفق علیه﴾

حواله: بخاری شریف: ۱/۳۶۵، کتاب الشهادات، باب تعدیل النساء بعضهن بعضا، حدیث نمبر: ۲۵۸۷۔

مسلم شریف: ۲/۳۶۶، کتاب التوبة، باب حدیث الافک، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

حل لغات: اعترف: (افتعال) اقرار کرنا، تاب: تاب (ن) توبة نادم ہونا، متوجہ ہونا۔

ترجمه: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب بندہ نادم ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔“

تشریح: اذا اعترف: مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔

ثم تاب: مراد یہ ہے کہ گناہوں کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ توبہ کے ارکان وشرائط کا خیال کرتے ہوئے توبہ کرے۔

تاب اللّٰہ علیہ: تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

توبہ کی قبولیت

{۲۲۲۳} وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِہَا تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۳۴۶/۲، کتاب الذکر والدعا، باب التوبۃ، حدیث نمبر: ۲۷۰۳۔

حل لغات: طلع: (ن ف) طلوعا، نکلنا، الشمس: سورج جمع شموس، مغربھا: غروب ہونے کی جگہ، جمع مغارب۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔''

تشریح: اس حدیث شریف میں قبول توبہ کی حد بیان کی گئی ہے، لوگوں کی توبہ اس وقت تک قبول ہوتی رہے گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا، جب قیامت کے قریب سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی، تقریباً یہی مضمون قرآن کریم کی اس آیت میں بھی وارد ہوا ہے: ''یَوْمَ یَأْتِی بَعْضُ آیَاتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا إِیمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِیمَانِهَا خَیْرًا'' (الانعام) [جس دن تمہارے پروردگار کی کوئی نشانی آ گئی اس دن کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے لئے کار آمد نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی نیک عمل کی کمائی نہ کی ہو۔] (آسان ترجمہ)

اس حدیث شریف سے اتنی بات تو واضح ہے کہ طلوع شمس من مغربہا کے وقت جو لوگ موجود ہوں گے اور اصول وفروع اسلام کے مکلف ہوں گے ان کی توبہ یا کسی کافر کا ایمان اس کے بعد مقبول نہیں ہوگا؛ لیکن جو لوگ اس وقت کے بعد پیدا ہوں گے یا جو لوگ اس وقت نابالغ ہوں بعد میں بالغ ہوئے ہوں ان کی توبہ بھی قبول ہوگی یا نہیں اس میں اختلاف ہوا ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد قیامت تک توبہ کا دروازہ بند رہے گا، اس کے بعد کسی کی بھی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عدم قبول توبہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو طلوع الشمس من مغربھا کا مشاہدہ (بحالت تکلیف) کریں گے، لہٰذا جو لوگ اس کے بعد پیدا ہوں گے یا اس واقعہ کے بعد بالغ ہوں گے ان کی توبہ قبول ہوگی، بعض حضرات نے ترجیح اس بات کو دی ہے کہ بعد میں پیدا ہونے والے لوگوں میں سے اگر کسی کو تواتر کے ساتھ اس واقعہ کی خبر پہنچ گئی اور اس کو اس کے وقوع کا یقینی علم ہوگیا تو اس وقت سے اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، جن کو یقینی طور پر اس واقعہ کی اطلاع نہیں ملے گی ان کی توبہ قبول ہوتی رہے گی۔ (التعلیق: ۳/۱۰۶)

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے بیان القرآن میں روح المعانی کا حوالہ دیتے ہوئے ترجیح اس بات کو دی ہے کہ جب لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں گے اور اس کی یہ ہولناکی ذہنوں سے نکل جائے گی تو توبہ دوبارہ قبول ہونی شروع ہوجائے گی۔ واللہ اعلم (بیان القرآن، سورۂ انعام تحت قولہ تعالیٰ "هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ الخ" [یہ (ایمان لانے کے لئے) اس کے سوا کسی بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تمہارا پروردگار خود آئے، یا تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آجائیں۔] (آسان ترجمہ) (اشرف التوضیح: ۲/۲۸۵)

توبہ سے اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا

{۲۲۲۴} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَتْ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَ شَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا قَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۵۵، اول کتاب التوبۃ، حدیث نمبر: ۲۷۴۷۔

حل لغات: فرحا: فرح، (س) فرحا خوش ہونا، فلاۃ: وسیع بیابان جمع فلوات، فلت (ض) رہا ہونا، انفلت (انفعال) رہا کرنا، ظلھا: سایہ جمع ظلال، خطامھا: لگام جمع خطم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے، جب وہ توبہ کرتا ہے، جتنا تم میں سے کوئی اس وقت خوش ہوتا ہے کہ اس کی سواری وسیع جنگل میں ہو اور وہ غائب ہو جائے، جس میں اس کا کھانا اور پینا ہو، جس سے وہ ناامید ہو کر ایک درخت کے نیچے آ کر لیٹ جائے اور وہ سواری سے بالکل ناامید ہو جائے، پھر وہ اچانک اسی حال میں اپنی سواری کو کھڑی پائے تو وہ اس کی لگام کو پکڑ کر خوشی کی تاب نہ لا کر کہے ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَ اَنَا رَبُّكَ'' [اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں] اس نے شدت خوشی کی وجہ سے غلطی کی۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے بے پناہ خوش ہوتا ہے؛ اس لئے توبہ کا اہتمام کیا جانا چاہیے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی آسان ہو جائے۔

لله اشد فرحا بتوبة عبده حين يتوب اليه الخ: اس سے مراد کمال درجے کی رضامندی ہے، اور یہ مثال تو بس لوگوں کو سمجھانے کے لئے دی گئی ہے: اس لئے کہ یہ کمال رضا اور کمال خوشنودی کی اعلیٰ درجہ کی مثال ہے، کمال خوشنودی کے اظہار کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ہوسکتی۔ ظاہر ہے کہ انسان دور دراز کے سفر پر ہے، جنگل بیابان میں ہے، اس زمانہ میں اونٹنی اعلیٰ درجہ کی سواری دور دراز سفر کے لئے ہوتی تھی، راستہ میں کھانے پینے کا سامان بھی اس پر ہوتا تھا، ایسی حالت میں وہ اونٹنی مع کھانے پینے کے سامنے کے گم ہو جائے تو انسان کو کتنا رنج ہوگا، اس لئے کہ ہلاکت اس کے سامنے ہے، بغیر سواری کے سفر نہیں کرسکتا، خود اس بیابان میں کھائے پیئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ جنگل، بیابان میں سانپ بچھو زہریلے جانور اور شیر بھیڑئے وغیرہ ہیں، درندوں کا خوف الگ، غرض ہر صورت میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے، ایسی حالت میں اچانک سواری مع سامان کے ملنے کی صورت میں

خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا، کہ ایسی حالت میں ہوش وحواس بھی ٹھکانے نہ رہے، زبان سے کہنا کچھ چاہتا ہے نکل کچھ رہا ہے۔ یقیناً انتہائی خوشی کے اظہار کے لئے اس سے بہتر تعبیر نہیں ہوسکتی۔ اس طرح کی خوشی کا انتساب ذات باری تعالیٰ کے لئے مناسب اور درست ہے۔ "قال الطیبی المراد کمال الرضا لان الفرح المتعارف لایجوز علیه تعالیٰ" (مرقاۃ:۱۰۷/۵)

فائدہ: حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی اگر مغلوب الحال ہو اور اسی غلبہ حال کی حالت میں کوئی کلمہ اس کی زبان سے غلط نکل جائے تو اس پر گرفت نہیں۔

بار بار گناہ بار بار توبہ

{۲۲۲۵} **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَبْداً اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهٗ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَأْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَکَثَ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا، فَقَالَ رَبِّ! اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ، فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَأْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَکَثَ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْباً فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْباً آخَرَ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَأْخُذُ بِهٖ غَفَرْتَ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَاشَاءَ۔ (متفق علیه)

حوالہ: بخاری شریف:۱۱۱۷/۲، کتاب التوحید، باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ الخ، حدیث نمبر:۷۵۰۶۔ مسلم شریف:۳۵۷/۲، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وان تکررت الخ، حدیث نمبر:۲۷۵۸۔

حل لغات: ربا: پالنہار، جمع ارباب، الذنب: گناہ جمع ذنوب، مکث (ن) مکثاً رکنا ٹھہرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ بندہ کوئی گناہ کر کے کہتا ہے اے میرے رب! میں نے گناہ کرلیا ہے: اس لئے مجھے

بخش دیجئے، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کی وجہ سے پکڑ بھی کرتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، پھر وہ اس وقت تک رکا رہتا ہے، جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، پھر کوئی گناہ کر کے کہتا ہے، اے میرے رب! میں نے گناہ کر لیا ہے، اس لئے مجھے بخش دیجئے، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے، اور اس کی وجہ سے پکڑ کرتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر وہ اس وقت تک رکا رہتا ہے جب تک اللہ چاہتا ہے، پھر وہ کوئی گناہ کر کے کہتا ہے اے میرے رب! میں نے گناہ کر لیا ہے، اس لئے مجھے بخش دیجئے، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے، اور اس کی وجہ سے پکڑ بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا وہ جو چاہے کرے۔"

تشریح: انسان گناہ کی وجہ سے بار بار توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ کو قبول کر کے اس کی مغفرت کرتا ہی رہتا ہے۔

فلیفعل ما شاء: حدیث شریف کے ان کلمات سے مقصد گناہ کی ترغیب دینا نہیں ہے؛ بلکہ مراد گناہ سے روکنا ہے؛ اس لئے کہ آدمی کو جب اختیار مل جاتا ہے تو خود بخود محتاط ہو جایا کرتا ہے۔

اس کے باوجود اگر گناہ ہو جائے اور بار بار ہوتا رہے اور وہ بندہ توبہ کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کا تقاضہ ہے کہ اس کی توبہ بار بار قبول ہوتی رہتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ توبہ حقیقی توبہ ہو کہ توبہ کے وقت اپنے کئے ہوئے گناہ پر حقیقۃً ندامت اور شرمندگی ہو اور آئندہ پختہ ارادہ ہو کہ ہرگز ہرگز اس گناہ کو نہیں کریگا۔ اور اس کے قریب بھی نہیں جائے گا، مگر اس پختہ عہد کے باوجود پھر اس پر بشری تقاضہ غالب آجاتا ہے اور پھر گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور پھر اس کے بعد پھر اسی طرح پختہ توبہ کرتا ہے اور بار بار اس کی نوبت آتی ہے تو اس کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور اس کی توبہ قبول ہوتی رہتی ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر بار بار توبہ کر کے پھر گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو پھر بھی وہ ناامید نہ ہو اور یہ نہ سوچے کہ اب میری مغفرت نہیں ہو سکتی، اور یہ سوچ کر آئندہ توبہ ہی سے رک جائے بلکہ اس کے باوجود اس کو پھر پختہ توبہ کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے توبہ پر

استقامت کی توفیق بھی مانگنا چاہئے، کبھی نہ کبھی ان شاء اللہ اس کو اس توبہ کی برکت سے توبہ پر استقامت بھی نصیب ہوگی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ توبہ کے وقت ہی ارادہ ہو کہ پھر موقع ملا تو اس گناہ کو کروں گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہ توبہ توبہ ہی نہیں۔ (تفصیل کے لئے مرقاۃ: ۶۷/۳، التعلیق: ۱۰۷/۳، ملاحظہ ہو۔)

کسی گنہ گار کو دوزخی نہ کہو

{۲۲۲۶} وَعَنْ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللّٰهِ! لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِىْ يَتَأَلّٰى عَلَيَّ، اَنِّىْ لَا اَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَاِنِّىْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ اَوْ كَمَا قَالَ۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۲۹/۲، کتاب البر والصلۃ، باب عن تقنیط الانسان رحمۃ اللہ، حدیث نمبر: ۲۶۲۱۔

حل لغات: یتاتی: تاتی، (تفعیل) قسم کھانا، احبطت (افعال) عمل ضائع کرنا،

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ ایک آدمی نے کہا خدا کی قسم فلاں کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ کون شخص ہے جو میری قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا، بلا شبہ میں نے اس شخص کو بخش دیا، اور تیرے عمل کو ضائع کیا۔

تشریح: حدث ان رجلا الخ: اس حدیث شریف میں رجل سے مراد اس امت محمدیہ کا کوئی مرد ہوسکتا ہے، یا پچھلی امتوں میں سے کسی امت کا کوئی فرد ہوسکتا ہے، دونوں احتمالات ہیں۔

واللہ لا یغفر اللہ لفلان: یعنی اس گنہ گار آدمی کے بہت زیادہ گناہ ہونے اور اپنے آپ کو بہت پارسا سمجھنے کی وجہ سے کسی سے کہا: کہ اللہ تعالیٰ اس گنہ گار شخص کی

بخشش نہیں کرے گا۔

حاصل یہ ہے کہ اس قسم کھانے والے نے اس کے نہ بخشے جانے کا جو یقین کیا تھا، اس پر عتاب ہوا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کو تنگ اور محدود کر رہا ہے اور کسی بندہ کو یہ حق نہیں۔ اور اس شخص کو بخش دیا گیا، یعنی جس شخص کے لئے کہا تھا: کہ اس شخص کی بخشش نہیں ہوگی، اس کی بخشش اور مغفرت فرمادی اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا کہ میں بڑے سے بڑے گنہگار کو بخشتا ہوں اور مغفرت کرتا ہوں۔ لہٰذا کسی کے بارہ میں قطعی طور پر یہ کہنا کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی ہے، جائز نہیں ہے۔ ہاں! قرآن وحدیث نے جن کو جنتی یا دوزخی کہا ہے ان کو کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مرقاۃ: ۳/۶۷)

سید الاستغفار

{۲۲۲۷} **وَعَنْ** شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَ مَنْ قَالَھَا مِنَ النَّھَارِ مُوْقِنًا بِھَا فَمَاتَ مِنْ یَوْمِہٖ قَبْلَ اَنْ یُمْسِیَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الجَنَّۃِ وَ مَنْ قَالَھَا مِنَ اللَّیْلِ وَ ھُوَ مُوْقِنٌ بِھَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُصْبِحَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ ﴿رواہ بخاری﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/ ۹۳۳، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، حدیث نمبر: ۶۰۶۱۔

حل لغات: سید: سردار، جمع سادات، عھد: وفا، جمع عھود، (س) عھدا، حفاظت کرنا، صنع، (ف) صنعا وصناعة: بنانا، موقنا: یقن (س) یقینا یقین کرنا۔

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سید الاستغفار یہ ہے کہ تم کہو اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک ہو سکے گا میں تیرے کئے ہوئے عہد اور وعدے پر قائم رہوں گا، میں اپنے عمل اور کردار کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں اقرار کرتا ہوں کہ تو نے مجھے نعمتوں سے نوازا، اور اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے تیری نافرمانی کی، مجھے بخش دے، اس لئے کہ تیرے سوا کوئی گناہ کو بخشنے والا نہیں، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یقین کے ساتھ دن کے کسی حصے میں یہ کلمات کہے، پھر اسی دن شام سے پہلے اس کی موت ہوگئی تو وہ جنتی ہے اور جس شخص نے یقین کے ساتھ رات کے کسی حصے میں یہ کلمات کہے اور صبح سے پہلے اس کی موت ہوگئی تو وہ جنتی ہے۔''

تشریح: بندے میں کمی کوتاہی ایک لازمی عنصر ہے؛ اس لئے استغفار کا ورد جاری رہے تا کہ بخشش ہو کر سعادتوں سے بہرہ ور ہو جائے۔

سید الاستغفار: سید سے رئیس اور استغفار سے انتہائی درجے کی معذرت مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ کلمات توبہ کے لئے جامع ہیں۔ ''استعیر لفظ السید من الرئیس وأن التوبة غاية الاعتذار . . . والظاهر من الحديث الاطلاق مع ان جامعية لمعانی التوبة'' (مرقاة: ۳/۶۸)

ان تقول: یہ خطاب عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

وانا علی عهدک ووعدک ما استطعت: یعنی میں نے عالم ارواح میں یا ایمان لا کر جو وعدہ کیا ہے اور تیری عبادت کے لئے میں نے جو عہد کیا ہے اس پر اپنی وسعت کے بقدر قائم رہوں گا۔

اعوذ بک من شر ما صنعت: یعنی تقاضۂ بشری کی بنیاد پر کچھ شرارتیں سرزد ہو جاتی ہیں؛ اس لئے اے اللہ! میں اپنے عمل و کردار کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ابوء لک بنعمتک علی الخ: یعنی تو نے میرے اوپر انعامات کی بارش کی؛ لیکن

میں نے نافرمانیاں کی ہیں؛ اس لئے میں تجھ ہی سے مغفرت طلب کرتا ہوں؛ چونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کی بخشش کرنے والا نہیں ہے۔

قال و من قالها من النهار الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات کہہ لے اس کا یہ فائدہ ہے کہ شام تک اگر اس کی موت ہو جاتی ہے تو وہ جنتی ہے، اور اگر شام کے وقت پڑھ لے اور صبح کے وقت سے پہلے پہلے اس کی موت ہو جاتی ہے تو وہ جنتی ہے۔ (التعلیق: ۳/۱۰۸)

﴿الفصل الثانی﴾

بخشش کا وسیع سمندر

{۲۲۲۸} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ آدَمَ! اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَاکَانَ فِیْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا اِبْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ، یَاابْنَ آدَمَ اِنَّکَ لَوْ لَقِیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا، ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَاتُشْرِکُ بِیْ شَیْأً لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِھَا مَغْفِرَۃً۔ ﴿رواہ الترمذی ورواہ احمد والدارمی عن اَبِیْ ذَرٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۴/۲، ابواب الدعوات، باب: ۱۰۶، حدیث نمبر: ۳۵۴۰۔ مسند امام احمد: ۱۶۷/۵، دارمی: ۴۱۴/۲، کتاب الرقائق، باب اذا تقرب العبد الی اللّٰہ، حدیث نمبر: ۲۷۸۸۔

حل لغات: دعوتنی: دعا (ن) بلانا، رجوتنی، رجا (ن) رجاء امید کرنا، القراب: قاف پر پیش اور زبر کے ساتھ بمعنی برابر۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابن آدم! جب تک مجھ سے پر امید ہو کر تو گناہوں کی معافی مانگتا رہے گا، تو نے جو کچھ بھی کیا ہوگا میں بخش دوں گا، اے ابن آدم! مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو بھی تجھے بخش دوں گا، اور اے ابن آدم! مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، اگر تو مجھ سے زمین کے برابر گناہ کے ساتھ ملے دراں حالانکہ تو کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کرتا تو میں تیرے پاس

اسی کے برابر مغفرت لے کر آؤں گا۔"

تشریح: انک ما دعوتنی ورجوتنی: یعنی آدمی گناہ سرزد ہونے کے بعد پر امید ہو کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے گا تو اس کی بخشش ہو جائے گی خواہ گناہ کتنا ہی بڑا ہو یا بہت سارے گناہ ہوں۔

لاتشرک بی شیئا: بس شرط یہ ہے کہ بندہ شرک نہ کرتا ہو، اس لئے کہ شرک نہیں بخشا جائے گا، ایسے ہی شرک کے ہوتے ہوئے آدمی توبہ کرے تو وہ توبہ بھی قبول نہیں۔

مغفرت کا یقین رکھے

{۲۲۲۹} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ عَلِمَ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَۃٍ عَلٰی مَغْفِرَۃِ الذُّنُوْبِ، غَفَرْتُ لَہٗ وَلَا اُبَالِیْ مَالَمْ یُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا۔ (رواہ فی شرح السنہ)

حوالہ: شرح السنة: ۸/ ۲۷۹، کتاب الرقاق، باب الرجاء الخ، حدیث نمبر: ۴۱۹۰۔

حل لغات: قدرة: قدر (ن،ض) قدرة، قادر ہونا، الذنوب، جمع ہے ذنب کی بمعنی گناہ۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ جسے یہ یقین ہے کہ میں گناہوں کی بخشش پر قادر ہوں تو اسے بخش دوں گا، اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے جب تک کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھے، اللہ تعالیٰ ضرور گناہوں کی بخشش کر دے گا۔

قال اللہ تعالی: یعنی یہ حدیث قدسی ہے۔

من علم انی ذو قدرة: یعنی آدمی کو اس بات پر یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ

گناہوں کی مغفرت پر قادر ہے، خواہ کتنے ہی ہوں اور کتنے ہی بڑے ہوں، اس یقین کی وجہ سے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔ باقی شرط یہی ہے کہ وہ شرک نہ کرتا ہو، اس لئے کہ شرک کی بخشش نہیں اور شرک ہوتے ہوئے بھی بخشش نہیں۔

استغفار کا اثر

{۲۲۳۰} **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجاً وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ ﴿رواہ احمد وابوداؤدو ابن ماجہ﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۱/۲۴۸، حدیث نمبر: ۲۲۳۴۔ ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۳، کتاب الصلوۃ، ابواب الوتر، باب الاستغفار، حدیث نمبر: ۱۵۱۸۔ ابن ماجہ شریف: ۲۷۱، ابواب الادب، باب الاستغفار، حدیث نمبر: ۳۸۱۹۔

حل لغات: لزم (س) لزوما، لازم پکڑنا۔ ضیق ضاق (ض) ضیقاً، تنگ ہونا۔

ترجمہ: ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے استغفار کو لازم پکڑا، اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے نجات، ہر غم سے چھٹکارا دے دیتا ہے، اور ایسی جگہ سے اس کو رزق دیتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔“

تشریح: وعنہ: یعنی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

من لزم الاستغفار الخ: مراد کثرت استغفار ہے، مطلب یہ ہے کہ گناہ ہو، مصیبت ہو یا کوئی اور وجہ آدمی کو چاہئے کہ استغفار جاری رکھے اس سے آدمی کو بڑی راحت ملتی ہے۔ یا پھر اس کے معنی ہیں کہ استغفار پر مداومت اور ہمیشگی اختیار کرے، کیونکہ زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں انسان استغفار کا محتاج نہ ہو، اسی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ اِسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا“ [خوش بختی ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنے

نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت پائی۔

حدیث پاک میں مذکورہ فضیلت کی بنیاد یہ ہے کہ جو شخص استغفار کو اپنے او پر لازم کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے قلب کا تعلق اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کا اعتماد مستحکم اور قوی ہوجاتا ہے، اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں اس کا شمار اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ (مرقاۃ: ۶۹/ ۳)

حدیث پاک میں آیت پاک کی طرف اشارہ ہے کہ استغفار کی کثرت کی وجہ سے بندہ اس آیت کا مصداق ہوجاتا ہے: "وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (سورۂ طلاق) [اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردیگا۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے گمان بھی نہیں ہوگا۔] (آسان ترجمہ)

کثرتِ استغفار کا فائدہ

{۲۲۳۱} وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ ﴿رواه الترمذی وابوداؤد﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۶/۲، باب: ۱۱۸، ابواب الدعوات، حدیث نمبر: ۳۵۵۹۔ ابوداؤد شریف: ۲۱۲، ابواب الوتر، باب فی الاستغفار، حدیث نمبر: ۱۵۱۴۔

حل لغات: اصر: (افعال) پختہ ارادہ کرنا، عاد: عاد (ن) عوداً لوٹنا، الیوم: دن جمع ایام۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص استغفار کرتا ہے اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا اگرچہ وہ دن میں ستر مرتبہ گناہ کرے۔''

تشریح: دراصل اصرار علی المعصیۃ (کسی گناہ کو بار بار کرنا) بڑی سخت چیز ہے، خواہ وہ

معصیت صغیرہ ہی کیوں نہ ہو، اور جو گناہ کبھی کبھار ثابت ہو وہ چاہے کبیرہ ہو اتنا سخت نہیں ہے؛ لیکن اس حدیث شریف میں یہ فرمارہے ہیں کہ استغفار اتنی مؤثر شئ ہے کہ وہ اصرار علی المعصیت کو بھی بے اثر اور کالعدم کر دیتی ہے۔ حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ استغفار سے مراد صرف تلفظ باستغفر اللہ نہیں ہے؛ بلکہ ندامت کے ساتھ توبہ کرنا مراد ہے۔ اس لئے کہ توبہ واستغفار کا تحقق بغیر ندامت کے ہوتا ہی نہیں ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی گناہ توبہ کرنے کے بعد بھی صادر ہو جائے یا ہوتا رہے تب بھی اس خیال سے توبہ ترک نہیں کرنی چاہئے کہ ایسی توبہ سے کیا فائدہ؟ توبہ بہر حال مفید ہے جیسا کہ خود اس حدیث شریف میں مذکور ہے۔ مقصود اس حدیث شریف سے یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت کے باوجود آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور یہ مطلب نہیں کہ بار بار گناہ کرتے رہو اور پھر بعد میں توبہ واستغفار کرلو، توبہ تو توبہ جب ہی ہوگی جب آئندہ نہ کرنے پر عزم ہو پھر اس کے باوجود بھی اگر گناہ صادر ہو جائے تو دوبارہ استغفار کرنا چاہئے۔ (الدر المنضود: ۲/۳۵)

توبہ کرنے والوں کی فضیلت

{۲۲۳۲} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ بِنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ۔ ﴿رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۶ ۱، ابواب الصفۃ القیامۃ، باب: ۱۵، حدیث نمبر: ۲۴۹۹۔ ابن ماجہ شریف: ۳۱۳، ابواب الزھد، باب ذکر التوبۃ، حدیث نمبر: ۴۲۵۱۔ دارمی: ۲/۳۹۳، کتاب الرقائق، باب فی التوبۃ، حدیث نمبر: ۲۷۲۷۔

حل لغات: خطاء: اسم مبالغہ ہے بمعنی بہت زیادہ گناہ کرنے والا، خیر: اسم تفضیل ہے اصل میں اخیر تھا، التوابون: یہ بھی اسم مبالغہ ہے بمعنی بہت زیادہ توبہ کرنے والا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ”ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والا ہے۔“

تشریح: آدمی سے گناہ ہو جائے تو توبہ واستغفار میں لگ جائے؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے بندے بڑے محبوب ہیں۔

کل بنی آدم خطاء الخ: یہ اپنے عموم کی وجہ سے انبیاء کو بھی شامل ہے، حالانکہ وہ معصوم ہیں، اب یہاں سے عصمۃ انبیاء کا مسئلہ چلا، اس کے اندر اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک حضرات انبیاء علیہم السلام قبل النبوۃ ہر قسم کے گناہ کر سکتے ہیں، لیکن محدثین کے نزدیک کبائر سے وہ پاک ہیں، قبل النبوۃ بھی اور بعد النبوۃ بھی۔ البتہ قبل النبوۃ صغائر ہو سکتے ہیں، محققین کے نزدیک قبل النبوۃ اور بعد النبوۃ ہر قسم کے گناہ سے پاک ہیں، خواہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ البتہ سہو ہو سکتا ہے، یہی اصح الاقوال ہیں، جب یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو اب اس حدیث شریف کا جواب محققین کے قول کی بنا پر یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس سے مخصوص ہیں۔ اور دلائل عصمۃ دلیل خصوص ہے، اور عصمت کے دلائل بہت سے ہیں، جن میں سے سب سے بہترین دلیل یہ ہے کہ ہم کو ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا تو اگر ان سے خطا کا احتمال ہوتا تو ہم اقتداء کیسے کرتے؟

جواب (۲): اس حدیث شریف کے اندر خطاء کا محمل خلاف اولیٰ کرنے والا ہے، مجازاً اس پر خطا کا اطلاق کر دیا۔

جواب (۳): نیز اس حدیث شریف کا خطاب صرف امت کو ہے۔ (مرقاۃ: ۷۰/۳، طیبی: ۱۱۴/۵) جس کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام اس کے مصداق میں داخل ہی نہیں۔

زنگ کا دور ہونا

{۲۲۳۳} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِیْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی

تَعْلُوَ قَلْبَہٗ فَذَالِکُمُ الرَّانَ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَاکَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔ ﴿رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ، وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۲/۲۹۷، ترمذی شریف: ۲/۱۷۱، ابواب التفسیر، باب سورۃ ویل للمطففین، حدیث نمبر: ۳۳۳۴۔ ابن ماجہ شریف: ۳۱۳، ابواب الزھد، باب ذکر الذنوب، حدیث نمبر: ۴۲۴۴۔

حل لغات: نکتۃ: داغ، جمع نکات، سوداء کالی، سَوِدَ (س) سَوَدًا کالا ہونا، ران: ران (ض) رینا غالب ہونا مراد زنگ ہے۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مؤمن بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کرے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے؛ لیکن اگر وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نکتہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے، یہ وہی زنگ ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر اس چیز کا زنگ ہے جو وہ کرتے تھے۔''

تشریح: گناہوں کا اثر دل پر پڑتا ہے؛ جس کی وجہ سے جسمانی نظام متاثر ہوتا ہے، اس لئے آدمی کو گناہ سے بچنا چاہئے، اگر کبھی گناہ ہو جائے تو توبہ کرے۔

ان المؤمن اذا اذنب کانت نکتۃ سوداء: یعنی مومن بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے صاف شفاف قلب پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔

فان تاب و اسغفر صقل قلبہ: یعنی گناہ تو ہو ہی گیا جس کی وجہ سے قلب پر سیاہ دھبہ پڑ چکا ہے؛ لیکن اگر آدمی توبہ کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے تو اس دھبے کو مٹا کر اس کے قلب کو صاف کر دیا جاتا ہے۔

وان زاد زادت الخ: یعنی اگر وہ مومن بندہ گناہ کے بعد توبہ کرنے کے بجائے گناہ پر گناہ کئے جا رہا ہے تو اس کا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے قلب پر حاوی ہو جاتا ہے، اور

قلب کے نور کو ڈھانپ لیتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ مومن دل کی بینائی سے محروم ہوجاتا ہے، چنانچہ نہ تو نفع دینے والے علوم اور نہ نفع دینے والے نیک اعمال ہی کی کوئی اہمیت اس کی نظروں میں باقی رہتی ہے، اور نہ فائدہ مند عقل وحکمت کی باتوں کا اس پر اثر ہوتا ہے، اس طرح وہ شفقت ورحمت کے حیات آفریں وصف سے خالی ہوجاتا ہے، نہ اپنے اوپر رحم کرنا اور نہ دوسروں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنا اور آخرکار اس کے قلب میں ظلم وجہل اور شر وفتنہ کی تاریکی اپنا تسلط جمالیتی ہے، جس کا نتیجہ اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ گناہ پر اس کی جرأت بڑھ جاتی ہے، اور معصیت آمیز زندگی ہی اس پر چھاجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ آمین! یارب العالمین! (مظاہرحق: ۳/۱۷۸)

توبہ قبول ہونے کی انتہا

{۲۲۳۴} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ۔ ﴿رواه الترمذی وابن ماجه﴾

حواله: ترمذی شریف: ۲/۱۹۴، ابواب الدعوات، باب: ۱۰۳، حدیث نمبر: ۳۵۳۷۔ ابن ماجه شریف: ۳۱۴، ابواب الزهد، باب ذکر التوبة، حدیث نمبر: ۴۲۵۳۔

حل لغات: یقبل: قبل (س) قبولا منظور کرنا، قبول کرنا۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ کی کیفیت شروع نہ ہوجائے۔“

تشریح: ”غرغرہ“ انسانی زندگی کا وہ آخری درجہ ہے کہ جب روح حلق تک پہنچ جائے اور جسم وروح کا تعلق انقطاع کے انتہائی نقطہ کے بالکل قریب ہوجائے، جب سانس اکھڑ کر حلق کی نالی میں ”غرغرہ“ کی سی آواز پیدا ہوجائے تو یہ موت کی قطعی اور آخری علامت ہوتی ہے، اس کے بعد زندگی کی

بالکل آخری امید بھی یاس اور ناامیدی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور توبہ اسی وقت تک معتبر اور قابل قبول ہے، جب تک زندگی کی آس اور امید ہو اور موت آنکھوں کے سامنے نہ آ گئی ہو، اس لئے کہ ایمان اور توبہ بالغیب ہی معتبر ہوتے ہیں، مشاہدہ اور یقین کے بعد معتبر نہیں، چنانچہ امم سابقہ میں سے جن لوگوں نے مشاہدہ عذاب کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے ان کے ایمان اور توبہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا، بلکہ ان کو ہلاک کیا گیا، جیسا کہ فرعون کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرتے ہوئے فرمایا: "آٰلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ" (سورۂ یونس) [اب ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا، اور مسلسل فساد ہی مچاتا رہا۔] (آسان ترجمہ)

یہی مضمون قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئٰاتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ" (سورۂ نساء)

[ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو برابر گناہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو تو کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ کفر کی حالت میں مرنے والوں کی توبہ قبول کرتے ہیں۔]

معالم التنزیل میں محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "لَيْسَتِ التَّوْبَةُ" سے مراد گناہ گار کی توبہ اور کافر کا ایمان ہے کہ نزع کی حالت میں یہ معتبر نہیں، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا" (معالم التنزیل: ۴۰۸/۱، سورۃ المومن)

[لیکن جب ہمارا عذاب انہوں نے دیکھ لیا تھا تو اس کے بعد ان کا ایمان لانا انہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا تھا۔] (آسان ترجمہ)

لیکن اس سے ناامیدی کی وہ حالت مراد ہے جس میں ظاہری اسباب کے درجہ میں زندگی سے مایوسی کے ساتھ ساتھ عالم برزخ کے احوال کا انکشاف شروع ہوجائے اور اس

بات پر بالکل یقین ہوجائے کہ اب زندہ نہیں رہ سکتا، اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "یقبل التوبة ما لم یعاین الرجل ملك الموت" اس وقت تک توبہ قبول ہوتی ہے جب تک آدمی ملک الموت کو نہ دیکھے، یعنی "مالم یتیقن الموت" جب تک موت کا یقین نہ ہو جب موت کا یقین ہوجائے، چاہے فرشتے کے دیکھنے سے ہو یا روح نکلنے کا احساس ہوجائے یا عالم برزخ کی کوئی اور نشانی منکشف ہوجائے تو پھر توبہ قبول نہ ہوگی، باقی فرشتہ کا دیکھنا ضروری نہیں، اس لئے کہ بہت سارے لوگوں کو روح قبض ہوتے وقت نہ روح کے نکلنے کا احساس ہوتا ہے اور نہ فرشتہ نظر آتا ہے، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا ہے وہ عام حالات کو دیکھتے ہوئے فرمایا ہے تو گویا وہ حکم اغلبی ہے دائمی نہیں۔

لیکن اگر کوئی آدمی صرف ظاہری اسباب سے ناامید ہوکر موت کا یقین کرلے اور عالم برزخ کے احوال اس پر منکشف نہ ہوں تو اس حالت میں بالاتفاق کافر کا ایمان اور عاصی کی توبہ قبول ہے۔(التعلیق:۱۱۱/ ۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحقیق یوں فرمائی ہے: یہاں دو حالتیں ہیں، ایک یہ کہ زندگی سے ناامیدی ہوجائے، لیکن اب تک اس عالم کے احوال اور اہوال نہیں نظر آئے اس کو حالت ''یاس'' یاء تحتانی سے کہنا مناسب ہے، اور دوسرے یہ کہ احوال بھی نظر آنے لگیں اس کو حالت ''باس'' باء موحدہ سے کہنا زیبا ہے، پس پہلی حالت یعنی یاس میں تو کافر کا ایمان لانا اور عاصی کا توبہ کرنا دونوں مقبول ہیں اور دوسری حالت یعنی ''باس'' میں دونوں غیر مقبول ہیں، محققین کا یہی مذہب ہے اور ظاہر قرآن سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔ (بیان القرآن تحت قولہ تعالیٰ ''ولیست التوبة للذین یعملون السیأت'') (نفحات التنقیح:۶۵/ ۳، مرقاۃ:۷۰/ ۳)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ میں جو حکم بیان کیا گیا ہے اس کا تعلق گناہوں سے توبہ کرنے سے ہے کہ حالت غرغرہ میں توبہ قبول نہیں ہوتی، لیکن ایسی حالت میں اگر کسی سے کوئی حق معاف کرایا جائے اور وہ صاحب حق معاف کردے تو یہ صحیح ہوگا۔ ایسا ہی اگر

اس نے کوئی وصیت کی تو اس کی وصیت صحیح ہوگی۔ (طیبی: ۱۱۶/ ۵)

مغفرت الٰہی کی وسعت

{۲۲۳۵} وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِکَ یَارَبِّ! لَا اَبْرَحُ اُغْوِیْ عِبَادَکَ مَادَامَتْ اَرْوَاحُھُمْ فِیْ اَجْسَادِھِمْ، فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ، لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَھُمْ مَااسْتَغْفَرُوْنِیْ۔ (رواہ احمد)

حوالہ: مسند امام احمد: ۳/ ۲۹۔

حل لغات: اغوی: (افعال) گمراہ کرنا، عباد جمع ہے عبد کی بمعنی بندہ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ شیطان نے کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک روح ان کے جسموں میں رہے گی، تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا: میری عزت جلال اور میرے بلندی مرتبے کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں انکی مغفرت کرتا رہوں گا۔''

تشریح: انسان شیطانی فریب میں آ کر گناہ کر بیٹھے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے؛ بلکہ توبہ کرلے، اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

ان الشیطان قال وعزتک یارب لا ابرح الخ: یعنی شیطان جب راندۂ درگاہ ہوگیا اور اس کو یقین ہوگیا کہ اب میری مغفرت نہیں ہوگی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے مجھ پر دوزخ واجب ہوگئی تو اس نے قسم کھا کر یہ کہا کہ میں بنی آدم کو بہکا کر گناہ کراتا رہوں گا تاکہ وہ میرے ساتھ جہنمی ہوجائیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ کوئی انسان کبھی کبھی تیرے بہکاوے میں آ کر گناہ کر

لے تو اس کے لئے دوسرا راستہ توبہ کا کھلا ہوا ہے، گناہ کے بعد وہ توبہ کرے گا اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے گا تو میں اس کی بخشش کر دوں گا۔ اور جب تک استغفار کرتے رہیں گے، برابر سب کی مغفرت کرتا رہوں گا۔

باب توبہ

{۲۲۳۶} **وَعَنْ** صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُہٗ مَسِیْرَۃُ سَبْعِیْنَ عَامًا لِلتَّوْبَۃِ لَایُغْلَقُ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قِبَلِہٖ وَذٰلِکَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ یَاتِیْ بَعْضُ آیَاتِ رَبِّکَ لَایَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُہَا لَمْ تَکُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ۔ ﴿رواہ الترمذی وابن ماجہ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۳/۲، کتاب الدوات، باب ماجاء فی فضل التوبۃ والا ستغفار، حدیث نمبر: ۳۵۳۵۔ ابن ماجہ شریف: ۲۹۵، کتاب الفتن، باب طلوع الشمس من مغربھا۔ حدیث نمبر: ۴۰۷۰۔

حل لغات: المغرب: غروب ہونے کی جگہ، جمع: مغارب، بابا: دروازہ، جمع ابواب، عرض: چوڑائی، جمع: عروض، یغلق: غلق (س) غلقا: بند کرنا، تطلع: طلع (ف،ن) طلوعاً طلوع ہونا۔

ترجمہ: حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لئے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے، جس کی چوڑائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے، یہ دروازہ اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے نہ نکل آئے، اس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے ''اس دن آئیں گی بعض نشانیاں تیرے پروردگار کی، تو نفع نہیں دے گا اس کا

ایمان الآیہ کہ وہ پہلے سے مؤمن تھا۔"

تشریح: جب تک مشرق سے سورج نکل رہا ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، آدمی توبہ کریگا تو توبہ قبول ہو جائے گی؛ لیکن اگر سورج مشرق سے نکلنے کے بجائے مغرب سے نکل پڑے تو اب توبہ کا دروازہ بند ہو گیا اب توبہ قبول نہ ہوگی۔ تفصیل اوپر گذر چکی۔

قبولیت توبہ کا موقوف ہونا

{۲۲۳۷} وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةَ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔ (رواہ احمد وابوداؤد والدارمی)

حوالہ: مسند امام احمد: ۹۹/۴، ابو داؤد: ۳۳۶/۱، کتاب الجهاد، الهجرة هل انقطعت، حدیث نمبر: ۲۴۷۹۔ الدارمی: ۳۱۲/۲، کتاب السیر، باب أن الهجرة لا تنقطع۔ حدیث نمبر: ۲۵۱۳۔

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہجرت موقوف نہیں ہوگی تاوقتیکہ توبہ موقوف نہ ہو اور توبہ اس وقت تک موقوف نہیں ہوگی جب تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے نہ نکلے۔"

تشریح: لا تنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة الخ: اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت کا انقطاع اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ توبہ کا انقطاع نہ ہو اور توبہ کا دروازہ قیامت کے قریب تک کھلا رہے گا، لہٰذا ہجرت قیامت تک جاری رہے گی، حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "لا هجرة بعد الفتح" علماء نے جواب دیا کہ یہاں ہجرت سے ترک ذنوب مراد ہے، لیکن علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اس سے راضی نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ انقطاع ذنوب تو عین توبہ ہے، یہاں وہ مراد نہیں۔ لہٰذا اب جواب یہ ہوگا کہ "لا هجرة بعد الفتح" کے اندر ہجرت سے ہجرۃ الی المدینہ مراد ہے، جو پہلے فرض تھی

اوراب فتح مکہ کے بعد فرض نہیں رہی، البتہ اب بھی ایسے شخص کے لئے جو دارالکفر کے اندر رہتا ہو جہاں فرائض وغیرہ اور دوسرے امور دینیہ ادا نہیں کرسکتا اس کے لئے ہجرت فرض ہے۔

کسی کو خدا کی رحمت سے مایوس نہ کرو

{۲۲۳۸} **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلَیْنِ كَانَا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مُتَحَابَّیْنِ اَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ فِی الْعِبَادَةِ وَالْآخَرُ یَقُوْلُ مُذْنِبٌ فَجَعَلَ یَقُوْلُ اَقْصِرْ عَمَّا اَنْتَ فِیْهِ۔ فَیَقُوْلُ خَلِّنِیْ وَرَبِّیْ حَتّٰی وَجَدَهٗ یَوْمًا عَلٰی ذَنْبٍ اِسْتَعْظَمَهٗ، فَقَالَ اَقْصِرْ، فَقَالَ خَلِّنِیْ وَ رَبِّیْ اَبُعِثْتَ عَلَیَّ رَقِیْبًا فَقَالَ: وَاللّٰهِ! لَا یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ اَبَدًا وَلَا یُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ فَبَعَثَ اللّٰهُ اِلَیْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ اَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهٗ، فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اُدْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ، وَقَالَ لِلْآخَرِ: اَتَسْتَطِیْعُ اَنْ تَحْظُرَ عَلٰی عَبْدِیْ رَحْمَتِیْ، فَقَالَ: لَا یَارَبِّ قَالَ اِذْهَبُوْا بِهٖ اِلَی النَّارِ۔ (رواہ احمد)

حوالہ: مسند امام احمد: ۲/۳۲۳۔

حل لغات: مجتهد: اجتهد، (افتعال) کوشش کرنا، خلنی: خل (تفعیل) چھوڑنا، یوما: دن جمع ایام، رقیبا: نگہبان، جمع رقباء، رقب (ن) نگہبان ہونا، تحظر: حظر (ض) حظرا، رکنا، منع کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی آپس میں دوست تھے، ان میں سے ایک بہت زیادہ عبادت کرتا تھا اور دوسرا کہتا کہ میں گناہ گار ہوں، چنانچہ عبادت گزار نے کہنا شروع کیا: جس میں تو ہے اس کو چھوڑ دے، تو وہ کہتا: مجھے پروردگار پر چھوڑ دے یہاں تک کہ اس نے ایک دن اس کو گناہ کو کرتے

ہوئے پایا، جس کو اس نے بہت بڑا سمجھا تو اس نے کہا: تو اس کو چھوڑ دے، تو اس نے کہا تو مجھے پروردگار پر چھوڑ دے، کیا تو مجھ پر نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے؟ تو اس نے کہا خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ تجھ کو کبھی نہیں بخشے گا اور تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا، جس نے ان دونوں کی روح قبض کر لی، جب یہ دونوں اللہ کے پاس جمع ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے گناہ گار سے فرمایا: میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے سے فرمایا: کہ کیا تو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ میرے بندے کو میری رحمت سے محروم کر دے؟ اس نے کہا: اے میرے رب! نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم میں ڈال دینے کا حکم فرمادیا۔"

تشریح: آدمی نہ خود خدا کی رحمت سے ناامید ہو اور نہ ہی دوسرے کو رحمت الٰہی سے ناامید کرنے کی کوشش کرے۔

وقال للآخر اتستطیع ان تحظر الخ: یعنی اللہ تعالیٰ نے گناہ گار کو بخش دینے کے بعد بطور حجت کے اس سے فرمایا: کہ تو دنیا میں اس سے میری رحمت سے محرومی کی بات کرتا تھا، اب بتا کیا تو آج بھی میری رحمت سے لوگوں کو روک سکتا ہے؟ اس نے اس کی نفی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم میں ڈلوا دیا۔ (التعلیق: ۳/ ۱۱۳)

چونکہ عبادت کرنیوالے نے اپنی عبادت اور اپنے نیک اعمال پر غرور اور تکبر کا اعتماد کیا اور اس گنہگار کو اپنے سے حقیر جان کر اس سے یہ کہا کہ حق تعالیٰ تجھے نہیں بخشے گا اس لئے اسے مستحق عذاب قرار دیا گیا، اسی لئے کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو گناہ اپنے کو حقیر و ذلیل سمجھنے کا باعث ہو وہ اس ریاضت و عبادت سے بہتر ہے جو غرور و تکبر میں مبتلا کر دے۔ (مظاہر حق: ۳/ ۱۸۱)

فائدہ: معلوم ہوا بڑے سے بڑے عبادت گذار کو تکبر اور بڑائی کا حق نہیں، بلکہ عبادت کے باوجود ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور لرزتا رہے، اسی طرح کسی بڑے سے بڑے گنہگار کو حقیر سمجھنے کا حق نہیں کہ اس کو حقیر سمجھ کر یہ سمجھنے لگے کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی اور خود گنہگار بندہ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونے کی ضرورت نہیں۔

کوئی رحمت حق سے مایوس نہ ہو

{۲۲۳۹} وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَلَا يُبَالِيْ۔ (رواه احمد والترمذی وقال هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ، وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ يَقُوْلُ بَدَلَ يَقْرَأُ)

حوالہ: مسند امام احمد: ۴۵۹/۶، ترمذی شریف: ۱۵۹/۲، ابواب التفسیر، باب سورۃ الزمر۔ شرح السنۃ: ۲۷۶/۲، کتاب الرقاق، باب الرجاء الخ، حدیث نمبر: ۴۱۸۵۔

حل لغات: اسرفوا: سرف (س) سرفا القوم تجاوز کرنا، اسرف (افعال) فضول خرچی کرنا، تقنطو: قنط (س، ض) قنطا و قنوطا، باز رکھنا، الذنوب: جمع ہے ذنب کی بمعنی گناہ۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا "اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی وہ رحمت خداوندی سے مایوس نہ ہوں؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس کو کوئی پرواہ نہیں۔"

تشریح: لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ الخ: یعنی بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی رحمت الٰہی سے ناامید نہیں ہونا چاہئے؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ توبہ اور استغفار کے ذریعے سے گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے فوراً توبہ کرے۔

ولا یبالی: یہ لفظ اس آیت کی تفسیر کے طور پر زیادہ کر دیا ہے۔

استغفار کا نرالہ انداز

{۲۲۴۰} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ قَوْلِ

اللّٰہِ تَعَالیٰ اِلَّا اللَّمَمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ تَغْفِرِ اللّٰھُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَیُّ عَبْدٍ لَکَ لَا اَلَمَّا۔ ﴿رواہ الترمذی و قال ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۶۴، ابواب التفسیر، باب سورۃ النجم، حدیث نمبر: ۳۲۸۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "الا اللمم" کی تفسیر کے ضمن میں روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا: ’’اگر بخشے تو اے الٰہی! تو بڑے سے بڑا گناہ بخش دے، اور تیرا کونسا بندہ ایسا ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو‘‘ (ترمذی) اور امام ترمذی علیہ الرحمہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: فی قول اللّٰہ تعالیٰ الا اللمم: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں بطور استشہاد کے امیہ بن صلیت کے اس شعر کو پڑھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے گناہوں کو بخشنے والا ہے، اور کوئی بندہ بھی ایسا نہیں جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ پس بندے گناہ کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

عبادت اور معصیت سے خدا کی خدائی میں کوئی اثر نہیں پڑتا

{۲۲۴۱} وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالیٰ یَاعِبَادِیْ! کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُ فَاسْأَلُوْنِیْ الْھُدٰی اَھْدِکُمْ وَکُلُّکُمْ فُقَرَاءُ اِلَّا مَنْ اَغْنَیْتُ فَاسْأَلُوْنِیْ اَرْزُقُکُمْ وَکُلُّکُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَیْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْکُمْ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَۃٍ عَلَی الْمَغْفِرَۃِ فَاسْتَغْفَرَنِیْ غَفَرْتُ لَہٗ وَلَا اُبَالِیْ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَ مَیِّتَکُمْ وَ رَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَا زَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَ

009 Babul Istigfar

لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ حَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَ رَطْبَکُمْ وَ یَابِسَکُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَشْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَ مَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اِجْتَمَعُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِنْکُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِیَّتُہٗ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ سَائِلٍ مِنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ اِلَّا کَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِیْہِ اِبْرَۃً ثُمَّ رَفَعَھَا ذٰلِکَ بِاَنِّیْ جَوَّادٌ مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِیْدُ عَطَائِیْ کَلَامٌ وَعَذَابِیْ کَلَامٌ اِنَّمَا اَمْرِیْ لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ ﴿رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۱۷۷/۵، الترمذی شریف: ۷۶/۲، ابواب صفۃ القیامۃ، باب: ۱۵، حدیث نمبر: ۲۴۹۵۔ ابن ماجہ شریف: ۳۱۴، ابواب الزھد، باب ذکر التوبۃ، حدیث نمبر: ۴۲۵۷۔

حل لغات: ھدیت: ھدی (ض) راہ دکھانا، فقراء: جمع ہے فقیر کی بمعنی محتاجگی، جناح: بازو جمع اجنحۃ، بعوضۃ جمع ہے بعوض کی، ابرۃ: سوئی جمع ابر وابار۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ’’اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، مگر وہ شخص جس کو میں نے ہدایت دی، اس لئے تم لوگ مجھ سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت دوں گا، اور تم سب محتاج ہو؛ مگر وہ شخص جس کو میں نے غنی کیا؛ اس لئے تم لوگ مجھ سے روزق مانگو میں تمہیں رزق دوں گا، تم سب گناہ گار ہو مگر وہ شخص جس کو میں نے بچالیا، پس جو شخص تم میں سے یہ جانتا ہے کہ میں بخشنے پر قادر ہوں اور وہ مجھ سے بخشش مانگے تو میں اس کو بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے تمہارے زندہ اور مردہ تمہارے تر اور خشک میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ متقی دل بندہ کی طرح ہوجائیں تو میری خدائی میں مچھر کے ایک پر کے برابر زیادتی نہ ہوگی اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے تمہارے زندہ اور مردہ تمہارے تر اور خشک میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ بد بخت دل بندہ کی طرح ہوجائیں تو میری

خدائی میں مچھر کے ایک پر کے برابر کمی نہ ہوگی اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تمہارے تر اور خشک ایک جگہ جمع ہوں اور تم میں سے ہر انسان اپنی خواہش کے مطابق مجھ سے مانگے اور میں تم میں سے ہر سائل کو دے دوں تو اس سے میری خدائی میں کچھ کمی نہ ہوگی: مگر جیسا کہ تم میں سے کوئی دریا میں گزرتے ہوئے اس میں سوئی ڈال کر اٹھالے، اس لئے کہ میں بہت سخی ہوں بہت دینے والا ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، میرا دینا حکم کرنا ہے اور میرا عذاب حکم دینا ہے، بے شک میرا پیدا کرنا یہ ہے کہ جب میں ارادہ کرتا ہوں کہ کہوں ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ صمد مطلق اور بے نیاز ہے، نہ اسے عبادت کی ضرورت ہے نہ ہی معصیت سے نقصان اور نہ ہی بندے کے مانگنے سے اکتاہٹ ہے، نہ ہی دینے سے گھبراہٹ ہے؛ اس لئے بندے کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اپنا فائدہ سمجھ کر، اور اگر معصیت ہو جائے تو اپنا ہی نقصان تصور کرے، اور اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنا چاہے مانگے، اس کے دربار میں ایسے لوگ قدر و منزلت سے دیکھے جاتے ہیں؛ اس لئے کہ اس کے یہاں کچھ کمی نہیں۔

یقول اللہ تعالی ، یا عبادی: عباد سے عام انسان مراد ہیں۔

کلکم ضال الا من هدیت: یعنی دنیا میں کچھ لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور کچھ لوگ گمراہ ہیں، تو جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں یہ ان کا کمال نہیں؛ بلکہ خدا کا احسان ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر ہیں، ورنہ یہ لوگ بھی گمراہ ہوتے۔

فاسألونی الهدی ، : اس لئے اللہ تعالیٰ ہی سے ہدایت کی دعا مانگنی چاہئے۔

وکلکم فقراء الا من اغنیت: یعنی دنیا میں کچھ لوگ مالدار ہیں اور کچھ لوگ غریب ہیں، پس جو لوگ مالدار ہیں یہ اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے کہ یہ لوگ مالدار ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو یہ لوگ بھی غریب ہی ہوتے۔

فاسألونی ارزقکم: اس لئے اللہ تعالیٰ ہی سے فراخی کی دعا مانگنی چاہئے۔

وکلکم مذنب الا من عافیت: دنیا میں کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ لوگ بد

ہیں، پس جو لوگ نیک ہیں ان پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے، اگر ان پر اللہ تعالیٰ کا کرم نہ ہوتا تو یہ لوگ بھی گناہ گار ہی ہوتے۔

فمن علم منکم انی ذو قدرۃ الخ: مراد یہ ہے کہ گناہ گار اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم سمجھ کر توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

ولا ابالی: یعنی اگر کوئی توبہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ولو ان اولکم واخرکم الخ: مراد یہ ہے کہ تمام بنی آدم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نیک بن جائیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔

ولو ان اولکم واخرکم الخ: مراد یہ ہے کہ تمام بنی آدم شیطان ملعون سے بھی زیادہ بد ہو جائیں تو اس سے خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

ولو ان اولکم وآخرکم: مراد یہ ہے کہ تمام بنی آدم مل کر اپنی اپنی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی خواہش اور آرزو کے مطابق دے دے تو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں اس کی وجہ سے کوئی کمی نہ آئے گی۔

الا کما لو ان احدکم مر بالبحر الخ: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق دے دے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں رائی کے برابر بھی کمی واقع نہ ہوگی؛ لیکن یہ انسان کو سمجھانے کے لئے کہہ دیا ہے کہ اگر تمام بنی آدم کو ان کی خواہشات کے مطابق اللہ تعالیٰ دے دے اور اس میں (بالفرض والمحال) کوئی کمی واقع ہو سکتی ہے تو اتنی کمی ہوگی جتنی کہ سمندر میں کوئی سوئی ڈال کر اٹھالے، اس میں جتنا پانی لگ کر آجائے بس اتنا ہی خدا کے خزانے میں کمی آئے گی، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ "واتفق الشراح علی ان هذا من باب الفرض والتنزيل أي لو فرض النقص لكان مقداره مقدار الممثل به فانه وان وجد هنا نقص فی البحر فانه متناه لكنه نقص لايمكنه ان يحس لقلته البالغة ادنى مراتب القلة" (مرقاۃ: ۵/۷۵)

009 Babul Istigfar

بخشش کا پروانہ

{۲۲۴۲} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَرَأَ ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ قَالَ قَالَ رَبُّکُمْ اَنَا اَھْلُ اَنْ اُتَّقٰی فَمَنِ اتَّقَانِیْ فَاَنَا اَھْلُ اَنْ اَغْفِرَ لَہٗ۔ ﴿رواہ ترمذی وابن ماجہ والدارمی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۰، ابواب التفسیر، باب سورۃ المدثر، حدیث نمبر: ۳۳۲۸۔ ابن ماجہ شریف: ۳۱۸، ابواب الزھد، باب مایرجی من رحمۃ اللہ الخ، حدیث نمبر: ۴۲۹۹۔ دارمی: ۲/۳۹۲، کتاب الرقاق، باب فی تقوی اللہ، حدیث نمبر: ۲۷۲۴۔

حل لغات: رب: پالنہار، جمع ارباب، اغفر: غفر (ض) غفراً ڈھانپنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ" اور ارشاد فرمایا: کہ تمہارا رب کہتا ہے کہ میں اس کا زیادہ حق دار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، تو جو مجھ سے ڈریگا میں ہی اس کا حق دار ہوں کہ اس کو بخش دوں۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے سے جو شخص بچے گا اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کردے گا جیسا کہ قرآن کریم کا اعلان ہے: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ" (سورۂ نساء: ۴۸) [بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اور اس سے کمتر ہر گناہ کی جس کے لئے چاہتا ہے بخشش کردیتا ہے۔] (آسان ترجمہ)

انہ قرأ ھو أھل التقوی: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورۂ مدثر کی یہ آیت پڑھی۔

قال ربکم انا اھل ان اتقی الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

یہ آیت پڑھنے کے بعد ایک حدیث قدسی سناتے ہوئے فرمایا: کہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات کی حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے، ایسا ہی بخشش کرنے والی ذات بھی وہی ایک ذات ہے۔

انا اھل ان اتقی الخ: یہاں تقویٰ سے مراد شرک سے بچنا ہے، جیسا کہ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ "ای انا حقیق وجدیر بأن یتقی من الشرك بی فمن اتقانی زاد الترمذی فلم یجعل معی الٰھا" (مرقاۃ: ۳/۷۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار و توبہ فرمانا

{۲۲۴۳} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ اِنَّ کُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ یَقُوْلُ رَبِّ! اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ)

حوالہ: مسند امام احمد: ۲/۲۱، ترمذی شریف: ۲/۱۸۱، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا قام من مجلسہ، حدیث نمبر: ۳۴۳۴۔ ابوداؤد: ۱/۲۱۲، ابواب الوتر، باب فی الاستغفار، حدیث نمبر: ۱۵۱۶۔ ابن ماجہ شریف: ۲۷۰، ابواب الادب، باب الاستغفار، حدیث نمبر: ۳۸۱۴۔

حل لغات: المجلس: بیٹھنے کی جگہ، جمع مجالس، تب، تاب (ن) توبۃ توبہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم مجلس میں یہ شمار کرتے تھے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو مرتبہ یہ کہا کرتے تھے "رب اغفر لی و تب علی انك انت التواب الغفور۔" [میرے پروردگار مجھے بخشدے اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔]

تشریح: ایک ہی مجلس میں ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استغفار کو شمار کرتے تھے، سو سو مرتبہ اس میں کثرت استغفار کی ترغیب ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود معصوم

ہونے کے استغفار کی اتنی کثرت فرماتے تھے تو ہمارا کیا حال ہونا چاہئے۔

استغفار کی یہ کثرت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیم امت کے لئے اور "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ" (سورۃ النصر:؟؟) [تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اور اس سے مغفرت مانگو۔] (آسان ترجمہ) کے امتثال میں فرماتے تھے، اس حدیث شریف سے یہ بھی مستفاد ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استغفار احیاناً آواز سے بھی پڑھتے تھے، جبھی تو دوسرے اس کو شمار کرتے تھے۔

باقی استغفار کے معنی معافی چاہنے کے ہیں جیسے ایک مجرم حاکم کے سامنے حاضر ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے معافی چاہا کرتا ہے اور اگر استغفار میں یہ کیفیت نہ ہو صرف زبانی ہو تو پھر یہ استغفار خود ہی تقصیر بن جاتا ہے، جس کے لئے ایک دوسرے استغفار کی ضرورت ہے۔ چنانچہ رابعہ بصریہ فرماتی ہیں: "استغفارنا یحتاج الی استغفارات کثیرۃ" [ہمارا استغفار بہت سے استغفارات کا محتاج ہے۔] (الحصن الحصین) (بحوالہ درمنضود: ۲/۶۳۷)

فی المجلس یقول: مجلس سے مراد یہاں ایک مجلس ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ "ای الواحد کما فی روایۃ الحصن" (مرقاۃ: ۵/۱۴۴)

استغفار کی تاثیر

{۲۲۴۴} وَعَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ غُفِرَ لَهٗ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ۔ (رواه الترمذی و ابوداؤد) لٰكِنَّهٗ عِنْدَ اَبِيْ دَاوٗدَ هِلَالُ ابْنُ يَسَارٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲۱۲/۱، ابواب الوتر، باب فی الاستغفار، حدیث نمبر: ۱۵۱۷۔ ترمذی شریف: ۱۹۸/۲، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذہ الخ، حدیث نمبر: ۳۵۷۷۔

حل لغات: جدی: دادا، نانا، جمع جدات، فر (ض) فرارا بھاگنا، الزحف: بڑا لشکر، جمع زحوف۔

ترجمہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت بلال بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے والد (حضرت یسار رضی اللہ عنہ) نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" کہا تو اس کی بخشش کی جاتی ہے اگرچہ وہ لشکر سے بھاگا ہو۔"

تشریح: عن بلال بن یسار بن زید: یہ حضرت بلال رحمۃ اللہ علیہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔

مولی النبی: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جنکی کنیت ابو اسامہ ہے، اپنی والدہ سعدی بنت ثعلبہ بن معن کے ساتھ اپنے وطن جارہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے ان دونوں کو پکڑ لیا، ان کی عمر آٹھ سال کی تھی، اور ان کو بازار عکاظ میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ اور انہوں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو فروخت کردیا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ہبہ کردیا اور پھر بعد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرمادیا۔ اور ۵۵ سال کی عمر میں ۲۸ھ میں انتقال فرمایا۔ یہی ہے "مولی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کی تشریح (حاشیہ اصح السیر: ۵۵۵ و ۵۵۶)

ھو الحی القیوم: الحی القیوم پر نصب اور رفع دونوں پڑھ سکتے ہیں؛ اس لئے کہ نصب پڑھنے کی صورت میں یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفت بنیں گے، اور رفع پڑھنے کی صورت میں ھو سے بدل ہوں گے؛ لیکن رفع پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ "روی بالنصب علی الوصف للفظ اللہ وبالرفع لکونھما بدلین او بیانین لقولہ ھو والاول ھو الاکثر والاشھر" (مرقاۃ: ۷۷/۳)

﴿الفصل الثالث﴾

اپنے مرحومین کے لئے استغفار

{۲۲۴۵} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ، فَیَقُوْلُ یَارَبِّ! اَنّٰی لِیْ هٰذِهٖ فَیَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ۔ ﴿رواہ احمد﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۲/۵۰۹۔

حل لغات: لیرفع: رفع (ف) بلند کرنا، الدرجة: مرتبہ جمع درجات۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ عزوجل اپنے نیک بندہ کا درجہ جنت میں بلند کرتا ہے، تو وہ پوچھتا ہے: اے میرے رب! یہ درجات مجھے کیسے ملے؟ تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے: تیرے لئے تیرے بیٹے کے استغفار کی وجہ سے۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ اپنے مرحوم کے لئے استغفار کرنے سے جنت میں ان کے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں، اس لئے اولاد کو چاہئے کہ اپنے مرحوم والدین کے لئے ایصال ثواب اور استغفار کا اہتمام کریں۔ (مرقاۃ: ۵/۱۴۵)

مردوں کے لئے بہترین تحفہ استغفار

{۲۲۴۶} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاالْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا

كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَافِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ۔ ﴿رواه البیهقی فی شعب الایمان﴾

حوالہ: بیهقی فی شعب الایمان: ۲۰۳/۶، باب فی بر الوالدین، فصل فی حفظ حق الوالدین بعد موتهما، حدیث نمبر: ۷۹۰۵۔

حل لغات: القبر: مردہ دفن کرنے کی جگہ، جمع قبور. الغریق: غرق (س) غرقا، ڈوبنا، المتغوث: غاث (ض) غیثا برسنا، الدنیا: دنیا جمع دنی، الجبال: جمع ہے جبل کی بمعنی پہاڑ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’کہ قبر میں مردہ کی حالت اس ڈوبنے والے کی طرح ہے جو کسی کو پکار رہا ہو، وہ انتظار کرتا ہے، کہ اسکو ماں، باپ، بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچے، جب اس کو دعا پہنچتی ہے تو یہ اس کے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ زمین والے کی دعاؤں کو قبر والے کے لئے پہاڑوں کی شکل میں پہنچاتا ہے، اور زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے ہدیہ استغفار ہے۔‘‘

تشریح: ما المیت فی القبر: قبر میں میت کے ہونے سے مراد وہ میت ہے جو قبر میں پریشانی کے عالم میں ہو۔

الا کالغریق المتغوث: یعنی قبر میں مردہ ایسے ہی بے یارومددگار ہوتا ہے؛ جیسا کہ پانی میں ڈوبنے والا بے یارومددگار ہوتا ہے، اور اپنے بچاؤ کے لئے ہر چھوٹی بڑی چیز کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے۔

ینتظر دعوۃ تلحقه من اب الخ: ایسے ہی مردہ اپنے رشتہ دار یا دوستوں سے امید لگائے رہتا ہے کہ وہ لوگ میرے لئے دعا اور استغفار کریں۔

فاذا لحقته احب الیه من الدنیا وما فیها الخ: یعنی جب بے سہارا مردے کوکسی عزیز یا کسی دوست کی طرف سے دعا یا استغفار کا نذرانہ پہنچتا ہے تو اس کی نظر میں یہ نذرانہ اس کو دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے؛ اس لئے کہ دنیا کی تمام چیزوں سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا؛ بلکہ اس کو اس دعا سے فائدہ ہوا؛ اس لئے یہ دعا اس کے نزدیک دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

وان اللّٰہ تعالی لیدخل علی اهل القبور الخ: یعنی اللہ تعالیٰ زمین والوں کی اس معمولی دعا کو قبر والوں کے لئے اپنی رحمت سے پہاڑ کے برابر کرکے پیش کرتا ہے۔ (مرقاۃ: ۳/۷۷)

استغفار کی فضیلت

{۲۲۴۷} وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طُوْبیٰ لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِهٖ اِستغفاراً کثیرًا۔ (رواه ابن ماجه وروی النسائی فِیْ عَمَلِ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ)

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۲۷۱، ابواب الادب، باب الاستغفار، حدیث نمبر: ۳۸۱۸۔ عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۱۴۷، ثواب الاسغفار، حدیث نمبر: ۴۵۹۔

حل لغات: طوبیٰ: خوشخبری، وجد: وجد (ض) وجودا پانا، صحیفتة: لکھا ہوا کاغذ، جمع صحائف۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے کہ جس نے اپنے نامہ اعمال میں زیادہ استغفار پایا۔''

تشریح: طوبی لمن الخ: طوبی سے وہ اچھی حالت مراد ہے جس سے خوش ہو کر آدمی دوسرے کو مبارک باد دیتا ہے، ایسے ہی وہ شخص قابل مبارک باد ہے جس کے نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت ہوگی۔

استغفار کی فضیلت کے سلسلہ میں یہ حدیث شریف بہت ہی خوش کن ہے اس لئے کہ آدمی کو چاہئے کہ استغفار کی کثرت کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص دعاء

{۲۲۴۸} **وَعَنْ** عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاؤُا اِسْتَغْفَرُوْا۔ ﴿رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی الدعوات الکبیر﴾

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۲۷۱، ابواب الادب، باب الاستغفار، حدیث نمبر: ۳۸۲۰۔ بیہقی فی شعب الایمان: ۵/ ۳۷۱، باب فی السرور بالاجنۃ الخ، حدیث نمبر: ۶۹۹۲۔

حل لغات: اجعلنی: جعل (ف) جعلا: کرنا۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں میں سے بنا کہ جب نیکی کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب برائی کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔''

تشریح: آدمی سے جب کوئی نیکی ہو تو اس سے خوش ہونا چاہئے۔ اور جب برائی کا صدور ہو تو استغفار کرنا چاہئے۔

معلوم ہوا کہ مومن کامل کی شان یہی ہے کہ جب وہ کوئی نیک عمل کرتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے اور برائی کا صدور ہو جائے تو فوراً توبہ کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا

کمال عبدیت اور امت کی تعلیم کے لئے ہوتی تھی۔

توبہ سے اللہ تعالیٰ کا بے حد خوش ہونا

{۲۲۴۹} وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الْآخَرُ عَنْ نَفْسِهٖ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَ اِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا اَيْ بِيَدِهٖ فَذَبَّهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِي الْاَرْضِ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَوَضَعَ رَأْسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ فَطَلَبَهَا حَتّٰى اِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَ الْعَطَشُ وَمَاشَاءَ اللّٰهُ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِيَ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ فَاَنَامُ حَتّٰى اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰى سَاعِدِهٖ لِيَمُوْتَ فَاسْتَيْقَظَ فَاِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ عَلَيْهَا زَادُهٗ وَشَرَابُهٗ، فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَ زَادِهٖ۔ رَوٰى مُسْلِمٌ الْمَرْفُوْعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَحَسْبُ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمَوْقُوْفَ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَيْضًا۔

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۵۴، اول کتاب التوبة، حدیث نمبر: ۲۷۴۴۔ بخاری شریف: ۲/۹۳۳، کتاب الدعوات، باب التوبة، حدیث نمبر: ۶۰۶۳۔

حل لغات: حدیثین: تثنیہ ہے حدیث کی۔ نفس: ذات جمع نفوس، ذنوب: جمع ہے ذنب کی بمعنی گناہ، تحت: نیچے جمع، تحوت، جبل پہاڑ جمع جبال، یقع: وقع (ف) وقوعا، واقع ہونا،

الفاجر: گناہ گار، **الذباب**: مکھی، جمع اذبة، **انف**: ناک جمع اناف، **دوية**: ایسی زمین کو کہتے ہیں جس میں کچھ نہ ہو (یعنی چٹیل میدان ہو) نام (س ن) نو ما سونا، **الحر**: گرمی جمع حرور، حر (ن) حرا و حرارة گرم ہونا، **العطش**: پیاس، **عطش** (س) **عطشا** پیاسا ہونا، **ساعد**: جمع سواعد، بازو۔

ترجمہ: حضرت حارث بن سوید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان کیں، ایک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دوسری اپنی طرف سے، انہوں نے فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو ایسے دیکھتا ہے کہ، جیسا کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈرتا ہے کہ وہ اس پر گر نہ پڑے، اور کافر اپنے گناہوں کو ایسے دیکھتا ہے جیسا کہ اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو اور وہ اس کو ہاتھ ہلا کر اڑا دیتا ہے، پھر انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی بے آب وگیاہ زمین پر اترے اور اس کے ساتھ اس کی سواری ہو جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو اور وہ اپنا سر رکھ کر سو جائے پھر وہ جاگنے کے بعد دیکھے کہ اس کی سواری غائب ہے؛ چنانچہ وہ اسکو تلاش کرے، یہاں تک کہ اس پر بھوک اور پیاس کی زیادتی ہو جائے اور دوسری پریشانیاں اس کو گھیر لیں وہ کہے کہ میں اس جگہ لوٹ جاؤں گا جہاں میں تھا، تاکہ میں سو جاؤں یہاں تک کہ میری موت ہو جائے؛ چنانچہ وہ اپنا سر اپنے بازو پر رکھ کر سو جائے تاکہ اس کی موت ہو جائے، اسی دوران اس کی آنکھ کھلی تو اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے پاس موجود ہے جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہے، تو اللہ تعالیٰ مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے، جو اپنی سواری اور زادِ راہ سے خوش ہوا۔''

تشریح: اور خوش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے راضی ہوتا ہے، اور اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ گویا کہ اس حدیث شریف سے اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف:

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ"
[اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔](التعلیق:۱۱۶/۳)
یہ حدیث پہلے گذر چکی، وہاں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

توبہ کرنے والے اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں

{۲۲۵۰} وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَّ التَّوَّابَ۔

حوالہ: مسند امام احمد: ۱/۸۱، حدیث نمبر:۶۰۵،

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ فتنہ میں مبتلا توبہ کرنے والے مومن بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو مومن بندہ کسی فتنہ میں یعنی کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا ہو اور وہ پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ بندہ پسند ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمانے کے ساتھ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ (مرقاۃ:۹۷/۳)

"لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ" کی فضیلت

{۲۲۵۱} وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول: مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا بِھٰذِہٖ الْاٰیَۃِ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا الْاٰیَۃ، فَقَالَ رَجُلٌ: فَمَنْ اَشْرَکَ؟ فَسَکَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حوالہ: مسند امام احمد: ۲۷۵/۵۔

حل لغات: الدنیا: جمع، دنی، دنیا، اسرفوا: سرف (س) اسرف (افعال) خطا کرنا، تقنطوا: قنط (س ن) قنطا مایوس ہونا، انفس: جمع ہے نفس کی بمعنی ذات۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے "يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا الآيَة" کے مقابلے میں پوری دنیا پسند نہیں ہے، تو ایک آدمی نے کہا کہ جس شخص نے شریک کیا؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد فرمایا: کہ وہ بھی اس آیت کا مستحق ہے، اس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔"

تشریح: اس آیت کریمہ میں گناہوں کی بخشش کی بشارت دی گئی ہے، اور جب گناہوں کی بخشش ہوجائے گی تو جنت کا حصول آسان ہوجائے گا، جو دنیا ومافیہا سے بدرجہا بہتر ہے؛ اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ آیت کریمہ دنیا ومافیہا سے زیادہ پسندیدہ تھی۔

یقول ما احب ان لی الدنیا بھذہ الآیۃ: اس حدیث شریف میں "الدنیا" سے مراد دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ہیں۔ کہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں دے دی جائیں اور میں ان سب کو صدقہ کروں اور جن چیزوں سے لذت حاصل کی جا سکتی ہے ان سے لذت حاصل کروں تو بھی میں اسے پسند نہیں کروں گا، کیونکہ اس آیت کریمہ میں گناہوں سے مغفرت وبخشش کی سب سے عظیم سعادت کی بشارت دی گئی ہے جو اسی ایک دنیا میں بلکہ اس جیسی سیکڑوں دنیا کے مقابلہ میں کہیں زیادہ گراں قدر ہے، اسی مغفرت کے مضمون کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کے ذریعہ ادا کیا ہے:

اَيَا صَاحِبَ الذَّنْبِ لَا تَقْنَطَنْ

فَاِنَّ الْاِلٰهَ رَؤُفٌ رَؤُفٌ

ترجمہ: اے گنہگار شخص ناامید اور مایوس مت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے بڑا ہی مہربان ہے۔

وَلَا تَرْحَلَنَّ بِلَا عِدَّةٍ
فَإِنَّ الطَّرِيْقَ مَخُوْفٌ مَخُوْفٌ

ترجمہ: بغیر زادِ راہ کے کوچ نہ کر، کیونکہ راستہ بڑا دہشتناک ہے، بڑا ہی دہشتناک۔

"ای جمیع ما فیہا بأن اتصدق بخیراتہا او اتلذذ بلذاتہا" (مرقاۃ: ۳/۸۰)

فقال رجل فمن اشرک فسکت النبی الخ: یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رحمت کا عام دروازہ کھلا ہوا ہے تو انہوں نے موقع کی مناسبت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھ لیا کہ کیا رحمت کے دروازے سے مشرکین کو بھی فائدہ ہوسکتا ہے؟ جیسے ہی یہ سوال سامنے آیا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر ارشاد فرمایا: کہ ہاں وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں ان کو بھی فائدہ ہوگا؛ یعنی یہ کہ وہ مسلمان ہوجائیں تو ان کے بھی تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔ (مرقاۃ: ۳/۸۰، طیبی: ۵/۱۲۹)

شرک ایک آڑ ہے

{۲۲۵۲} وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَغْفِرُ لِعَبْدِہٖ مَالَمْ یَقَعِ الْحِجَابُ، قَالُوا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَالْحِجَابُ؟ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَهِیَ مُشْرِكَۃٌ۔ (روی الاحادیث الثلاثۃ احمد وروی البیہقی الاخیر فی کتاب البعث والنشور)

حوالہ: بیہقی: ۱۳، ۲۶، قولہ ان اللہ لایغفر الخ، مسند امام احمد: ۵/۱۷۴،

حل لغات: عبد: بندہ، جمع، عباد، یقع: وقع (ف) وقوعا گرنا، حجاب: پردہ، جمع، حجب۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مغفرت کرتا رہتا ہے جب تک حجاب واقع نہ ہو جائے، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجاب کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ شرک کی حالت میں اس کی موت ہو۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مغفرت کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے۔

اور یہ مغفرت کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ وہ شرک جیسی گھناؤنی حرکت نہ کر بیٹھے۔

اور پھر اس کو توبہ کی بھی توفیق نہ ہو اور اسی حالت شرک ہی میں اس کی موت ہو جائے۔

شرک کے علاوہ گناہ قابل عفو ہے

{۲۲۵۳} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِيَ اللهَ لَا يَعْدِلُ بِهٖ شَيْئًا فِي الدُّنْيَا، ثُمَّ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلَ جِبَالٍ ذُنُوْبٌ غَفَرَ اللهُ لَهٗ۔ ﴿رواه البيهقي في كتاب البعث والنشور﴾

حوالہ: بیہقی: ۱۷، حدیث نمبر: ۳۲۷۔

حل لغات: عدل: عدل (ض) عدلا، برابر ہونا، جبل، جمع ہے جبال، بمعنی پہاڑ۔

ترجمہ: ان سے ہی روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ دنیا میں کسی کو اس کے برابر نہیں مانتا تھا، تو اگر اس پر پہاڑ کے مانند بھی گناہ ہوں گے پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیگا۔''

تشریح: وعنہ: یعنی یہ روایت بھی حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

من لقی اللہ: اللہ کی ملاقات سے مراد موت واقع ہونا ہے۔

لا یعدل بہ شیئا فی الدنیا: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار نہیں دیتا، یعنی شرک نہیں کرتا، کسی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں سے کسی میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار نہیں دیتا، یعنی وہ ہر قسم کے شرک سے بری ہے تو اگر اس کے اوپر پہاڑوں کے برابر بھی گناہ ہوں اللہ تعالیٰ سب کو بخش دیگا، خواہ بلاسزا دئے یا سزا دیکر۔

توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی مانند ہے

{۲۲۵۴} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ (رواه ابن ماجه والبيهقي فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ تَفَرَّدَ بِهِ النَّهْرَانِيُّ وَهُوَ مَجْهُوْلٌ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ رَوٰى عَنْهُ مَوْقُوْفًا قَالَ النَّدَمُ تَوْبَةٌ وَالتَّائِبُ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ)

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۳۱۳، ابواب الزھد، باب ذکر التوبۃ، حدیث نمبر: ۴۲۵۰۔ البیہقی فی شعب الایمان: ۵/ ۴۳۹، باب فی معالجة کل ذنب بالتوبۃ، حدیث نمبر: ۷۱۹۶۔ شرح السنة: ۳/ ۳۴۱، کتاب الدعوات، باب التوبۃ، حدیث نمبر: ۱۳۰۷۔

حل لغات: التائب: تاب (ن) توبۃ، توبہ کرنا، الذنب: گناہ جمع، ذنوب۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ نہیں کیا ہے۔“ بیہقی نے کہا: کہ اس روایت کو صرف نہروانی نے نقل کیا ہے، اور وہ مجہول ہیں، نیز بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح السنہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ موقوف روایت نقل کی

ہے کہ انہوں نے فرمایا: پشیمانی کا مطلب توبہ کرنا ہے اور توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آدمی جب توبہ کرتا ہے تو اس کے گناہ ختم ہو کر وہ ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ اور بعض توبہ کرنے والا ایسا خوش قسمت ہوتا ہے کہ اس کے گناہ معاف ہونے کے ساتھ حسنات سے بدل جاتے ہیں۔ "ان ذنوب التائب تبدل حسنات" (مرقاۃ: ۳/۸۱)

مگر شرط یہی ہے کہ توبہ حقیقی توبہ ہو۔

010 Bab

رقم الحدیث: ۲۲۵۵/ تا ۲۲۷۰/

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

باب

مشکوٰۃ شریف کے اکثر نسخوں میں اس موقع پر "بَابٌ" لکھا ہوا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس باب میں ان احادیث کو ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق گذشتہ ابواب سے ہے، اور بعض نسخوں میں یہاں یہ عنوان رقم کیا گیا ہے: "باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ" یعنی رحمت باری تعالیٰ کی وسعت کا بیان۔

﴿الفصل الاول﴾

اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

{۲۲۵۵} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَی اللّٰہُ الْخَلْقَ کَتَبَ کِتَابًا فَهُوَ عِنْدَہٗ فَوْقَ عَرْشِہٖ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ، وَفِیْ رِوَایَةٍ غَلَبَتْ غَضَبِیْ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۴۵۳، کتاب بدء الخلق، حدیث نمبر: ۳۰۹۰۔ وص: ۲/۱۱۰۴، کتاب التوحید وکان عرشہ علی الماء، حدیث نمبر: ۷۱۲۳۔ مسلم شریف: ۲/۳۵۶، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ الخ، حدیث نمبر: ۲۷۵۱۔

حل لغات: قضی: قضی (ض) قضاء، مضبوطی سے بنانا، فوق: فاق (ن) فوقا، بلند ہونا، سبقت: سبق (ن، ض) سبقا غالب ہونا، غضب (س) غضبا، غضب ناک ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر بھاری ہے۔'' اور ایک روایت میں ''غلبت غضبی'' ہے۔

تشریح: ان رحمتی سبقت غضبی: مراد یہ ہے کہ رحمت الٰہی غضب الٰہی پر غالب ہے، یعنی دنیا و آخرت میں حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اس کے غصہ پر غالب رہے گی۔ اور رحمت خداوندی کی سبقت اور اس کے غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی بخشش و کرم اور اس کی نعمتوں کی نشانیاں اس کے مظاہر غالب ہیں، کہ وہ تمام مخلوقات کو گھیرے ہوئے ہیں، اور بے انتہاء ہیں، اس کے مقابلہ میں اس کے غضب کی نشانیاں اور اس کے مظاہر بہت کم ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کے وقت ہی اپنے لئے ایک نوشتہ لکھ کر اپنے پاس عرش پر رکھ لیا ہے، جس میں اس نے اپنے لئے یہ طے فرما لیا کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب رہے گی۔

حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا دائرہ اور اس کی نعمتوں کا سلسلہ اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ کائنات کا کوئی فرد اس سے باہر نہیں ہے، اور اس دنیاوی زندگی کا ایک ایک لمحہ کسی نہ کسی شکل میں رحمت خداوندی ہی کا مرہون منت ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا ہی ظہور ہے کہ بندوں کی تمام کوتاہیوں اور خطاؤں کے باوجود اس دنیا میں ان کو باقی رکھتا ہے، ان کو روزی دیتا ہے، ان پر اپنی نعمتوں کی بارش کرتا ہے، اور اس دنیا میں ان کو عذاب ومواخذہ میں مبتلا نہیں کرتا، یہ تو اس دنیا کا معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت کا ظہور کس کس طرح اور کن کن صورتوں میں ہوتا ہے؛ لیکن آخرت میں رحمت خداوندی کا ظہور تو اس دنیا کے ظہور سے کہیں زیادہ ہوگا، جیسا کہ اگلی حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ (التعلیق: ۱۹۹/ ۳)

رحمت خداوندی کی وسعت

{۲۲۵۶} **وَعَنْہُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مِائَۃَ رَحْمَۃٍ اَنْزَلَ مِنْھَا رَحْمَۃً وَاحِدَۃً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَہَائِمِ وَالْہَوَامِ فَبِھَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَ بِھَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِھَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِھَا وَاَخَّرَ اللّٰہُ تِسْعًا وَّ تِسْعِیْنَ رَحْمَۃً یَرْحَمُ بِھَا عِبَادَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ ﴿متفق علیہ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ سَلْمَانَ نَحْوُہٗ وَفِیْ آخِرِہٖ قَالَ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ اَکْمَلَھَا بِھٰذِہٖ الرَّحْمَۃِ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۸۸۷/۲، کتاب الادب: ۱۹، حدیث نمبر: ۵۷۶۶، وانظر ایضاً حدیث: ۶۲۲۰۔ مسلم شریف: ۳۵۶/۲، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ، حدیث نمبر: ۲۷۵۲۔

حل لغات: یتعاطفون: تعاطف (مفاعلت) آپس میں مہربانی کرنا، الھوام: جمع ھامۃ، کی بمعنی زمین پر رینگنے والے جانور، الوحش: جنگلی جانور جمع، وحوش۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ اللہ کے لئے سو رحمت ہیں، ان میں سے ایک رحمت جنات، انسان، چوپائے، اور رینگنے والے جانوروں کے درمیان اتاری ہے؛ جس کی وجہ سے یہ سب آپس میں نرمی اور مہربانی کرتے ہیں، نیز اسی وجہ سے جنگلی جانور اپنے بچے پر رحم کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمت رکھی ہیں جن کے ذریعہ سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا۔“ (بخاری ومسلم) اور مسلم نے ایک اور روایت حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے مانند نقل کی ہے اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان ننانوے رحمتوں کو اس رحمت کے ساتھ پورا فرمائے گا۔“

تشریح: وعنہ: یعنی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان للہ مائۃ رحمۃ: یعنی ذات باری تعالیٰ میں رحمت کے سو درجے ہیں۔

انزل منہا رحمۃ واحدۃ: ان میں سے ایک کو روئے زمین میں نازل فرمایا ہے۔

بین الجن والانس والبھائم الخ: یعنی اس ایک حصے کو نازل فرما کر تمام حیوانات کے مابین تقسیم فرمادیا۔

فبھا یتعاطفون: یعنی اسی رحمت کے ذریعہ سے حیوانات آپس میں رحم وکرم کا معاملہ کرتے ہیں۔

وبھا تعطف الوحش علی ولدھا: یہ تخصیص بعد التعمیم ہے کہ اسی رحمت کا ذریعہ ہے کہ جنگلی جانور جن کا کام ہی دوسرے جانوروں کو پھاڑ کھانا ہے وہ بھی اپنے چھوٹے بچے پر رحم کرتے ہیں۔

واخر اللّٰہ تسعا وتسعین رحمۃ الخ: یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی سو رحمتوں میں سے ایک رحمت دنیا میں نازل فرمائی ہے اور اپنے پاس ننانوے رحمت رکھ لی ہیں، جن کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ اور مسلم کی اس دوسری روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قیامت کے دن وہ ایک رحمت بھی بندوں کے شامل حال رہے گی، جو دنیا میں اتاری گئی ہے، اس طرح سب مل کر پوری سو (۱۰۰) ہو جائیں گی۔ جن کے ذریعہ قیامت میں اپنے مومن بندوں پر مہربانی فرمائیں گے۔

بندہ کو بین الخوف والرجاء رہنا چاہئے

{۲۲۵۷} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ وَ لَوْ یَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَاقَنِطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۹۵۸/۲، کتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف، حدیث نمبر: ۶۲۲۰۔

مسلم شریف: ۳۵۶/۲، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ، حدیث نمبر: ۲۷۵۵۔

حل لغات: العقوبۃ: سزا، جمع،عقوبات، جنۃ، باغ، جمع،جنات۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اگر مومن جان لے اس سزا کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو کوئی اس کی جنت کی خواہش نہیں کرے گا، اور اگر کافر جان لے اس رحم وکرم کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہیں ہوگا۔''

تشریح: اس حدیث شریف کا منشاء در حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عذاب کی کثرت کو ظاہر کرنا ہے تاکہ مومن اس کی رحمت پہ اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائے اور اعمال حسنہ ترک کر کے اعمال سیئہ کا ارتکاب کرنے لگے اور اس کے عذاب سے بالکل بے خوف اور نڈر ہو جائے اور کافر اس کی رحمت سے ناامید ہو کر توبہ کرنا چھوڑ دے، ایسے ہی مومن گنہگار بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو کر توبہ نہ کرے، برائیوں سے باز نہ آئے۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ وہ بین الخوف والرجاء رہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید بھی رکھے اور نیک اعمال کرتا رہے اور اس کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے۔ اور گناہوں سے بچتا بھی رہے۔ (التعلیق: ۳/۱۲۱)

جنت، دوزخ ہر شخص کے قریب ہے

{۲۲۵۸} وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّۃُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ شِرَاکِ نَعْلِہٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِکَ۔ ﴿رواہ بخاری﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۹۶۰/۲، کتاب الرقاق، باب الجنۃ اقرب الخ، حدیث نمبر: ۶۲۳۹۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جنت تم میں سے ہر ایک کے بہت قریب ہے، یعنی جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ

قریب ہے، اور جہنم بھی ایسے ہی ہے۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ موت انسان کے بہت قریب ہے، جو انسان کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور موت کے بعد دو ہی منزلیں ہیں۔ جنت یا جہنم اور مرنے کے بعد ہی جنت یا جہنم کے اثرات شروع ہو جاتے ہیں، اگر ایمان پر خاتمہ ہو تو جنت اور خدانخواستہ ایمان کے بجائے کفر پر خاتمہ ہو تو پھر جہنم انسان کا ٹھکانہ ہے، اس لئے انسان کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنے ایمان کی حفاظت کرتے رہنے چاہئے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچتے رہنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی دعا بھی کرتے رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہر صاحب ایمان کو حسن خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین! اللھم آمین۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش

{۲۲۵۹} **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ لِاَهْلِهٖ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰی نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ اَوْصٰی بَنِیْهِ اِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ ثُمَّ اذْرُوا نِصْفَهٗ فِی الْبَرِّ وَ نِصْفَهٗ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ لَیُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا لَا یُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِیْنَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا مَا اَمَرَهُمْ فَاَمَرَ اللّٰهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِیْهِ وَ اَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَافِیْهِ ثُمَّ قَالَ لَهٗ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا، قَالَ مِنْ خَشْیَتِکَ یَارَبِّ! وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهٗ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۱۱۱۷، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ، حدیث نمبر: ۷۲۰۵۔ مسلم شریف: ۲/۳۵۶، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ الرحمۃ اللہ تعالیٰ، حدیث نمبر: ۷۲۰۵۔

حل لغات: رجل: آدمی جمع، رجال، اسرف: (افعال) حد سے تجاوز کرنا، اذرو: ذرا (ن)

ذروا، ہوامیں اڑانا،البحر: دریا،جمع بحار، البر: خشک زمین،جمع برو۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ ایک شخص تھا جس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس پر زیادتی کی تھی، جب اس کی موت کاوقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مرجائے تو اس کو جلا کر آدھی راکھ تو جنگل میں اڑادینا اور آدھی راکھ دریامیں بہادینا، کیونکہ قسم ہے خدا کی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے مؤاخذہ کرلیا اور حساب میں سختی کی تو اس کو ایسا عذاب دے گا کہ آج تک عالم کے لوگوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا، چنانچہ وہ شخص مرگیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے دریا کو (اس کی راکھ کو جمع کرنے کا) حکم دیا اور اس نے وہ راکھ جو اس کے اندر تھی جمع کی اور جنگل کو حکم دیا اور اس نے بھی جو راکھ اس کے اندر تھی جمع کی، (جب دریا اور جنگل نے اس کے اجزاء جمع کرلئے تو اس شخص کو ان اجزاء سے استوار کرکے حق تعالیٰ شانہ کے شانہ کے سامنے پیش کیا گیا) حق تعالیٰ شانہ نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ پروردگار تیرے خوف سے، تو حقیقت حال کو خوب جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ سن کر اسے بخش دیا۔''

تشریح: قال رجل لم یعمل الخ: یہ رجل بنواسرائیل سے تھا، طبرانی کے اندر ہے کہ کفن چور تھا، اس شخص نے ساری عمر گناہ کرنے کے باوجود آخر میں غلبہ خوف وخشیت میں اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی تھی کہ میری لاش جلا کر راکھ کردی جائے اور آدھی راکھ سمندر میں ڈال دی جائے اور آدھی جنگل میں اڑادی جائے، حق تعالیٰ شانہ نے اس کی اس خشیت کی وجہ سے اسے معاف فرمادیا۔ "فسبحان من یغفر لمن یشاء ما یشاء"

اشکال مع جوابات

لئن قدر اللّٰہ علیہ لیعذبنہ عذابا الخ: اس عبارت پر اشکال ہے، وہ یہ کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ''إن'' کے ساتھ کیا ہے جب کہ ''إن'' حرف شک وہاں استعمال ہوتا

010 Bab

ہے جہاں شرط کے وقوع میں شک ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک وشبہ کا اظہار کیا جو ظاہر ہے کہ بالکل کفر ہے تو پھر اس کی مغفرت کیسے ہوگی؟ (الطیبی: ۵/۱۲۴)

اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱)......"لئن قدر اللہ" میں "قدر" کا لفظ قدرت سے ماخوذ نہیں، بلکہ "قدر" بمعنی "ضیّق" کے ہے، تنگی اور سختی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں بھی اس معنی میں مستعمل ہے۔ "فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَه" (سورۂ فجر:۱۶)[اور اس کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے۔] (آسان ترجمہ) "فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ" (سورۂ انبیاء:۸۷)[اور یہ سمجھے تھے کہ ہم ان کی کوئی پکڑ نہیں کریں گے۔] (آسان ترجمہ) "اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ" (سورۂ رعد:۲۶) [اللہ جس کے لئے چاہتا ہے، رزق میں وسعت کر دیتا ہے، اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے۔] (آسان ترجمہ) اور مطلب یہ ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے مؤاخذہ کر لیا اور حساب میں سختی اور تنگی کی تو اس کو سخت عذاب دے گا۔

(۲)...... "قَدَرَ" یہاں "قَدَرَ" کے معنی میں ہے، جو قضاء وقدر کے معنی میں ہے، چنانچہ بعض روایات میں "قدر" مشدد مذکور ہے، جو صراحۃً تقدیر وقضاء کے معنی میں ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اگر میرے خلاف اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا تو مجھے سخت سزا دی جائے گی۔ (التعلیق: ۳/۱۲۲)

(۳)......علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے یہ بات غلبہ حسرت ودہشت اور خوف کی بناء پر کہہ دی اور ایسی حالت میں انسان غافل، ناسی اور مغلوب العقل کے حکم میں ہوتا ہے، جس کا مؤاخذہ نہیں ہوتا، اس واسطے کہ اس کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ (الطیبی: ۵/۱۲۵)

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ (التعلیق: ۳/۱۲۲)

چنانچہ آخر حدیث سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے: "قَالَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ؟ قَالَ: مِنْ خَشْيَتِكَ"

اسی طرح گذشتہ باب کی فصل ثانی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کی گمشدہ سواری مل گئی اور زیادہ خوشی کی وجہ سے زبان سے یہی الفاظ نکلے ''أَنْتَ عَبْدِيْ وَأَنَا رَبُّكَ'' یہاں بھی فرطِ مسرت میں اس کو احساس ہی نہیں رہا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوشی اور غم کی زیادتی سے آدمی کی عقل گم ہوجاتی ہے اور اس کو بدیہیات کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ (مرقاۃ:۱۳۰/ ۵)

(۴)...... بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ''زمانہ فترت'' کی بات ہے، اس وقت چونکہ کوئی نبی نہیں تھا، اور ایسے وقت میں صرف توحید پر ایمان واعتقاد ہی نجات کے لئے کافی تھا، صفات وغیرہ کے متعلق ایمان لانا ضروری نہیں تھا، اس واسطے اس قسم کے شک وشبہ کے اظہار سے نہ کفر لازم آتا ہے نہ اس سے ابدی نجات پر کوئی اثر پڑتا ہے۔

اسی لئے بعض حضرات نے فرمایا ہے: کہ چونکہ وہ شخص صفت قدرت کے بارے میں جاہل تھا اور جاہل بالصفۃ متکلمین کے نزدیک کافر نہیں، البتہ منکر کافر ہے۔ (نفحات التنقیح:۲۶۸/ ۳)

رحمت الٰہی کی وسعت

{۲۲۶۰} وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ قَدْ تَحَلَّبَ ثَدْيُهَا تَسْعٰى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ، فَقُلْنَا: لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ، فَقَالَ لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف:۲/ ۸۸۷، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ الخ، حدیث نمبر:۵۷۶۵۔ مسلم شریف:۲/ ۳۵۶، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ الخ، حدیث نمبر:۲۷۵۴۔

حل لغات: سبی: قیدی، جمع، سبایا، تحلب: (ن،ض) حلبا دوہنا، حلب (تفعیل) بہنا، ثدی: پستان، جمع ثدی، صبیا: بچہ، جمع صبیان، الصفت: لصق، (ص) لصقا، چپکنا، الصاق (افعال) چپکانا، ارضعت: رضع، (س،ض،ف) رضعا، ماں کا دودھ پینا، طرحا، (ف) پھینک دینا۔

ترجمہ: فاروقِ اعظم سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے جن میں ایک عورت تھی، جس کی چھاتی سے دودھ بہہ رہا تھا، جس کی وجہ سے وہ ادھر ادھر دوڑتی جب اس کا بچہ قیدیوں میں مل جاتا اس بچے کو پکڑ کر اپنے پیٹ سے لگا لیتی اور دودھ پلانا شروع کر دیتی، تو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا: کیا تم لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ تو ہم نے کہا کہ نہیں، بشرطیکہ یہ آگ میں نہ ڈالنے پر قادر رہو، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس عورت سے بھی زیادہ رحم والا ہے۔"

تشریح: بچہ کی محبت کے جوش میں اس عورت کی چھاتیوں سے دودھ ٹپک رہا تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنے بچہ کو دودھ پلانے کے لئے بیتاب تھی اور جب اس کا بچہ نظر آتا فوراً اس کو اپنے سینہ سے چمٹا کر دودھ پلاتی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ جب اپنے بچہ سے اس درجہ شفقت اور پیار کرتی ہے، وہ اپنے بچہ کو اپنے اختیار سے آگ میں کس طرح ڈال سکتی ہے۔ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس عورت سے کہیں زیادہ مہربان ہیں، پس اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو عذاب نہیں دے سکتے، مگر یہ کہ کوئی کفر اختیار کر کے خود ہی جہنم میں چھلانگ لگالے۔ اور جس طرح اس عورت کی چھاتیوں سے بچہ کی شدت محبت میں دودھ ٹپک رہا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت جوش مارتی ہے اور اپنے مستحق بندوں کو تلاش کرتی ہے۔

میانہ روی کا فائدہ

{۲۲۶۱} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یُنَّجِیَ اَحَدًا مِنْکُمْ عَمَلُہٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِرَحْمَتِہٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَیْءٌ مِّنَ الدُّلْجَۃِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۹۵۷/۲، کتاب الرقاق، باب القصد و المداومۃ الخ، حدیث نمبر: ۶۲۱۴۔

مسلم شریف: ۳۷۶/۲، کتاب صفۃ المنافقین، باب لن یدخل الجنۃ بعملہ الخ، حدیث نمبر: ۲۸۱۶۔

حل لغات: ینجی: نجا، (ن) نجاۃ، رہائی پانا، باب افعال سے: نجات دلانا۔ یتغمد: غمد، (ن، ض) غمدا الشئ چھپانا، تغمد (تفعل) عیوب چھپانا۔ فسددوا: سددہ، راہ راست کی طرف راہ نمائی کرنا۔ قاربوا: قاربہ (مفاعلت) میانہ روی اختیار کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یقینا تم میں سے کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے بھی نہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں مجھے ڈھانپ لے: اس لئے تم لوگ اعمال کو درست کرو، میانہ روی اختیار کرو، اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصے میں عبادت کرو، میانہ روی اختیار کرو میانہ روی اختیار کرو، منزل پر پہونچ جاؤ گے۔''

تشریح: لن ینجی احدا منکم عملہ الخ: لن تاکید کے لئے ہے؛ یعنی یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ کسی شخص کا عمل اس کو نجات نہیں دلا سکتا ہے؛ بلکہ نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ضروری ہے۔

قالوا ولا انت یا رسول اللہ!: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات سنی تو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس جملے سے جھلکتا ہے کہ آپ کا عمل بھی اس قابل نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر آپ کو نجات مل جائے۔

قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: میرے اعمال بھی اس قابل نہیں ہیں کہ جس کی بنیاد پر مجھے نجات مل جائے، ہاں اعمال سے نجات ملنے کی ایک صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے تو نجات مل جائے گی۔

فسددوا وقاربوا الخ: اس لئے تم لوگوں کو اعمال درست کرنے کے ساتھ ساتھ میانہ روی ملحوظ رہے، اور صبح وشام جیسے اعمال کا موقع ملے کرتے رہنا چاہئے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متوجہ ہونے میں معین ومددگار ثابت ہو۔

اشکال مع جواب

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نجات اور دخول جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر موقوف ہے، حالانکہ قرآن پاک کے اندر ہے کہ "تلك الجنة التي اورثتموها بما كنتم تعملون" یعنی تم لوگ جنت کے وارث ہوئے اپنے اعمال کی وجہ سے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال حسنہ کے ذریعہ جنت ملے گی؟

جواب: (۱)...... یہ ہے کہ "بما كنتم تعملون" کے اندر باء سببیہ ہے، یعنی اعمال سبب کا درجہ رکھتے ہیں، اور رحمت خداوندی علت کے درجہ میں ہے سبب کے بعد مسبب کا وجود ضروری نہیں ہے، اور علت کے بعد معلول ضرور پایا جائے گا۔

جواب: (۲)...... جنت تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور اس کے درجات کی ترقی اعمال پر موقوف ہے۔ (مظاہر حق: ۱۹۴/ ۳، طیبی: ۱۳۹/ ۵)

فائدہ: پس بندوں کو چاہئے کہ نیک اعمال کرتے رہیں، برائیوں سے بچتے رہیں، اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے امیدوار رہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نیک اعمال کی پابندی اور برائیوں سے اجتناب کرنے پر ہی متوجہ ہوتا ہے۔

عمل کی حقیقت

{۲۲۶۲} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُدْخِلُ اَحَدًا مِنْکُمْ عَمَلُہٗ الْجَنَّۃَ وَلَا یُجِیْرُہٗ مِنَ النَّارِ وَلَا اَنَا اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۷۷، کتاب صفات المنافقین، باب لن یدخل الجنۃ بعملہ الخ، حدیث نمبر: ۲۸۱۷۔

حل لغات: الجنۃ: باغ، جمع، جنات، یجیر: اجار (افعال) بچانا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کریگا اور نہ ہی دوزخ سے بچائے گا اور نہ ہی مجھے؛ مگر اللہ تعالیٰ کی ہی رحمت سے۔''

تشریح: پس آدمی کو اپنے اعمال کی بنیاد پر اترانا نہیں چاہئے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھنا چاہئے، اس لئے کہ تنہا عمل نجات کے لئے کافی نہیں۔

الا برحمۃ اللّٰہ: مراد یہ ہے کہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہو تو نجات آسان ہوجائے گی۔ لہٰذا جنت میں داخل ہونا تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اس کی رحمت ہی کی بنا پر ہوگا، البتہ جنت میں جو درجات ملیں گے وہ اعمال کے مطابق ہوں گے۔

نومسلم پر خدا کی رحمت

{۲۲۶۳} **وَعَنْ** اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنْہُ کُلَّ سَیِّئَۃٍ کَانَ زَلَّفَھَا وَکَانَ بَعْدُ الْقِصَاصُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ وَالسَّیِّئَۃُ بِمِثْلِھَا اِلَّا اَنْ تَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْھَا۔ ﴿رواہ البخاری﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۱، کتاب الایمان، باب حسن اسلام المرء، حدیث نمبر: ۴۱۔

حل لغات: زلفھا: (تفعیل) آگے کرنا، القصاص: بدلہ مراد اعمال ہیں۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی انسان اسلام قبول کرتا ہے اور اس کا اسلام اچھا ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے، اور اس کے بعد اس کو نیک عمل کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور گناہ کا بدلہ اسی کے برابر، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے۔

تشریح: اذا اسلم العبد الخ: مراد یہ ہے کہ جب کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو جو اسلام قبول کرنے سے پہلے کئے ہیں، اور اس کے بعد جزا سزا کے سلسلہ میں یہ دستور ہے کہ معاف کر دیتا ہے۔

مسلمان بندہ نیک عمل کرتا ہے تو اس کا بدلہ اس بندہ کو دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے؛ بلکہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔

مگر بدی کی سزا اس بدی کے بقدر ہی دیتا ہے، بلکہ جس کو چاہتا ہے اس کی برائی بھی معاف کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کمالِ رحمت کی وجہ سے ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (مرقاۃ: ۳/۸۷)

نیک ارادے پر اللہ کی رحمت کا مظاہرہ

{۲۲۶۴} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً فَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ وَمَنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً فَاِنْ ھُوَ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ لَہٗ سَیِّئَۃً

وَاحِدَةً۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/ ۹۶۰، کتاب الرقاق، باب من ھم بحسنة الخ، حدیث نمبر: ۶۲۴۲۔ مسلم شریف: ۱/ ۷۸، کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس۔ حدیث نمبر: ۱۳۱۔

حل لغات: الحسنات: جمع ہے حسنة، کی بمعنی نیکی، السیئات: جمع ہے سیئة، کی بمعنی برائی، ھم: ھم، (ن) ھما الشئ، ارادہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی اور برائی دونوں لکھی ہیں، تو جس شخص نے نیکی کا ارادہ کرکے عمل نہیں کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک کامل نیکی لکھ دیتے ہیں اور جس شخص نے نیک ارادہ کرکے اس کو کر بھی لیا اس کے لئے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھ دیتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور جس شخص نے برائی کا ارادہ کرکے برائی نہیں کی اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایک کامل نیکی لکھ دیتے ہیں، اور جس شخص نے برائی کا ارادہ کرکے اس کو کر بھی لیا، اس کیلئے صرف ایک بدی لکھ دیتے ہیں۔''

تشریح: یہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں رحم وکرم کی ایک جھلک ہے کہ نیکی محض کے ارادے پر ثواب عنایت کرتا ہے اور ایک نیکی کرنے پر دس سے سات سو گنے تک اور بعض کے کمال اخلاص اور کمال حسن نیت کی وجہ سے اس سے بھی کہیں زیادہ جس کی کوئی انتہاء نہیں، اجر وثواب عطا کرتا ہے اور برائی کا ارادہ کرنے پر کوئی سزا نہیں دیتا، بلکہ برائی کا ارادہ کرنے کے باوجود اس برائی کو نہیں کرتا تب بھی ایک نیکی کا ثواب عطا کرتا ہے اور اگر برائی کی نیت کرکے اس کو کر بھی لیا تو اس کو صرف ایک برائی کا ہی بدلہ دیا جاتا ہے اور اگر توبہ کر لیتا ہے وہ بھی معاف ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ دوسرے نیک اعمال کرنے کی وجہ سے برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔ یہ سب اس پاک پروردگار کی کمال رحمت ہی کی وجہ سے ہے اور پھر بھی افسوس ہے کہ ایسے پاک مہربان رحمن ورحیم پروردگار کی ہم نافرمانی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو معاف فرمائے اور اپنی کمال رحمت جیسی عظیم نعمت بے نہایت کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

010 Bab

﴿الفصل الثانی﴾

برائی کے بعد نیکی کرنے والے کی مثال

{۲۲۶۵} وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلَ الَّذِیْ یَعْمَلُ السَّیِّئَاتِ ثُمَّ یَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ کَمَثَلِ رَجُلٍ کَانَتْ عَلَیْهِ دِرْعٌ ضَیِّقَةٌ قَدْ خَنَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَانْفَکَّتْ حَلْقَةٌ ثُمَّ عَمِلَ اُخْرٰی فَانْفَکَّتْ اُخْرٰی حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَی الْاَرْضِ۔ ﴿رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ﴾

حواله: شرح السنة: ۲۴۵/۸، کتاب الرقائق، باب ثواب من عمل الخ، حدیث نمبر: ۴۱۴۸۔

حل لغات: درع: زرہ جمع، ادرع، خنقته، خنق (ن) خنقا، گلا گھونٹنا، بھینچنا۔

ترجمه: حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ اس شخص کی مثال جو برائی کرنے کے بعد نیکی کرتا ہے اس آدمی کی طرح ہے جس پر تنگ زرہ ہو جس نے اس کے گلے کو بھینچ رکھا ہو، پھر اس نے نیک عمل کیا تو ایک حلقہ کھل گیا، پھر اس نے دوسرا نیک کام کیا تو دوسرا کھل گیا یہاں تک کہ وہ زرہ زمین پر گر جاتی ہے۔“

تشریح: فطرت سلیمہ کے متحمل انسان سے جب کوئی برائی کا صدور ہو جاتا ہے، تو وہ ایک طرح سے تنگی محسوس کرتا ہے، یہاں تک کہ برائی کرتے کرتے ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا گلا دبا دیا گیا ہو، اور جب نیک کام کرنے لگتا ہے تو اپنے اندر فراخی اور کشادگی محسوس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ نیکی کرتے کرتے وہ تنگی بالکل ختم ہو جاتی ہے اور وہ مومن بندہ اس تنگی سے نجات پا جاتا ہے۔

اسی کو اس حدیث شریف میں تنگ ذرہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (التعلیق: ۱۲۴/۳)

اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے بشارت

{۲۲۶۶} وَعَنْ اَبِیْ الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُصُّ عَلَی الْمِنْبَرِ وَھُوَ یَقُوْلُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ، قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! فَقَالَ الثَّانِیَۃَ: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ، فَقُلْتُ الثَّانِیَۃَ: وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! فَقَالَ الثَّالِثَۃَ: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ، فَقُلْتُ الثَّالِثَۃَ: وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرقَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ الدَّرْدَاءِ۔ ﴿رواہ احمد﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۲/۳۵۷۔

حل لغات: خاف: (ف) خوفا، ڈرنا، جنتان: تثنیہ ہے جنۃ کی بمعنی باغ، سرق: (ض) سرقا، چرانا، رغم: رغم، رغما، فروتنی کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا آپ ارشاد فرمارہے تھے: ’’جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کیلئے دو جنت ہیں‘‘ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر چہ وہ چوری کرے، اگر چہ وہ زنا کرے، آپ نے دوسری مرتبہ فرمایا: ’’جو شخص اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنت ہیں‘‘ میں نے دوسری مرتبہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر چہ وہ چوری کرے، اگر چہ وہ زنا کرے، آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا: ’’جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنت ہیں‘‘، میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا: اگر چہ وہ چوری کرے، اگر چہ وہ زنا کرے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اگر چہ ابو درداء ؓ کی ناک خاک آلود کیوں نہ ہو۔‘‘

تشریح: یقص علی المنبر: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ کر

010 Bab

وعظ فرمارہے تھے۔

یقول ولمن خام مقام ربہ جنتان: مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کیلئے پیشی سے ڈرتا ہے، اور گناہوں سے باز رہتا ہے، اس کیلئے یہ بشارت ہے کہ دو جنت ملیں گی۔

دو جنت کے بارے میں بعض احادیث میں آیا ہے کہ ایک جنت تو ایسی ہے جس میں مکان، محل، برتن اور زیورات وغیرہ سب کے سب سونے کے ہیں اور ایک جنت ایسی ہے جس میں یہ سب سامان چاندی کے ہیں۔

قلت وان زنی وان سرق: یعنی خوف خدا پر دو جنت ملنے کی بشارت ہے اس پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا کہ ایک شخص میں خوف خدا بھی ہے، اگر اس کے باوجود زنا چوری کا ارتکاب بھی اس سے ہوجاتا ہے، تو کیا اس صورت میں بھی وہ اس بشارت کا مستحق ہوگا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اپنے اس تعجب کا اظہار فرماتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس اظہار تعجب پر وہی جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ اور تیسری مرتبہ میں ارشاد فرماتے ہیں "وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِي الدَّرْدَاءِ" اگرچہ ابودرداء رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود کیوں نہ ہوجائے۔

مراد یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس سے کبھی کبھی گناہ بھی ہوجاتا ہے پھر وہ توبہ بھی کر لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں، قیامت کے دن اس کی بھی قدر ہوگی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ خوف خدا بہت بڑی فضیلت کی چیز ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے جو شخص ڈرتا رہتا ہے آخرت میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہوگی۔ (التعلیق: ۳/۱۲۵)

اللہ تعالیٰ ماں سے زیادہ مہربان ہے

{۲۲۶۷} وَعَنْ عَامِرِ الرَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَهُ يَعْنِيْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَرَرْتُ

بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيهَا أَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَأَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِيْ كِسَائِيْ فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلٰى رَأْسِيْ فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِيْ فَهُنَّ أُولَآءِ مَعِيْ قَالَ ضَعْهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ وَ أَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُوْمَهُنَّ، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَعْجَبُوْنَ لِرَحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا فَوَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا إِرْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤدشریف: ۲/ ۴۴۰، کتاب الجنائز، باب الامراض المکفرۃ للذنوب، حدیث نمبر: ۳۰۸۹۔

حل لغات: کسائ: کمبل، جمع اکسیۃ، غیضۃ: جھاڑی جمع غیاض، شجر: درخت، جمع اشجار، اصوات: جمع ہے صوت، کی بمعنی آواز، فراخ، جمع ہے فرخ، کی بمعنی پرندے کا بچہ۔

ترجمہ: حضرت عامر رامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک دن ان کے پاس؛ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک چادر اوڑھے ہوئے ایک آدمی آیا، اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جس کو لپیٹ رکھا تھا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میں ایک جھاڑی کے پاس سے گزرا، جہاں میں نے پرندوں کے بچوں کی آوازیں سنیں میں نے ان کو پکڑ کر اپنی چادر میں رکھ لیا ان کی ماں آکر میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے ان بچوں کو کھول دیا وہ ان بچوں پر بیٹھ گئی میں نے ان سب کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا، اور یہ سب میرے ساتھ ہیں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو نیچے رکھو! میں نے رکھ دیئے، تو ان بچوں کی ماں اپنے بچوں سے چمٹ گئی، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم ان پرندوں کی اماں کے اپنے بچوں پر رحم کرنے کی وجہ سے تعجب کر رہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ ان بچوں کی اماں کے اپنے بچوں پر رحم کرنے سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، تم ان کو لے جاؤ اور جہاں سے لائے وہیں لے جا کر رکھ دو؛ چنانچہ وہ ان کو لے گئے۔"

تشریح: عام الرام: الرام الرامی کے معنی میں ہے، یہ بڑے تیرانداز تھے، اس لئے "الرام" سے مشہور ہوگئے۔

مطلب یہ ہے کہ ان بچوں کی اماں (چڑیا) اپنے بچوں کی وجہ سے بے چین ہوگئی، اور ان کو چھڑانے کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی اور ان کو چھڑانے تک برابر ان سے چمٹی رہی، جو رحمت وشفقت کی انتہاء ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس چڑیا سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔

﴿الفصل الثالث﴾

اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے

{۲۲۶۸} **وَعَنْ** عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ غَزَوَاتِهٖ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ، قَالُوْا: نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَأَةٌ تَحْضُبُ بِقِدْرِهَا وَ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَإِذَا ارْتَفَعَ وَهَجٌ تَنَحَّتْ بِهٖ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ: نَعَمْ! قَالَتْ: بِأَبِيْ اَنْتَ وَأُمِّيْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، قَالَ: بَلىٰ قَالَتْ: اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا قَالَ: بَلىٰ قَالَتْ: إِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِيْ وَلَدَهَا فِي النَّارِ، فَأَكَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ إِلَيْهَا فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ إِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِيْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَاَبىٰ اَنْ يَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ ﴿رواہ ابن ماجہ﴾

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۳۱۸، ابواب الزھد، باب مایرجی من رحمۃ اللہ الخ، حدیث نمبر: ۴۲۹۷۔

حل لغات: غزوات: جمع، ہے عزوۃ کی بمعنی وہ لڑائی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں، تحضب، حضب (ض) حضبا، ایندھن ڈالنا، وھج: آگ کی بھڑک، وھج (ض) وھجا، آگ بھڑکانا، یتمرد تمرد (تفعل) نافرمانی کرنا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: کہ ہم ایک غزوے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمارا ایک قوم پر گذر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ہم سب مسلمان ہیں، ان میں ایک عورت بھی تھی جو اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی، جس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا، جب آگ کی لپٹ اٹھتی تو اپنے بچے کو ہٹا لیتی اس عورت نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آ کر کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: بے شک! اس عورت نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، اس عورت نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ مہربان نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، اس عورت نے کہا کہ: ماں تو اپنی اولاد کو آگ میں نہیں ڈال سکتی، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روتے ہوئے اپنا سر مبارک جھکا لیا، پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر اس عورت سے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عذاب نہیں دے گا؛ مگر سرکش کو اور ایسے سرکش کو جو اللہ سے سرکشی کرتے ہیں اور "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنے سے انکار کرتے ہیں۔"

تشریح: من القوم: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہاں اس قوم کے پاس پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا: کہ کون لوگ ہو؟ مسلمان ہو یا کافر؟ چونکہ ہر ایک سے معاملہ اسی کے مطابق کیا جاتا ہے، اس لئے دریافت فرمایا۔

قالوا نحن المسلمون: تو ان لوگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا: کہ ہم مسلمان ہیں۔

حدیث پاک میں ایک عورت کا سوال اور آنحضرت ﷺ کا جواب بیان فرمایا گیا ہے، عورت کے سوال کا حاصل یہ ہے کہ ایک عورت جب اپنے بچہ کو کسی طرح آگ میں نہیں ڈال سکتی تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے، اپنے بندوں کو جہنم میں کیوں عذاب دیگا، عورت کے اس سوال

سے آنحضرت ﷺ انتہائی متاثر ہوئے اور روتے ہوئے سر مبارک جھکا لیا، پھر اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ بھی انتہائی متمرد اور سرکش کے علاوہ کسی کو عذاب نہیں دیگا اور انتہائی متمرد اور سرکش بھی وہ جو خود حق تعالیٰ شانہ کے مقابلہ ہی تمرد اور سرکشی اختیار کرتا ہے اور خدا کو خدا ہی تسلیم نہیں کرتا، ایسے سرکش اور متمرد کے علاوہ کسی کو عذاب نہیں ہوگا۔ اور باغی و سرکش کا مستحق سزا ہونا ظاہر ہے اور وہ رحم و مہربانی کے خلاف نہیں ہے۔

اشکال مع جواب

ان اللہ لایعذب من عبادہ الا المارد: اس سے معلوم ہوا کہ تعذیب صرف کفر پر مرتب ہوگی، حالانکہ دوسرے معاصی پر بھی اللہ تعالیٰ عذاب دینگے۔

جواب (۱)...... جواب یہ ہے کہ یہاں عذاب سے عذاب دائم مراد ہے۔

جواب (۲)...... شرائع اسلام کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے۔ (مرقاۃ: ۳/۹۱)

اللہ کی خوشنودی چاہنے والے پر اللہ کی رحمت

{۲۲۶۹} وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللهِ فَلَا يَزَالُ بِذَالِكَ فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لِجِبْرِيْلَ: إِنَّ فُلَانًا عَبْدِيْ يَلْتَمِسُ اَنْ يُرْضِيَنِيْ اَلَا وَإِنَّ رَحْمَتِيْ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ رَحْمَةُ اللهِ عَلىٰ فُلَانٍ وَيَقُوْلُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَيَقُوْلُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَهَا اَهْلُ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ ثُمَّ تَهْبِطُ لَهٗ إِلَى الْاَرْضِ۔ ﴿رواہ احمد﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۵/۲۸۰،

حل لغات: العبد: بندہ، جمع، عباد، یھبط: ھبط، (ض) ھبطاً، اترنا۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ڈھونڈتا ہے اور برابر لگا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں: کہ میرا فلاں بندہ میری رضا چاہتا ہے، تم گواہ رہو میری رحمت اس کے لئے ہے، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اعلان فرماتے ہیں: کہ فلاں کے لئے اللہ کی رحمت ہے جسے حاملین عرش، ان کے قرب و جوار والے اور ساتوں آسمان والے دہراتے ہیں پھر اہل زمین کی طرف یہ چیز ڈال دی جاتی ہے۔''

تشریح: قال ان العبد لیلتمس مرضاۃ اللہ الخ: یعنی جو شخص اخلاص اور مداومت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہے اس کے لئے خصوصی طور پر رحمت کاملہ کا معاملہ کیا جاتا ہے، اس طور پر کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو گواہ بنایا جاتا ہے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اس کا اعلان فرماتے ہیں جس کی وجہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آس پاس والے فرشتے اور حاملانِ عرش اور تمام آسمانوں والے فرشتے اس کا اعلان و اقرار کرتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ تعالیٰ کا مقرب و محبوب بندہ ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے اور پھر یہی اعلان و اعتراف کا معاملہ زمین تک پہونچتا ہے، اور تمام روئے زمین والوں میں بھی اس کی محبت ڈالدی جاتی ہے۔ اللھم اجعلنا منھم۔

ہر کلمہ گو جنتی ہے

{۲۲۷۰} وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ قَالَ كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ۔ ﴿رواه البیہقی فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ﴾

حوالہ: المعجم الکبیر للطبرانی: ۱/۱۶۷، حدیث نمبر: ۴۱۰۔

حل لغات: مقتصد: قصد(ض) قصدا، ارادہ کرنا، اقتصد، (افتعال) میانہ روی اختیار کرنا۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ" [پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان ہی میں سے کچھ ایسے ہیں جو درمیانی درجے کے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیکیوں میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔] (آسان ترجمہ) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ سب جنتی ہیں۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ شہادت اقرار کرنے والے سب جنتی ہیں، حالانکہ ان میں بعض گنہگار ہیں، بعض درمیانی درجے کے ہیں اور بعض ہمہ وقت نیکی میں مشغول رہنے والے ہیں، سب جنتی ہیں، خواہ گنہگار کو اس کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں بھی جانا پڑے، مگر کبھی نہ کبھی جہنم سے نکلے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔

بَابُ ما یقول عند الصباح والمساء والمنام

(صبح، شام اور سونے کے وقت کیا پڑھے؟ اس کا بیان)

رقم الحدیث: ۲۲۷۱/تا۲۳۰۳/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام

(صبح، شام اور سونے کے وقت کیا پڑھے؟ اس کا بیان)

﴿الفصل الاول﴾

صبح و شام پڑھنے کی دعا

{۲۲۷۱} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسٰی قَالَ: اَمْسَیْنَا وَاَمْسٰی الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرِ مَا فِیْھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّمَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَسُوْءِ الْکِبَرِ وَفِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ: ذٰلِکَ اَیْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۵۰، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیۃ، حدیث نمبر: ۲۷۲۳۔

حل لغات: الکسل: کسل (س) کسلا، کاہل ہونا، الھرم: انتہائی بڑھاپا، جمع ھرام، ھرم (س) ھرما، بہت بوڑھا ہونا، سوء: آفت، جمع، اسواء، النار: آگ، جمع نیران۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَمْسَيْنَا وَاَمْسٰى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هَا وَ شَرِّمَا فِيْهَا اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسْلِ وَالْهَرَمِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ" [ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور ساری سلطنت اللہ ہی کے لئے، ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے، اور ہر قسم کی تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، اے اللہ! اس رات کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور اس کے شر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! سستی، بڑھاپے کی زیادتی اور برائی سے اور دنیا کے فتنے اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اور جب صبح ہوتی تو یہی دعا پڑھتے تھے مگر "اَمْسَيْنَا وَاَمْسٰى الْمُلْكُ" کے بجائے "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ" پڑھتے تھے۔" ایک دوسری روایت میں "وَسُوْءِ الْكِبَرِ" کے بعد یہ الفاظ ہیں "رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ" [میرے پروردگار عذاب نار اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح، شام اس دعا کو پڑھتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت بھی اپنے خدا کو اس کی قدرت کو اس کے انعامات کو یاد کرتے اور شام کے وقت بھی، اس لئے کہ صبح لانے والا بھی وہی ہے، شام لانے والا بھی وہی ہے، صبح وشام میں جو

خیر وشر ہے اس کا مالک بھی وہی ہے اس لئے صبح وشام کی خیر وبھلائی کا سوال بھی اس سے کرنا چاہئے اور صبح وشام شر اور برائی سے پناہ بھی اسی سے چاہنی چاہئے، اور جس طرح دن ختم ہو کر شام ہو رہی ہے، اسی طرح انسان کی جوانی ختم ہو کر بڑھاپا آتا ہے، اور جس طرح صبح وشام کو لانے والا وہ خدا ہے اسی طرح جوانی، بڑھاپا لانے والا بھی وہی ہے، اس لئے بڑھاپے کی زیادتی، کمزوری، سستی وکاہلی سے بھی اسی سے پناہ مانگنی چاہئے۔ اور جب آدمی اپنے بڑھاپے کو یاد کرتا ہے تو لازمی طور پر موت پھر قبر اور جہنم کی یاد بھی لازمی ہے، اس لئے عذاب قبر اور عذاب جہنم سے پناہ بھی ساتھ ساتھ طلب کی گئی۔

سونے اور جاگنے کی دعائیں

{۲۲۷۲}　وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهٗ تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنِ الْبَرَاءِ)

حوالہ: بخاری شریف: ۹۳۴/۲، کتاب الدعوات، باب وضع الید تحت الخد الیمنی، حدیث نمبر: ۶۰۶۹۔ مسلم شریف: ۳۸۴/۲، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، حدیث نمبر: ۲۷۱۱۔

حل لغات: مضجعہ: خواب گاہ، جمع، مضاجع، خد: رخسار، جمع، خدود، استیقظ: یقظ (س) یقظا، استیقظ، (استفعال) بیدار ہونا، النشور: نشر (ن) نشورا، جمع ہونا۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سونے کے وقت اپنے رخسار مبارک کے نیچے اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے:

"اللھم باسمك اموت واحییٰ" [اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ زندہ ہوتا ہوں۔]

اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور" [اللہ ہی کے لئے حمد ہے، جس نے ہم کو موت دینے کے بعد زندگی بخشی اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔]

تشریح: سونے اور جاگنے کے بعد ذکر و دعا کی حکمت اور وجہ یہ ہے کہ اعمال کا خاتمہ بھی عبادت و طاعت پر ہو اور افعال کی ابتدا بھی عبادت ہی سے ہو۔

والیہ النشور: اسی کی طرف رجوع اور لوٹنا ہے، کا مطلب بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ آخر کار موت کے بعد حساب اور جزاء وسزا کے لئے اسی ذات باری تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے؛ لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے یہاں نشور سے مراد سونے کے بعد اٹھ کر طلب معاش اور اپنے کام کاج میں مصروف ہونے کیلئے زندگی کی ہماہمی میں شریک ہوجانا ہے۔ (مرقاۃ: ٩٣/٣)

فائدہ: ان دعاؤں کے پڑھنے سے ایک مقصود یہ بھی ہے کہ سوتے وقت بندہ اپنی موت کا تصور کرے کہ اسی طرح ایک روز موت بھی آنے والی ہے، اس لئے اس کی تیاری کی فکر کرنی ہے۔ اور صبح اٹھ کر تصور کرے کہ مرنے کے بعد قیامت میں اسی طرح اپنی قبروں سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے، اس لئے اس کی تیاری کی فکر کرنا چاہئے۔ اسی لئے نیند کیلئے موت اور بیداری کیلئے حیات کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

فائدہ: (٢)...... نیند بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور بیداری بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اس لئے سوتے وقت اور بیداری کے وقت اللہ تعالیٰ کی دونوں عظیم نعمتوں کو سوچے اور اس پاک پروردگار کی شکرگذاری کرے۔

سوتے وقت کا عمل

{٢٢٧٣} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی فِرَاشِهٖ

فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهٖ فَإِنَّهٗ لَايَدْرِيْ مَاخَلَفَهٗ عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ لِيَضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ لِيَقُلْ بِاسْمِكَ۔ ﴿متفق علیہ﴾ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لَهَا۔

حوالہ: بخاری شریف: ۲/ ۹۳۵، کتاب الدعوات، باب التعوذ والقرأۃ عند النوم، حدیث نمبر: ۶۰۷۵۔

مسلم شریف: ۲/ ۳۵۹، کتاب الذکر والدعا، باب الدعاء عند النوم، حدیث نمبر: ۲۷۱۴۔

حل لغات: فلینفض: نفض، (ن) نفوضا، جھاڑنا، داخلۃ: اندرونی حصہ، جمع دواخل، صنفۃ: کنارہ، جمع، اصناف۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو چاہئے کہ وہ اپنا بستر اپنی لنگی کے اندرونی حصے سے جھاڑ لے، اس لئے کہ نہیں معلوم کہ اس کے غائبانے میں اس پر کیا آ گیا ہے، پھر یہ دعا پڑھے:

''بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ''

[تیرے ہی نام سے میں نے اپنا پہلو رکھا اور تیرے ہی نام سے اٹھاؤں گا اگر تو میرے نفس کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر چھوڑ دے تو اس کی حفاظت فرما، جس طرح آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔]

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم میں سے جب کوئی اپنے بستر پر آئے تو پہلے اپنا بستر جھاڑ لے اور پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے اور پھر ''باسمک''

(دعا) پڑھے۔(بخاری ومسلم) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اسے چاہئے کہ وہ اپنے بستر کو تین مرتبہ جھاڑے، نیز اس روایت میں "وان امسکت فاغفر لھا" ہے۔

تشریح: بعض دفعہ بستر پر کوئی غبار، مکڑی، چیونٹی، چھپکلی، بچھو وغیرہ کوئی موذی چیز آسکتی ہے، اور انسان کو تکلیف پہنچا سکتی ہے۔ اس لئے بستر پر لیٹنے سے پہلے بستر کو جھاڑنے کا حکم فرمایا، جس سے آنحضرت ﷺ کی کمال شفقت ظاہر ہے، باقی دعا میں موت وزندگی کی یاددہانی اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور اس کی شکرگذاری اور موت وزندگی ہر حالت میں بندہ کا اپنے پروردگار کا محتاج ہونا وغیرہ امور ظاہر ہیں۔

دائیں کروٹ پر سونے میں دل کو زیادہ راحت ہوتی ہے، اور غفلت کم ہوتی ہے، اس سے بھی آنحضرت ﷺ کی کمال شفقت ظاہر ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سونے کا طریقہ اور سوتے وقت کی ایک دعا

{۲۲۷۴} وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَوَضَعْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجَاً مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَهُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحْتَ لَيْلَتِهٖ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ يَافُلَانُ اِذَا اٰوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ

فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَکَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ، ثُمَّ قُلْ اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ اِلٰی قَوْلِہٖ اَرْسَلْتَ وَقَالَ فَاِنْ مُتَّ مِنْ لَیْلَتِکَ مُتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَیْرًا۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۹۳۴/۲، کتاب الدعوات، باب النوم علی الشق الیمن، حدیث نمبر: ۶۰۷۰، وانظر ایضا، حدیث نمبر: ۶۰۶۶۔ مسلم شریف: ۳۴۸/۲، کتاب الذکر والدعائ، باب الدعاء عند النوم، حدیث نمبر: ۲۷۱۰۔

حل لغات: فراش: بچھونا، جمع، افرشۃ، مت: مات (ن) موتا، مرنا۔

ترجمہ: *حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے اپنے داہنے پہلو پر لیٹتے پھر یہ دعا پڑھتے:*

"اللّٰھم اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَوَضَعْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ آمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ"

[اے اللہ! میں نے اپنا نفس آپ کو سونپ دیا، میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا، اور اپنی ٹیک تیری طرف لگا دی۔ تیری رحمت کی امید کرتے ہوئے اور تیرے غضب سے ڈرتے ہوئے۔ تیرے سوا کوئی ٹھکانا اور جائے پناہ نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جو تو نے بھیجا۔]

نیز حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے یہ کلمات کہے اور اس کی موت ہوگئی وہ فطرت اسلام پر مرا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا: اے فلاں تو جب اپنے بستر پر آئے تو نماز کے لئے وضو کی طرح وضو کر، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ کر پڑھ

"اللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَوَضَعْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ آمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ" *نیز آپ نے فرمایا: اگر اس رات میں تری موت ہو جائے تو فطرت اسلام پر*

تیری موت ہوگی، اور اگر تونے صبح کی تو بھلائی کو پائے گا۔

تشریح: حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رات کو سونے سے پہلے اچھی طرح وضو کرلینا چاہئے، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ کر مذکورہ دعا پڑھانا چاہئے۔

دعا کے بعد پھر کوئی بات وغیرہ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر رات میں موت آجائے تو فطرت پر موت ہوگی، اور وہ اللہ کا فرمانبردار اور مسلم بن کر مریگا، یہاں فطرت کے معنی دین اسلام کے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، مگر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں، وہاں حدیث شریف میں فطرت سے دین اسلام ہی مراد ہے۔

سوتے وقت کی ایک دعا

{۲۲۷۵} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اٰوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَ آوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۹، کتاب الزکر والدعائ، باب الدعاء عند النوم، حدیث نمبر: ۲۷۱۵۔

حل لغات: فراش: بچھونا، جمع ،افرشۃ، اوی، (افعال) ٹھکانہ پکڑنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے،

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَآوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ"

[تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں، جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں کافی ہوگیا، اور ہمیں ٹھکانہ دیا، بہت سے ایسے ہیں جن کی کفایت کرنے والا اور ٹھکانا دینے والا کوئی نہیں ہے۔]

تشریح: کان اذا آوی الی فراشہ قال: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے اور سونے کا ارادہ فرماتے تو مذکورہ دعا بھی پڑھتے تھے۔

سونے سے قبل ان کلمات کا پڑھنا مستحب ہے، ان کلمات کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں اور فضل واحسان کا اقرار واعتراف کرتا ہے، جو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں، اور ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے، اور اس عظیم حقیقت کا اعتراف کرتا ہے، کہ آدمی کے لئے خالق ومالک کے سوا نہ کوئی پناہ دینے والا ہے اور نہ کوئی اس کی ضرورتوں اور حاجتوں کا پورا کرنے والا ہے۔

دعا کے آخری کلمات میں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ اس وسیع وعریض دنیا میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو روزمرہ کی تکالیف وپریشانیوں میں مبتلا ہیں۔

ان کو سر چھپانے کے لئے کوئی ٹھکانہ بھی میسر نہیں، بلکہ وہ کوچوں، بازاروں میں فٹ پاتھ اور سڑکوں اور جنگلات وویرانوں میں اپنی سخت کوش زندگی کی گھڑیاں گذارتے ہیں، نہ انہیں گرمی سے بچنے کی راحت نصیب ہے، اور نہ سردی کی ایذا وتکلیف سے نجات کی کوئی پناہ اللہ پاک کا کتنا عظیم احسان ہے کہ اس پاک پروردگار نے ان تمام مصائب اور پریشانیوں سے ہم کو نجات عطا فرمائی اور اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا۔

تسبیح فاطمی

{۲۲۷۶} **وَعَنْ** عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُوْ اِلَيْهِ مَاتَلْقٰى فِيْ يَدِهَا مِنَ الرَّحٰى وَ بَلَغَهَا اَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيْقٌ فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَلَمَّا جَاءَ اَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ قَالَ: فَجَاءَنَا وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهَا حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ قَدَمِهِ عَلٰى

بَطْنِیْ، فَقَالَ: اَلَا اَدُلُّکُمَا عَلٰی خَیْرٍ مِمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضْجَعَکُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلٰثِیْنَ، وَاَحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَکَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمَا مِنْ خَادِمٍ۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۸۰۷، کتاب النفقات، باب عمل المرأة الخ، حدیث نمبر: ۵۱۵۲۔ مسلم شریف: ۲/۳۵۱، کتاب الذکر والدعائ، باب التسبیح اول النھار وعند النوم، حدیث نمبر: ۲۷۲۷۔

حل لغات: تشکو: شکا (ن) شکایة، شکایت کرنا، الرحی: چکی، جمع رحوان، رقیق: غلام، واحد جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے، تصادفه: صادف (مفاعلت) پانا۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں تاکہ ان سے شکایت کریں کہ چکی چلانے کی وجہ سے ان کے ہاتھ میں نشان پڑ گیا ہے، نیز ان کو معلوم تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے ہوئے ہیں؛ لیکن ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوسکی، اس کے لئے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کردیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا، پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم لیٹ چکے تھے، ہم لوگ کھڑے ہونے لگے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنی جگہ پر لیٹے رہو، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے اور فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی، اور آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو اس سے اچھی چیز نہ بتادوں جس کا تم نے سوال کیا ہے؟ جب تم دونوں سونے لگو تو تینتیس مرتبہ "سبحان اللہ" تینتیس مرتبہ "الحمد للہ" اور چونتیس مرتبہ "اللہ اکبر" کہہ لیا کرو، یہ تم دونوں کے لئے خادم سے زیادہ بہتر ہے۔

تشریح: طبرانی میں بعد میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ یہ زبان سے کہنے میں سو مرتبہ ہیں، لیکن میزان

011 Bab ma Yaqoolu

میں یہ ایک ہزار ہیں۔

روایات کے اختلاف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کلمات کی کل تعداد سو پوری کرنی چاہئے۔ وران تینوں کلمات سے کسی بھی کلمہ کو ۳۴/ مرتبہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کے بارے میں مختلف احادیث میں ۳۴/ کا عدد آیا ہے۔ دو روایات تو اسی مقام پر مذکور ہیں، اور سنن نسائی میں ہے کہ "الحمد للہ" ۳۴/ بار پڑھا جائے۔ اسی طرح ان کلمات کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے کا بھی حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا: کہ جب سے میں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے ان کلمات کے پڑھنے کا حکم سنا ہے میں نے ان کا پڑھنا کبھی ترک نہیں کیا، کسی نے کہا: کہ جنگ صفین کی رات بھی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ صفین کی رات بھی نہیں۔ یعنی جنگ کی مصروفیت کے دوران بھی میں نے ان کلمات کو ترک نہیں کیا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تمام زندگی زہد اور فقر کے ساتھ گذاری اور یہی طرز زندگی صاحبزادی کے لئے بھی پسند فرمایا کہ آخرت کے درجات کی بلندی اور جنت کی نعمتیں اس فانی زندگی کی آسائشوں سے بہتر ہیں۔ اور یہی تمام انبیاء، اولیا اور صلحاء کی سنت ہے کہ سب نے اخروی درجات اور نعیم جنت کے حصول کے لئے دنیا کی کلفتیں اور مصائب برداشت کئے اور دنیا اور اسباب دنیا کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اس ذکر کو پابندی سے پڑھے وہ تھکن سے دوچار نہیں ہوگا، کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تعب اور تھکن کا شکوہ کیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے یہ تسبیحات بتائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ مواظبت کے ساتھ ان کو پڑھنے والا کثرت عمل کی تکان اور تعب سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے گا۔

(فتح الباری: ۲/۲۲۷، عمدۃ القاری: ۱۴/۴۹، روضۃ المتقین: ۳/۴۴۱، دلیل الفالحین: ۴/۲۳۶، ریاض الصالحین (صلاح الدین): ۲/۳۵۲)

011 Bab ma Yaqoolu

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تسبیح پڑھنے کی تلقین

{۲۲۷۷} وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ: اَلَا اَدُلُّكِ عَلٰی مَاهُوَ خَيْرٌ مِنْ خَادِمٍ تُسَبِّحِيْنَ اللّٰهَ ثَلَاثاً وَّثَلَاثِيْنَ وَتَحْمَدِيْنَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتُكَبِّرِيْنَ اللّٰهَ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَعِنْدَ مَنَامِكِ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۵۱، کتاب الذکر والدعائ، باب التسبیح، اول النہار وعند النوم، حدیث نمبر: ۲۷۲۸۔

حل لغات: خادم: خدمت کرنے والا، جمع، خدام، صلاۃ: نماز، جمع، صلوات۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مقصد سے حاضر ہوئیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خادم مانگیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو خادم سے بہتر ہے، ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت "سبحان اللہ" تینتیس بار، "الحمد للہ" تینتیس بار اور "اللہ اکبر" چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔

تشریح: آدمی کو تسبیح فاطمی کا ورد رکھنا چاہئے، اس سے مشقت و پریشانی، رنج وغم اور بدن کا تکان دور ہو جاتا ہے۔

اشکال مع جواب

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماقبل والی حدیث سے معلوم ہوا کہ خود ان کی ملاقات

نہ ہوسکی بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کر گئی تھیں، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، دونوں کے اندر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ حدیث راوی کی جانب سے مختصر ہے، اصل واقعہ وہی ہے جو اس سے ماقبل والی حدیث پاک میں گذرا، لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔

﴿الفصل الثانی﴾

صبح وشام کی دعائیں

{۲۲۷۸} وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ، وَاِذَا اَمْسٰى قَالَ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ۔ ﴿رواه الترمذی وابوداؤد وابن ماجه﴾

حواله: ترمذی شریف: ۱۷۶/۲، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح الخ، حدیث نمبر: ۳۳۹۱۔ ابو داؤد شریف: ۶۹۱، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۴۰۶۸۔ ابن ماجه شریف: ۲۷۵، ابواب الدعاء، باب مایدعو به الرجل اذا اصبح الخ، حدیث نمبر: ۳۸۶۸۔

حل لغات: نموت: مات (ن) موتا، مرنا، النشور: نشر (ن) اٹھنا۔

ترجمه: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب صبح ہوتی تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ"

[اے اللہ! تیری قدرت سے ہم نے صبح کی اور تیری قدرت سے شام کریں گے

اور تیری قدرت سے ہم زندہ ہیں اور تیری قدرت سے ہی ہماری موت واقع ہوگی اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔]

اور جب شام ہوتی تو پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ"

[اے اللہ! تیری ہی قدرت سے ہم نے شام کی اور تیری ہی قدرت سے ہم نے صبح کی اور تیری ہی قدرت سے ہم زندہ ہیں اور تیری ہی قدرت سے ہماری موت واقع ہوگی، اور تیری ہی طرف اکٹھے ہونا ہے۔]

تشریح: اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ہر کام کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی تقدیر سمجھے اور ہر وقت یہ یقین کامل کرے کہ کون ومکان میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے، ہمارا صبح وشام کرنا ہمارا جینا اور مرنا سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اور مرنے کے بعد ہمیں اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔

صبح وشام دونوں وقت مذکورہ دعا پڑھنا مستحب بھی ہے اور تجدید ایمان بھی اور اللہ کی قدرت کاملہ کا اعتراف بھی، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان دعاؤں کا التزام کرے۔

(تحفۃ الاحوذی: ۹/۳۱۱، روضۃ المتقین: ۳/۴۳۶، طریق السالکین: ۳/۲۰۳)

تین وقتوں میں پڑھنے کی دعا

{۲۲۷۹} **وَعَنْهُ** قَالَ: قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! مُرْنِىْ بِشَيْءٍ اَقُوْلُهٗ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ قَالَ: قُلِ اللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ قُلْهُ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ۔ (رواه

الترمذی وابوداؤد والدارمیؒ

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۶، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح، حدیث نمبر: ۳۳۹۲۔ ابوداؤد شریف: ۲/۶۹۱، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۶۷۔ دارمی: ۲/۳۶۸، کتاب الاستئذان، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۲۶۸۹۔

حل لغات: مرنی: امر (ن) امراً، حکم کرنا، الغیب: پوشیدہ چیز جمع، غیوب۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: آپ مجھے کوئی ایسی دعا بتادیجئے جسے میں صبح وشام پڑھا کروں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهٗ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ"

[اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کے جاننے والے، ہر چیز کے رب اور اس کے مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے، شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے۔] صبح وشام اور سوتے وقت پڑھ لیا کرو۔

تشریح: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر وقت اعمال خیر اور کلمات خیر کے جاننے اور سیکھنے کے خواہشمند رہتے تھے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمہ وقت اپنے اصحاب کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات تعلیم فرمائے، جو بہت اعلیٰ اور عمدہ اور جامع کلمات ہیں، جن کو پڑھنے کی ہر مومن کو عادت بنانی چاہئے، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صبح وشام دو وقت پڑھنے کے لئے درخواست کی تھی، آنحضرت ﷺ نے ان کے شوق وطلب کے پیش نظر سوتے وقت پڑھنے کو بھی ارشاد فرمایا۔

011 Bab ma Yaqoolu

ہر مصیبت سے نجات کی ضمانت

{۲۲۸۰} **وَعَنْ** اَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ فِیْ صَبَاحِ کُلِّ یَوْمٍ وَمَسَاءِ کُلَّ لَیْلَۃٍ بِاسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَیَضُرُّہٗ شَیْءٌ فَکَانَ اَبَانٌ قَدْ اَصَابَہٗ طَرْفُ فَالِجٍ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَنْظُرُ اِلَیْہِ فَقَالَ: لَہٗ اَبَانٌ مَا تَنْظُرُ اِلَیَّ اَمَا اَنَّ الْحَدِیْثَ کَمَا حَدَّثْتُکَ وَلٰکِنِّیْ لَمْ اَقُلْہُ یَوْمَئِذٍ لِیُمْضِیَ اللّٰہُ عَلَیَّ قَدْرَہٗ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَمْ تُصِبْہُ فُجَاءَۃُ بَلَاءٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَمَنْ قَالَھَا حِیْنَ یُصْبِحُ لَمْ تُصِبْہُ فُجَاءَۃُ بَلَاءٍ حَتّٰی یُمْسِیَ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۶، ابواب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح، حدیث نمبر: ۳۳۸۸۔ ابوداؤد شریف: ۲/۶۹۴، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۸۸۔ ابن ماجہ شریف: ۲۷۵، ابواب الدعاء، باب مایدعو بہ الرجل اذا اصبح، حدیث نمبر: ۳۸۶۹۔

حل لغات: یوم: دن، جمع ،ایام، لیلۃ: رات، جمع ،لیالی، فالج: ایک مرض ہے جس سے آدھا حصہ بے کار ہو جاتا ہے، فجاءۃ: اچانک، فجا (ن) فجاً، اچانک آنا، بلاءٔ: مصیبت، جمع بلایا۔

ترجمہ: حضرت ابان بن عثمان سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد محترم کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص ہر دن صبح کے وقت اور ہر رات شام کے وقت

”بِاسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ“

[اس اللہ کے نام کی برکت سے جس کے نام کے ساتھ زمین اور آسمان میں موجود کوئی شی نقصان نہیں

پہنچا سکتی اور وہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔]

تین مرتبہ پڑھے گا کوئی چیز اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گی، ابان پر فالج کا حملہ ہوگیا تو اس آدمی نے ابان کو تعجب سے دیکھنا شروع کیا، ابان نے کہا: تم مجھے تعجب سے کیوں دیکھ رہے ہو؟ حدیث تو ایسی ہی ہے جیسی میں نے بیان کی ہے؛ لیکن میں جس دن اس مرض میں مبتلا ہوا ہوں اس دن میں یہ دعا نہیں پڑھ سکا تھا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ نے میرے مقدر میں جو کچھ لکھ دیا تھا وہ پورا ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جو شخص اس دعاء کو شام کے وقت پڑھے وہ صبح تک کسی ناگہانی بلا میں گرفتار نہیں ہوگا اور جو شخص اس کو صبح کے وقت پڑھے وہ شام تک کسی ناگہانی بلا میں مبتلا نہیں ہوگا۔

تشریح: مذکورہ بالا دعا پڑھنے سے کسی طرح کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ الا یہ کہ اس دن اس کی موت لکھی ہوئی ہو۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام میں بڑی عظیم خیر و برکت ہے کہ آسمان و زمین اللہ کے نام پر قائم ہیں اور کون و مکان اسی مالک کائنات کے نام سے استوار ہیں، اسی کے نام کی برکت سے اللہ کی مومن بندہ ہر برائی ہر تکلیف اور ہر آزار سے نجات پاتا ہے، خواہ وہ انسانوں کی طرف سے ہو یا شیطان کی طرف سے ہو، جمادات کی طرف سے ہو یا حیوانات کی طرف سے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شی کا مالک ہے اور کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ شی بھی اس کے اقتدار سے باہر نہیں ہے، اس کی قدرت عظیم ہے، اور وہ ہر شی پر قادر ہے اور اس کے حکم کے بغیر درخت سے ایک پتہ نہیں گرتا، وہ تمام کائنات کے حالات کو جاننے والا ہے، اور ان کو جس طرح چاہے پھیرنے پر قادر ہے، اس لئے بندوں کی حفاظت اور ان کو ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رکھنا صرف اسی کا کام ہے، اور اسی کے نام کی برکت سے ہر فتنے اور ہر شی سے تحفظ ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کلمات کس قدر بابرکت ہیں، اس لئے ان کلمات کے پڑھنے کا ہر شخص کو اہتمام کرنا چاہئے۔

فائدہ: باقی اگر کوئی تکلیف اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہو تو وہ اس دن اس دعا کو

نہیں پڑھ سکے گا، بھول جائے گا یا کوئی اور عذر پیش آجائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر پوری ہوجائے۔

شام کے وقت خیر کی طلب

{۲۲۸۱} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: اِذَا اَمْسٰی اَمْسَیْنَا وَاَمْسٰی الْمُلْکُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَافِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَا بَعْدَھَا رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَمِنْ سُوْءِ الْکِبَرِ اَوِ الْکُفْرِ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِنْ سُوْءِ الْکِبَرِ وَالْکِبْرِ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِکَ اَیْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وَفِیْ رِوَایَتِہٖ لَمْ یُذْکَرْ مِنْ سُوْءِ الْکُفْرِ)

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۷۶/۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء، اذا اصبح الخ، حدیث نمبر: ۳۳۹۰۔ ابوداؤد شریف: ۶۹۱/۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۷۱۔

حل لغات: اسئلک: سأل (ف) سؤالا، طلب کرنا، اللیلۃ: رات، جمع، لیالی۔

ترجمہ: *حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت پڑھتے تھے:*

"اَمْسَیْنَا وَاَمْسٰی الْمُلْکُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ اَسْئَلُكَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَھَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَافِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَا بَعْدَھَا رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْکَسَلِ وَمِنْ سُوْءِ

الْكِبَرِ اَوِ الْكُفْرِ"

[ہم نے شام کی اور اللہ کے لئے تمام ملک نے شام کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے، اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر شی پر پوری قدرت والا ہے۔ میرے پروردگار! اس رات کی خیر اور اس کے بعد کی خیر کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس رات میں جو شر ہے اور اس کے بعد کے شر سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، میرے پروردگار! کاہلی سے اور بڑھاپے کی برائی یا کفر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔]

اور ایک روایت میں:

"سوء الكبر والكبر رب اعوذبك من عذاب فى النار وعذاب فى القبر" ہے۔ اور جب صبح ہوتی تو آپ پڑھتے تھے:

"اصبحنا واصبح الملك لله" (ابوداؤد، ترمذی) لیکن ترمذی کی روایت میں "من سوء الكفر" کے الفاظ نہیں ہیں۔

تشریح: ایمان واسلام کا تقاضہ ہے کہ ہر وقت بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد رہے، اور قلب ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اسی کی بارگاہ سے حفاظت وعافیت اور ہدایت ونجات طلب کرے، اور دنیا وآخرت میں تکلیف پہنچانے والی تمام باتوں سے اس سے پناہ طلب کرے۔ ان کلمات کا صبح وشام پڑھنا مستحب ہے۔ فقط

بنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی تعلیم

{۲۲۸۲} وَعَنْ بَعْضِ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهَا فَيَقُوْلُ: قُوْلِيْ حِيْنَ تُصْبِحِيْنَ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ مَاشَاءَ اللهُ كَانَ

وَمَالَمْ يُشَأْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا فَاِنَّهُ مَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ حَتّٰى يُمْسِيْ وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ حَتّٰى يُصْبِحَ۔ ﴿رواه ابوداؤد﴾

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲/ ۶۹۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۷۵۔

حل لغات: اعلم: علم (س) علما، جاننا، حفظ: (س) حفظا و حفاظۃ، حفاظت کرنا۔

ترجمہ: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صاحبزادی سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سکھاتے ہوئے فرماتے تھے: کہ صبح کے وقت

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يُشَأْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا"

[اللہ پاک ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے، اللہ کی مدد کے بغیر کسی چیز کی قدرت نہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا، جو نہیں چاہا نہیں ہوا، میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔]

پڑھا کرو؛ اس لئے کہ جو شخص اس کو صبح کے وقت پڑھے گا اس کی شام تک حفاظت کی جائے گی اور شام کے وقت پڑھے گا اس کی صبح تک حفاظت کی جائے گی۔

تشریح: ان کلمات کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض صاحبزادیوں کو فرمایا کرتے تھے، اور صبح وشام پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کلمات کو جو شخص صبح کے وقت پڑھے تو شام تک اور اگر شام کو پڑھے تو صبح تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے، پس ہر مومن بندہ کو صبح وشام ان کلمات کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

صبح وشام کی ایک اور دعا

{۲۲۸۳} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِیْ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ اِلٰی قَوْلِہٖ وَکَذَالِکَ تُخْرَجُوْنَ اَدْرَکَ مَافَاتَہٗ فِیْ یَوْمِہٖ ذٰلِکَ وَمَنْ قَالَھُنَّ حِیْنَ یُمْسِیْ اَدْرَکَ مَا فَاتَہٗ فِیْ لَیْلَتِہٖ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/ ۶۹۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۷۶۔

حل لغات: السموات: جمع ہے، سماء کی بمعنی آسمان، فاتہ: فات (ن) فوتا، کھونا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو شخص صبح کے وقت:

"فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَہُ الْحَمْدُ فِیْ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ ○ اللہ تعالیٰ کے قول: وَکَذَالِکَ تُخْرَجُوْنَ ○"

تک پڑھے گا تو اس دن کی فوت شدہ چیز پالے گا، اور جو شام کے وقت پڑھے گا، وہ رات کی فوت شدہ چیز پالے گا۔

تشریح: پوری آیت یہ ہے: "فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِینَ تُمْسُونَ وَحِینَ تُصْبِحُونَ ○ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِیًّا وَحِینَ تُظْھِرُونَ ○ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِی الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذَلِکَ تُخْرَجُونَ ○" (الروم)

[تو جس وقت تم کو شام ہو اور جس وقت صبح ہو خدا کی تسبیح کرو۔ اور آسمانوں اور زمین میں اس کی تعریف ہے اور تیسرے پہر بھی اور جب دو پہر ہو (تب بھی) وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور (وہی) مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور وہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔]

ادرک ما فاتہ فی یومہ ذلک: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس آیت کو صبح

کے وقت پڑھتا ہے تو جو بھی نیک کام یا کوئی ورد وظیفہ وغیرہ اس شخص سے اس دن میں فوت ہو جاتا ہے اسے اس کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے، اسی طرح اس آیت کو شام کے وقت پڑھنے سے اس رات میں فوت ہو جانے والے کسی بھی نیک کام اور وظیفہ وغیرہ کا ثواب مل جاتا ہے۔

دس عربی غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب

{۲۲۸۴} **وَعَنْ** اَبِیْ عَیَّاشٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ کَانَ لَہٗ عِدْلُ رَقَبَۃٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَکُتِبَ لَہٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْہُ عَشْرُ سَیِّئَآتٍ وَرُفِعَ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَکَانَ فِیْ حِرْزٍ مِنَ الشَّیْطَانِ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ قَالَھَا اِذَا اَمْسٰی کَانَ لَہٗ مِثْلُ ذَالِکَ حَتّٰی یُصْبِحَ، قال حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ فَرَأی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ اَبَا عَیَّاشٍ یُحَدِّثُ عَنْکَ بِکَذَا وَکَذَا قَالَ صَدَقَ اَبُوْ عَیّاشٍ۔ ﴿رواہ ابوداؤد وابن ماجہ﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۶۹۲/۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۷۷۔
ابن ماجہ شریف: ۲۷۵، کتاب الدعاء، باب مایدعو بہ الرجل اذا اصبح الخ، حدیث نمبر: ۳۸۶۷۔

حل لغات: رقبۃ: گردن، غلام، جمع رقاب، حط: (ن) حطا، کم کرنا، حرز: محفوظ، جمع احراز۔

ترجمہ: حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس شخص نے صبح کے وقت:

''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ''

پڑھا تو اس کو اولاد اسماعیل کے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کے

لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں، اس کے دس درجات بلند ہوتے ہیں، اور وہ شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے، اور اگر شام کے وقت پڑھا ہے تو صبح تک اس کے لئے ایسا ہی ہوتا ہے، حماد بن سلمہ نے کہا کہ ایک آدمی نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اس نے کہا: یارسول اللہ! ابن عیاش آپ سے ایسا اور ایسا بیان کرتے ہیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابوعیاش نے سچ کہا۔"

تشریح: یعنی جو شخص صبح کے وقت یہ دعا پڑھے گا، اس کو پانچ فوائد حاصل ہونگے۔

(۱)...... یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل اعلیٰ ترین نسل ہے تو جو شخص ایسی نسل کے غلام کو آزاد کرے گا اس کے لئے ثواب بھی ایسا ہی اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ اس کے پڑھنے والے کو دس عربی غلام وہ بھی اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

(۲)...... دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں مذکور کلمات پڑھنے سے دس نیکیاں ملیں گی۔

(۳)...... تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ان کلمات کے پڑھنے والے کے نامۂ اعمال سے دس خطائیں مٹادی جائیں گی۔

(۴)...... چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے۔

(۵)...... ان کلمات کا پڑھنے والا شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

وان قالھا اذا امسی الخ: یعنی اوپر تو یہ بتایا گیا کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھے گا اس کے لئے یہ فائدے ہیں، اب یہ بتارہے ہیں کہ جو شام کے وقت ان کلمات کو پڑھے گا اس کے لئے بھی یہی فوائد ہیں۔ پس ہر مومن کو چاہئے کہ اس دعا کو صبح وشام پڑھنے کا اہتمام کریں اور یہ عجیب وغریب فوائد حاصل کریں۔

مغرب اور فجر کے بعد کی دعا

{۲۲۸۵} وَعَنْ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ التَّمِيْمِي عَنْ اَبِيْهِ عَن

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اَسَرَّ اِلَیْہِ فَقَالَ اِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاۃِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ قَبْلَ اَنْ تُکَلِّمَ اَحَدًا اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَاِنَّکَ اِذَا قُلْتَ ذَالِکَ ثُمَّ مُتَّ فِیْ لَیْلَتِکَ کُتِبَ لَکَ جَوَازٌ مِنْھَا وَاِذَا صَلَّیْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ کَذَالِکَ فَاِنَّکَ اِذَا مُتَّ فِیْ یَوْمِکَ کُتِبَ لَکَ جَوَازٌ مِنْہَا۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۶۹۳، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۷۹۔

حل لغات: النار: آگ، جمع، نیران، جواز: جاز، (ن) جوازاً چھٹکارا ملنا۔

ترجمہ: حضرت حارث بن مسلم تمیمی اپنے والد محترم اور وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسلم تمیمی کو چپکے سے کہا: کہ جب مغرب کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کسی سے بولنے سے پہلے "اللّٰھم اجرنی من النار" [اے اللہ! مجھے جہنم سے بچا] سات مرتبہ پڑھ لیا کرو، اس لئے کہ جب تم اسے پڑھ لوگے اور اسی رات اگر تمہاری مت ہو جائے تو تمہارے لئے آگ سے چھٹکارا لکھا جائیگا، اور جب صبح کی نماز پڑھ لو تو ایسے ہی پڑھ لیا کرو، اس لئے کہ اگر اس دن تمہاری موت ہوگئی تو تمہارے لئے آگ سے چھٹکارا لکھا جائیگا۔

تشریح: مسلم تمیمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

انہ اسر الیہ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلم تمیمی رضی اللہ عنہ کے دل میں اس کی اہمیت کو جمانے کے لئے ان سے چپکے سے فرمایا۔

اذا انصرفت من صلوۃ المغرب الخ: یعنی مغرب اور فجر کی نماز کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے یہ کلمات پڑھ لیا کرو۔

اذا قلت ذالک ثم مت الخ: یعنی ان دونوں نماز کے بعد یہ کلمات پڑھنے سے حسن خاتمہ کا قوی امکان ہو جاتا ہے؛ اس لئے پڑھنے کا اہتمام ہونا چاہئے۔ "ففیہ اشارۃ الی بشارۃ حسن الخاتمۃ" (مرقاۃ: ۳/۱۰۳)

صبح وشام کا وظیفہ

{۲۲۸۶} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ حِيْنَ يُمْسِي وَحِيْنَ يُصْبِحُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَآمِنْ رَوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَعَنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ قَالَ وَكِيْعٌ يَعْنِي الْخَسْفَ۔ (رواہ ابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/ ۶۹۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۷۴۔

حل لغات: یدع: ودع (ف) چھوڑنا، روعاتی: رعا (ن) روعاً گھبرانا، اغتال: غال (ن) غولاً: ہلاک کرنا، الخسف: خسف (ض) خسفاً، دھنس جانا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام کے وقت یہ دعا پڑھنا نہ چھوڑتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا الخ"

[اے اللہ! میں تجھ سے دنیا وآخرت کی عافیت مانگتا ہوں، یا الٰہی! میں تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اپنے دین واپنے دنیا کے امور میں اور اپنے اہل وعیال اور اپنے مال میں سلامتی مانگتا ہوں، اے پروردگار! میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور مجھے خوف کی چیزوں سے امن میں رکھ اور اے اللہ! مجھے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے محفوظ رکھ اور اے اللہ! تیری عظمت وکبریائی کے ذریعہ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ ہلاک کیا جاؤں، اچانک نیچے کی جانب سے یعنی زمین میں دھنس جانے سے۔] (ابوداؤد)

تشریح: لم یکن رسول اللہ ﷺ یدع الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح اور شام میں اس دعا کو ضرور پڑھتے تھے۔

اللھم انی اسألک العفو والعافیۃ: عافیت سے مراد دینی آفات اور دنیوی حادثات سے پناہ ہے۔

العفو: یعنی اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما۔

والعافیۃ: یعنی اے اللہ! تو مجھے عیوب ونقائص سے محفوظ رکھ۔

واستر عوراتی: یعنی اے اللہ! تو میرے عیوب کی پردہ پوشی کر اور میرے گناہ معاف فرما۔

اللھم احفظنی الخ: یعنی اے اللہ! تو ہر طرح سے میری حفاظت فرما۔

ان اغتال من تحتی: یعنی بعض دفعہ آدمی زمین میں دھنس جاتا ہے، حدیث شریف کے اس ٹکڑے میں اسی سے پناہ مانگی گئی ہے۔

یعنی الخسف: اس حدیث شریف کے راویوں میں ایک راوی ہیں حضرت وکیع، انہوں نے ان کلمات کے ذریعے سے یہ بتایا ہے کہ "اغتال" سے مراد "الخسف" ہے۔

گناہوں کو مٹا دینے والی دعا

{۲۲۸۷} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ اَللّٰھُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْھِدُکَ وَنُشْھِدُ حَمَلَۃَ عَرْشِکَ وَمَلٰٓئِکَتَکَ وَجَمِیْعَ خَلْقِکَ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا اَصَابَہٗ فِیْ یَوْمِہٖ ذٰلِکَ مِنْ ذَنْبٍ وَاِنْ قَالَھَا حِیْنَ یُمْسِیْ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا اَصَابَہٗ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ مِنْ ذَنْبٍ۔ (رواہ

الترمذی وابوداؤد ؒ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۸۷، ابواب الدعوات، باب: ۸۲، حدیث نمبر: ۳۵۰۱۔

ابوداؤد شریف: ۲/۶۹۱، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۶۹۔

حل لغات: عرش: تخت، جمع، عرائش، یومہ: دن، جمع، ایام، ذنب: گناہ، جمع، ذنوب۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس شخص نے:

"اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْهِدُكَ وَنُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلٰئِكَتَكَ وَجَمِیْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ"

[اے اللہ! ہم نے صبح کی اس حال میں کہ ہم تجھ کو اور تیرے عرش اٹھانے والوں کو، تیرے فرشتوں کو، اور تیری تمام مخلوقات کو گواہ بناتے ہیں، اس بات پر کہ تو اللہ ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، اور بے شک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔] پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس دن کے تمام گناہ معاف کردیں گے اور اگر شام کے وقت پڑھا تو اللہ تعالیٰ رات کے اس کے تمام گناہ معاف کردیں گے۔

تشریح: نشهدک: مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی تاکید ہے۔

و نشهد حملة عرشک الخ: یعنی یہ صرف میرا ہی اقرار نہیں ہے، بلکہ یہی اقرار حاملین عرش، تمام فرشتے اور تمام مخلوقات کا ہے کہ تو ہی اللہ ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں۔

الا غفر اللّٰہ لہ: یعنی صبح کے وقت یہ دعا پڑھنے سے دن بھر کے تمام گناہ اور شام کے وقت پڑھنے سے رات بھر کے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ

{۲۲۸۸} وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسٰی وَاِذَا اَصْبَحَ ثَلَاثًا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُرْضِیَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ ﴿رواہ احمد والترمذی﴾

حوالہ: الترمذی شریف: ۲/۱۷٦، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح الخ، حدیث نمبر: ۳۳۸۹۔ مسند امام احمد: ۴/۳۳۷۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو شخص صبح وشام تین مرتبہ یہ دعا پڑھے گا:

''رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا''

[میں اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔]

تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو خوش کر دیگا۔''

تشریح: ما من عبد مسلم: مسلم سے مراد کامل مسلمان ہے۔ ''التنوین للتعظیم ای کامل فی اسلامہ'' (مرقاۃ: ۳/۱۰۴)

ثلاثا: ثلاث سے مراد یہ ہے کہ ان کلمات کو تین مرتبہ کہے۔

رضیت باللہ رباً: مراد یہ ہے کہ احکام شرعیہ اور قضا ہر چیز سے راضی ہو جائے۔

وبالاسلام دیناً: یعنی دین اسلام سے راضی ہو کر تمام ادیان باطلہ سے بے زاری کا اظہار کرے۔

وبمحمد نبیاً: یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے ساتھ ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی نبوت کا بھی اقرار کرے۔اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر دل سے خوشی کا اظہار کرے۔

سوتے وقت کی ایک اور دعا

{۲۲۸۹} وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَنَامَ وَضَعَ يَدَهٗ تَحْتَ رَاسِهٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ اَوْتَبْعَثُ عِبَادَكَ۔ ﴿رواه الترمذی رواه احمد عن البراء﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۷، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشه، حدیث نمبر: ۳۳۹۸_مسند امام احمد: ۱/۲۸۱،

حل لغات: ینام: نام (س) نوما، سونا۔وضع: وضع (ف) وضعاً، رکھنا۔تحت: نیچے، جمع، تحوت۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھ کر پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ اَوْتَبْعَثُ عِبَادَكَ"

[اے اللہ! مجھے اس دن کے عذاب سے بچا لیجئے جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا یا اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔]

تشریح: وضع یدہ: ہاتھ سے دایاں ہاتھ مراد ہے۔

اس حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوتے وقت اپنا دست مبارک سر کے نیچے رکھتے تھے، اور اس سے پہلے ایک حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ "تحت خدہ" رکھتے تھے۔

جواب: علماء نے یہ جواب دیا کہ دراصل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ ایسے رکھتے تھے کہ ہتھیلی خد کے نیچے اور انگلیاں سر کے نیچے ہوتی تھیں۔(مرقاۃ: ۳/۱۰۴)

011 Bab ma Yaqoolu

نیز تَحْتَ خَدِّہٖ پر تَحْتَ رَاسِہٖ کا اطلاق بھی ہوتا ہے، اس لئے کوئی تعارض نہیں۔

ایضاً

{۲۲۹۰} وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۶۸۸، کتاب الادب، باب مایقال عند النوم، حدیث نمبر: ۵۰۴۵۔

حل لغات: یرقد: رقد، (ن) رقداً، سونا، وضع: وضع (ف) وضعاً، رکھنا، یوم، دن، جمع، ایام۔

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنے رخسار مبارک کے نیچے اپنا دست مبارک رکھ کر تین مرتبہ پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ"

[اے اللہ! مجھے اس دن کے عذاب سے بچائیے جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔]

تشریح: تحت خدہ: یہ روایت ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے۔ جس میں "تحت خدہ" کا لفظ ہے۔ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برابر سوتے ہوئے دیکھتی تھیں؛ اس لئے ان کی بات کا اعتبار کرتے ہوئے "تحت خدہ" کا لفظ ہی راجح ہے۔

نیز تَحْتَ خَدِّہٖ پر تَحْتَ رَاسِہٖ بھی صادق آتا ہے، جیسا کہ اوپر گذرا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ

{۲۲۹۱} وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ مَضْجَعِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ

بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲/ ۶۸۸، کتاب الدب، باب مایقال عند النوم، حدیث نمبر: ۵۰۵۲۔

حل لغات: ناصیة: پیشانی، جمع نواص و ناصیات، المغرم: تاوان، جمع، مغارم۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت پڑھتے تھے:

"اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ اللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ"

[اے اللہ! تیرے بابرکت چہرے اور تیرے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، اے اللہ! تو ہی تاوان اور گناہ کو دور کرتا ہے، اے اللہ! تیرا لشکر شکست خوردہ نہیں ہوسکتا، نہ تیرا وعدہ خلاف ہوسکتا ہے، نہ تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش نفع پہنچاسکتی ہے، تیری ذات پاک ہے، اور ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لئے ہے۔]

تشریح: اعوذ بوجھک الکریم: وجہ سے مراد ذات خداوندی ہے۔ "والوجه يعبر به عن الذات" (مرقاة: ۳/ ۱۰۵)

وکلماتک التامات: مراد اسمائے حسنیٰ اور آیات قرآن ہیں۔

من شر ما انت آخذ بنا صیة: مراد اللہ تعالیٰ کی گرفت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تمام مخلوق اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

اللهم انت تکشف المغرم: المغرم سے مراد مغرم الذنوب ہے؛ یعنی گناہوں کا

بوجہ اللہ تعالیٰ ہی زائل کرتا ہے۔

سوتے وقت استغفار

{۲۲۹۲} وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَأْوِیْ اِلیٰ فِرَاشِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَہٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ اَوْ عَدَدَ رَمَلِ عَالِجٍ اَوْ عَدَدَ وَرَقِ الشَّجَرِ اَوْ عَدَدَ اَیَّامِ الدُّنْیَا۔ ﴿رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۷، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشہ، حدیث نمبر: ۳۳۹۷۔

حل لغات: فراش: بچھونا، جمع، افرشہ، اتوب: تاب (ن) توبۃ، نادم ہونا، زبد: جھاگ جمع، ازباد، رمل: ریت، جمع، ارمال، حین: وقت جمع، احیان۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس شخص نے سونے کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات کہے:

''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ''

[میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو ہمیشہ سے زندہ ہے، دنیا کو قائم کرنے والا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔]

تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیگا اگرچہ سمندر کی جھاگ، عالج کے ریت یا درخت کے پتوں یا دنیا کے دنوں کی تعداد کے برابر کیوں نہ ہوں۔''

تشریح: غفر اللّٰہ لہ ذنوبہ: ذنوب سے مراد گناہ صغائر ہیں؛ مگر کبائر سے انکار بھی نہیں

کیا جاسکتا ہے، اللہ چاہے تو صغائر کی طرح کبائر بھی معاف کرسکتا ہے۔ "ای الصغائر ویتحمل الکبائر ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء۔" (مرقاۃ: ۳/۱۰۶)

وان کان مثل زبد البحر الخ: ان کلمات سے گناہوں کی کثرت مراد ہے۔

عالج: لام کے زیر کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور زبر کے ساتھ بھی۔ مغربی علاقہ میں ایک جنگل کا نام تھا، جہاں ریت بہت زیادہ ہوتی تھی، مراد گناہوں کی کثرت کو بتلانا ہے کہ گناہ بہت زیادہ ہوں گے تب بھی بخشے جائیں گے۔

سوتے وقت قرآن کی کوئی سورت پڑھنے کی برکت

{۲۲۹۳} وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَأْخُذُ مَضْجَعَہٗ یَقْرَأُ سُوْرَۃً مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ اِلَّا وَکَّلَ اللّٰہُ بِہٖ مَلَکًا فَلَا یَقْرَبُہٗ شَیْءٌ یُؤْذِیْہِ حَتّٰی یَہُبَّ مَتٰی ھَبَّ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۸، ابواب الدعوات، باب ماجاء فیمن یقرأ القرآن عند المنام، حدیث نمبر: ۳۴۰۷۔

حل لغات: یاخذ: اخذ (ف) اخذا، پکڑنا۔ یھب: ھب (ن) ھبا، بیدار ہونا۔

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ جو مسلمان سوتے وقت قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ متعین کر دیتا ہے تاکہ اس کے جاگنے تک کوئی تکلیف پہنچانے والی چیز اس کے قریب بھی نہ جائے۔"

تشریح: وَکَّلَ اللّٰہُ بِہٖ مَلَکًا: یعنی جو شخص سوتے وقت قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے تاکہ اس کو کوئی چیز نقصان نہ

پہنچاسکے، معلوم ہوا سوتے وقت کوئی نہ کوئی سورت قرآن پاک کی پڑھ لینا چاہے۔

ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت کا عمل

{۲۲۹۴} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُلَّتَانِ لَایُحْصِیْهِمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، اَلَا وَهُمَا یَسِیْرٌ وَمَنْ یَعْمَلُ بِهِمَا قَلِیْلٌ یُسَبِّحُ اللّٰهَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا وَیَحْمَدُهٗ عَشْرًا یُكَبِّرُهٗ عَشْرًا، قَالَ: فَاَنَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْقِدُهَا بِیَدِهٖ قَالَ: فَتِلْكَ خَمْسُوْنَ وَمِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِی الْمِیْزَانِ، وَاِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ یُسَبِّحُهٗ وَیُكَبِّرُهٗ یَحْمَدُهٗ مِائَةً فَتِلْكَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ فِی الْمِیْزَانِ فَاَیُّكُمْ یَعْمَلُ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ اَلْفَیْنِ وَخَمْسَ مِائَةِ سَیِّئَةٍ؟ قَالُوْا: وَكَیْفَ لَا نُحْصِیْهَا؟ قَالَ: یَاْتِیْ اَحَدَكُمُ الشَّیْطَانُ وَهُوَ فِیْ صَلَاتِهٖ، فَیَقُوْلُ: اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا حَتّٰی یَنْفَتِلَ فَلَعَلَّهٗ اَنْ لَا یَفْعَلَ وَیَاْتِیْهِ فِیْ مَضْجَعِهٖ فَلَا یَزَالُ یُنَوِّمُهٗ حَتّٰی یَنَامَ۔ ﴿رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی﴾ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ: خَصْلَتَانِ اَوْخُلَّتَانَ لَا یُحَافِظُ عَلَیْهِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَكَذَا فِیْ رِوَایَتِهٖ بَعْدَ قَوْلِهٖ وَاَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِی الْمِیْزَانِ، قَالَ وَیُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَثَلَاثِیْنَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ وَیَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَیُسَبِّحُ ثَلَاثًا ثَلَاثِیْنَ۔ وَفِیْ اَكْثَرِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۸، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام، حدیث نمبر: ۳۴۱۰۔ ابوداؤد شریف: ۲/۶۹۰، کتاب الادب، باب فی التسبیح عند النوم، حدیث نمبر: ۵۰۶۵۔

حل لغات: خلتان: تثنیہ ہے، خلۃ، کی جمع خلال، خصلت، الجنۃ: باغ، جمع جنات، دبر: پچھلا حصہ، جمع، ادبار یعقد: عقد (ض) عقدا، شمار کرنا، المیزان: ترازو، جمع، موازین، ینفتل: فتل (ض) فتلا، چہرہ پھیرنا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دو خصلتیں ایسی ہیں جوان پر عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا سن لو! وہ دونوں آسان ہیں؛ لیکن ان پر عمل کرنے والے کم ہیں، ہر نماز کے بعد دس مرتبہ ''سُبْحَانَ اللہِ'' دس مرتبہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اور دس مرتبہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے، حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہاتھ میں گنتے ہوئے دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ زبان پر ایک سو پچاس ہیں اور ترازو میں ایک ہزار پانچ سو ہیں، اور جس نے سوتے وقت ''سُبْحَانَ اللہِ'' ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اور ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' سو مرتبہ کہا یہ زبان پر سو ہیں؛ لیکن ترازو میں ایک ہزار ہیں، تو تم میں سے کون ہے جو رات اور دن میں دو ہزار پانچ سو گناہ کرے، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ پھر ہم لوگ ان دونوں کی محافظت کیوں نہیں کر سکتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے حالانکہ وہ نماز میں ہوتا ہے؛ چنانچہ شیطان کہتا ہے فلاں فلاں چیزیں یاد کرو، یہاں تک کہ وہ اٹھ کر چلدیتا ہے۔ پس وہ اس کو نہیں کر پاتا، یعنی تسبیحات نہیں پڑھ پاتا۔ اور شیطان اس کی خواب گاہ میں آ کر اس کو سلاتا ہے یہاں تک کہ وہ سوجاتا ہے۔''

تشریح: خلتان لا یحصیھا رجل مسلم الخ: یعنی اس حدیث شریف میں مذکور دونوں خصلتوں پر جو بھی عمل کرے گا وہ جنتی ہے۔

الا وھما یسیر ومن یعمل بھما قلیل: یہ دونوں خصلتیں بہت آسان ہیں؛ لیکن ان پر بہت کم لوگ عمل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ شیطان نماز میں آ کر ہی اس کو مختلف قسم کے کام اور باتیں یاد دلانا شروع کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے نماز سے فارغ ہوتے ہی وہ شخص

ان تسبیحات کو پڑھے بغیر ہی اٹھ کر چل دیتا ہے، اسی طرح سوتے وقت بھی شیطان اس کو آ کر سلا دیتا ہے۔

قال فانا رأیت الخ: یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انگلیوں کے ذریعہ سے شمار کرتے دیکھا ہے؛ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نمازوں کے بعد ان کلمات کو اہتمام سے پڑھتے تھے اور انگلیوں پر شمار فرماتے تھے۔ یعنی 'ید' سے مراد اصابع ہے۔

قال فتلک خمسون الخ: مراد یہ ہے کہ دس گنا ثواب ملتا ہے۔

واذا اخذ مضجعہ یسبحہ الخ: مطلب یہ ہے کہ سوتے وقت بھی یہی عمل کرے، ۳۳ رمرتبہ "سبحان اللہ"، ۳۳ رمرتبہ "الحمد للہ" اور ۳۴ رمرتبہ "اللہ اکبر" پڑھ لیا کرے۔

ادائیگی شکر کا طریقہ

{۲۲۹۵} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ غَنَّامٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ فَقَدْ اَدّٰی شُکْرَ یَوْمِہٖ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ حِیْنَ یُمْسِیْ فَقَدْ اَدّٰی شُکْرَ لَیْلَتِہٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/ ۶۹۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۷۳۔

حل لغات: حین: وقت، جمع، احیان، نعمۃ: احسان، جمع، نعم۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن غنام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ جس شخص نے صبح کے وقت کہا:

"اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ

اَلْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ "

[اے اللہ! مجھ پر اور تیری مخلوق میں سے کسی پر جو بھی نعمت ہے وہ سب صرف تیری ہی طرف سے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، پس تیرے ہی لئے حمد ہے اور تیرے ہی لئے شکر ہے۔]

تو اس نے پورے دن کا شکرادا کر دیا، اور جس شخص نے شام کے وقت اس کو پڑھا تو اس نے رات کا شکرادا کر دیا۔"

تشریح: انسانوں پر ہر وقت چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے، اس لئے کم از کم صبح وشام ہی یہ دعا پڑھ لیا کریں تا کہ رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور احسانات کا کا شکرادا ہوتا رہے۔ کتنا سہل اور آسان نسخہ ہے۔

سوتے وقت کی ایک اور دعا

{۲۲۹۶} وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّيْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ و رَوَاهُ مُسْلِمٌ مَعَ اِخْتِلَافٍ يَسِيْرٍ)

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۷، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اوی الخ، حدیث نمبر: ۳۴۰۰۔ ابوداؤد شریف: ۲/۶۸۸، کتاب الادب، باب مایقول عند النوم، حدیث نمبر: ۵۰۵۱۔ ابن ماجہ شریف: ۲۷۶، کتاب الدعائ، باب مایدعو بہ اذا اوی الخ، حدیث نمبر: ۳۸۷۳۔

حل لغات: السمٰوات: جمع ہے، سماء کی بمعنی آسمان: رب: پالنہار، جمع، ارباب،

فلق: فلق (ض) فلقا، پھاڑنا۔الحب، دانا،جمع حبوب، ناصیۃ: پیشانی،جمع نواص، النوی: جمع ہے نواۃ، کی بمعنی گٹھلی۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لاتے یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ"

[اے اللہ! تمام آسمانوں اور زمین اور ہر شی کے رب! دانے اور گٹھلی کو پھوڑ کر پودا نکالنے والے! توریت، انجیل، قرآن کو نازل کرنے والے! ہر اس شر والے کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو تیرے قبضہ قدرت میں ہے، تو ہی اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی نہیں اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کوئی نہیں، تو ہی ظاہر ہے، تجھ سے اوپر کوئی نہیں، تو ہی باطن ہے تیرے بعد کوئی نہیں، میری طرف سے قرض ادا کردے اور مجھے فقر سے غنی بنادے۔]

تشریح: اذا آوی الی فراشہ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوتے وقت لیٹ کر یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللھم رب السموت ورب الارض الخ: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے ہیں۔ "ای خالقھما" (مرقاۃ:۱۰۸/۳)

ورب کل شیئ: یہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔

فالق الحب والنوی: دونوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں ملک عرب میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ یہ اشارہ ہے ارزاق جسمانیہ کی طرف اور "منزل التوراۃ والانجیل" یہ اشارہ ہے ارزاق روحانیہ کی طرف۔ اب یہ کہ دعاء کے اندر صرف تین کتابوں کا ذکر ہے، زبور بھی تو کتب

مشہورہ میں سے ہے، اس کا ذکر کیوں نہیں؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کتب کو بیان کرنا مقصود ہے جن کے اندر احکام الٰہیہ کا ذکر ہے، اور زبور کے اندر پند و نصیحت کا ذکر ہے۔ احکام کا ذکر نہیں۔ (مرقاۃ: ۳/۱۰۸)

سوتے وقت مغفرت طلب کرنا

{۲۲۹۷} وَعَنْ اَبِیْ الْاَزْهَرِ الْاَنْمَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِیْ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَخْسِاْ شَيْطَانِیْ وَفُكَّ رِهَانِیْ وَاجْعَلْنِیْ فِی النَّدِیِّ الْاَعْلٰی۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۶۸۹، کتاب الادب، باب مایقول عند النوم، حدیث نمبر: ۵۰۵۴۔

حل لغات: اللیل: رات، جمع، لیالی، جنب: پہلو، جمع، جنوب، اخسا: خسا، دھتکارنا۔

ترجمہ: حضرت ابوازہر انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِیْ لِلّٰهِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَخْسِاْ شَيْطَانِیْ وَفُكَّ رِهَانِیْ وَاجْعَلْنِیْ فِی النَّدِیِّ الْاَعْلٰی"

[اللہ کے نام کے ساتھ اللہ ہی کے لئے میں نے اپنا پہلو رکھا، اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے اور میرے شیطان کو دفع کردے اور میری قید کو آزاد کردے اور مجھ کو بلند مجلس والوں میں کردے۔]

تشریح: ابو الازھر الانماری: یہ صحابی ہیں، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔ "قال المولف له صحبة" (مرقاۃ: ۳/۱۰۹)

کان اذا اخذ مضجعه الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو

سونے کاارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔

و فک رھانی: رہن (گروی) سے مراد نفس ہے، مطلب یہ ہے کہ میرے نفس کو بندوں کے حقوق سے آزاد اور بری الذمہ فرمادے، کہ کسی کا کوئی حق میرے ذمہ نہ رہے، اسی طرح میرا نفس ہر حق والے کے حق سے آزاد ہو جائے۔

سوتے وقت اللہ کی حمد بیان کرنا

{۲۲۹۸} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہٗ مِنَ اللَّیْلِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفَانِیْ وَآوَانِیْ وَاَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَالَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ وَالَّذِیْ اَعْطَانِیْ فَاَجْزَلَ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰھُمَّ رَبَّ کُلِّ شَیْئٍ وَمَلِیْکَہٗ وَاِلٰہَ کُلِّ شَیْئٍ اَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۶۸۹/۲، کتاب الادب، باب مایقول عند النوم، حدیث نمبر: ۵۰۵۸۔

حل لغات: مضجعہ: خواب گاہ، جمع، مضاجع، اللیل: رات، جمع لیالی، من: من (ن) منا، احسان کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفَانِیْ وَآوَانِیْ وَاَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَالَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَأَفْضَلَ وَالَّذِیْ اَعْطَانِیْ فَأَجْزَلَ أَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰھُمَّ رَبَّ کُلِّ شَیْئٍ وَمَلِیْکَہٗ وَاِلٰہَ کُلِّ شَیْئٍ اَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ"

[اللہ ہی کے لئے حمد ہے، جس نے میری کفایت فرمائی اور مجھ کو ٹھکانہ دیا اور مجھ کو کھلایا پلایا، اور جس نے مجھ پر احسان کیا، اور بہت زیادہ احسان کیا، اور جس نے مجھ کو عطا فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا،

ہر حال پر اللہ ہی کے لئے حمد ہے، اے اللہ! ہر شی کے رب اور مالک اور ہر چیز کے معبود! میں جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

بے خوابی دور کرنے کی دعا

{۲۲۹۹} وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَكَا خَالِدُ بْنُ وَلِيْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا اَنَامُ اللَّيْلَ مِنَ الْاَرَقِ، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اٰوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَقُلِ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضَلَّتْ كُنْ لِيْ جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا اَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ اَحَدٌ مِنْهُمْ اَوْ اَنْ يَبْغِيَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ (رواه الترمذی) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ، وَالْحَكَمُ بْنُ ظَهِيْرٍ الرَّاوِي قَدْ تَرَكَ حَدِيْثَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۹۲، ابواب الدعوات، باب: ۱۶۱، حدیث نمبر: ۳۵۲۳۔

حل لغات: انام: نام (س) سونا، اللیل: رات، جمع، لیالی، الارق: ارق (س) ارقا، رات میں نیند نہ آنا۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ! میں بے خوابی کی وجہ سے رات میں سو نہیں پاتا ہوں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ

الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضَلَّتْ كُنْ لِيْ جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا اَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ اَحَدٌ مِنْهُمْ اَوْ اَنْ يَبْغِيَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ"

[اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ساتوں آسمانوں کے نیچے جتنی چیزیں ہیں ان سب کے رب اور تمام زمینوں اور تمام زمینوں پر جو کچھ ہے ان سب کے رب! اور شیاطین اور شیاطین نے جن کو گمراہ کیا ہے ان سب کے رب، تو اپنی تمام مخلوق کے شر سے میرا محافظ بن جا کہ ان میں سے کوئی میرے اوپر زیادتی کرے یا ظلم کرے جس کو تو نے پناہ دی وہ عزت والا ہے، اور تیری تعریف بلند ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔]

ترمذی نے اس کو نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد قوی نہیں ہیں، اس حدیث شریف کے ایک راوی حکیم ابن ظہیر کی روایت کو بعض محدثین نے ترک کر دیا ہے۔

تشریح: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے خوابی کی شکایت کی، اس کے علاج کے لئے آنحضرت ﷺ نے یہ دعا تلقین فرمائی۔ لہٰذا جن حضرات کو بے خوابی کی شکایت ہو خاص طور پر وہ حضرات اس دعا کا اہتمام فرمائیں، ان شاء اللہ ان کی شکایت دور ہو جائے گی۔

﴿الفصل الثالث﴾

صبح وشام کی دعا

{۲۲۰۰} وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَمِنْ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ ثُمَّ اِذَا اَمْسٰى فَلْيَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲/۶۹۳، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۸۴۔

حل لغات: اصبح: اصبح (افعال) صبح کے وقت میں داخل ہونا، الیوم: دن جمع، ایام۔

ترجمہ: حضرت ابو مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تم سے کوئی صبح کے وقت میں داخل ہو تو اس کو کہنا چاہئے کہ یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَمِنْ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ"

اے اللہ! میں تجھ سے اس دن کی خیر، اس کی فتح، اس کی نصرت، اس کے نور، اس کی برکت، اور اس کی ہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ اور اس میں اور اس کے بعد جو کچھ شر ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔]

اور جب شام ہو جائے تب بھی یہی دعا پڑھے۔''

تشریح: اذا اصبح احدکم: یعنی صبح کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

رب العالمین: یعنی اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا مالک ہے۔

خیر هذا الیوم فتحہ: یعنی میں اس دن کی بھلائی اور کامیابی کی درخواست کرتا ہوں؛ تاکہ مقصود کا حصول آسان ہو جائے۔

و نصرہ: مراد دشمن پر نصرت کا حصول ہے۔

و نورہ: مراد علم و عمل کی توفیق کی درخواست ہے۔

و برکتہ: تاکہ رزق حلال کی طلب آسان ہو جائے۔

و ھداہ: مراد ہدایت پر ثابت قدمی کی درخواست ہے۔

و اعوذ بک من شر ما فیہ الخ: یعنی اس دن اور اس کے بعد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

ثم اذا امسی فلیقل مثل ذلك: یعنی شام میں بھی یہی دعا پڑھے۔ (التعلیق: ۸/۱۳۸/۳)

صبح کے وقت عافیت کی دعا کرنا

{۲۳۰۱} وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ یَا اَبَتِ! اَسْمَعُکَ تَقُوْلُ کُلَّ غَدَاۃٍ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ، اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ، اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ تُکَرِّرُھَا ثَلَاثًا حِیْنَ تُصْبِحُ، وَثَلَاثًا حِیْنَ تُمْسِیْ، فَقَالَ: یَا بُنَیَّ! سِمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْبِھِنَّ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَسْتَنَّ بِسُنَّتِہٖ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۶۹۴/۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۹۰۔

حل لغات: بدن: جسم، جمع، ابدان، سمعی: کان، جمع، اسماع، بصر: آنکھ، جمع، ابصار۔

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن ابو بکرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد محترم سے کہا: کہ میں آپ کو ہر روز صبح کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنتا ہوں:

"اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ، اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ، اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ"

[اے اللہ! مجھ کو میرے بدن میں عافیت دے، اے اللہ! مجھ کو میرے کان میں عافیت عطا فرما، اے اللہ! میری آنکھ میں مجھ کو عافیت عطا فرما، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔]

اس کو صبح کے وقت آپ تین مرتبہ پڑھتے ہیں، اور شام کے وقت تین مرتبہ۔ انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں نے اس کے ذریعہ سے حضرت نبی کریم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرتے ہوئے سنا ہے تو مجھے محبوب ہے کہ میں آپ کی سنت پر عمل کروں۔

تشریح: عبد الرحمن بن أبی بکرۃ: یہ تابعی ہیں، بصرہ میں پیدا ہوئے اور بصرے میں سب سے پہلے پیدا ہوئے۔

تقول کل غداۃ: یعنی حضرت عبدالرحمن نے اپنے والدمحترم ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو روزانہ یہ کلمات کہتے ہوئے سنا توانہوں نے ایک دن دریافت لیا کہ آپ روزانہ یہ کلمات کیوں پڑھتے ہیں؟

معلوم ہوا کہ اپنے بڑوں کو کوئی عمل کرتے ہوئے دیکھیں تو اس کے متعلق سوال کرنے میں مضائقہ نہیں، بلکہ سوال کرنا چاہئے کہ آپ یہ عمل کیوں کرتے ہیں؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ اور بڑوں کو بھی اس سوال پر ناراض نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس کی وجہ اور دلیل بیان کر دینی چاہئے۔

عافنی فی بدنی: دعا میں پہلے بدن کی عافیت کی دعا ہے، پھر آنکھ، کان وغیرہ کی عافیت کی دعا ہے، یہ تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے ہے اور ان نعمتوں کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے، اور اس طرف بھی کہ بندہ ان سب چیزوں میں عافیت کی دعا بھی مانگتا رہے، اور ان عظیم نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرتا رہے، اور ان اعضاء کو بطور خاص اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بھی بچاتا رہے۔

اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ دعا اور اعمال خیر کا اصل مقصد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بجاآوری اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی ہونا چاہئے۔ نہ کہ جزائے عمل اور قبولیت دعاء وغیرہ۔ (التعلیق: ۱۳۸/۳، مظاہر حق: ۲۱۴/۳)

صبح کے وقت کی دعا

{۲۳۰۲} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ قَالَ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظْمَةُ لِلّٰهِ وَالْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَمَا سَكَنَ فِيْهِمَا لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ هٰذَا النَّهَارِ صَلَاحاً وَ اَوْسَطَهٗ نَجَاحاً وَاٰخِرَهٗ فَلَاحاً يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ ﴿ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاَذْكَارِ بِرِوَايَةِ ابْنِ السُّنِّيِّ﴾

حوالہ: کتاب الاذکار للنووی: ۷۷، باب مایقال عند الصباح وعند المساء۔

حل لغات: اللیل: رات، جمع، لیالی، النھار، دن، جمع، انہر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے

"اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظْمَةُ لِلّٰهِ وَالْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَمَا سَكَنَ فِيْهِمَا لِلّٰهِ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ هٰذَا النَّهَارِ صَلَاحاً وَ اَوْسَطَهٗ نَجَاحاً وَاٰخِرَهٗ فَلَاحاً يَاۤاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ"

[صبح کی میں نے اور صبح کی ملک نے جو خدا کے لئے ہے تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں، اور بزرگی ذات وصفات خدا ہی کے لئے ہے، اور حکم دن اور رات اور جو چیزیں دن رات میں آرام پاتی ہیں سب خدا ہی کے لئے ہیں، اے اللہ! اس دن کے ابتدائی حصہ کو نیکی کا ذریعہ بنا، اور اس کا درمیانی حصہ حاجات کے پورا ہونے کے اور اس کا آخری حصہ کو نجات کا سبب بنا۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!] اس حدیث شریف کو نووی نے ابن السنی کی روایت کے ساتھ کتاب الاذ کار میں نقل کیا ہے۔

تشریح: الکبریاء: مراد ذاتی صفات ہیں۔

والعظمۃ: معنوی صفات مراد ہیں۔

للہ: یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔

الخلق: سے مراد تدریجی طور پر تخلیق ہے۔

والامر: سے مراد آناً فاناً تخلیق ہے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس دعاء کو "یا ارحم الراحمین" پر ختم کیا جائے وہ جلد قبول ہوتی ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دعا کو انہی الفاظ پر ختم فرمایا ہے۔

حاکم نے مستدرک میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع بیان کیا ہے کہ

"یا ارحم الراحمین" کہنے والوں پر اللہ تعالیٰ فرشتہ متعین فرما دیتا ہے چنانچہ جو شخص اس جملہ کو تین بار کہتا ہے تو وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے کہ "ارحم الراحمین" تیری طرف متوجہ ہے جو مانگنا ہے مانگ لو۔

(مرقاۃ: ۳/۱۱۲، التعلیق: ۳/۱۳۸)

صبح کے وقت کی ایک اور دعا

{۲۳۰۳} **وَعَنْ** عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِذَا اَصْبَحَ اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَکَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی مِلَّۃِ اَبِیْنَا اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَاکَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ ﴿رواہ احمد والدارمی﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۳/۴۰۸، دارمی: ۲/۳۷۸، کتاب الاستئذان، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۲۶۸۸۔

حل لغات: فطرۃ: طبعی حالت، جمع، فطر، المشرکین: جمع مشرک، کی بمعنی اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَکَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی مِلَّۃِ اَبِیْنَا اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَاکَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ"

[صبح کی ہم نے دین اسلام پر اور کلمۂ توحید پر اور اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو باطل سے بیزار ہو کر دین حق کی طرف متوجہ تھے۔ اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔]

تشریح: عبدالرحمن بن ابزی: یہ صحابی ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔

وعلی دین نبینا محمد ﷺ الخ: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث شریف کو مشکل سمجھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دعا کے اندر یہ جملہ کیسے استعمال فرمایا؛ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ افراد انسانی کی حیثیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، اور اس اعتبار سے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر واجب ہے کہ آپ اپنی نبوت پر اور رسالت پر ایمان لائیں جیسا کہ عام لوگوں پر۔

وعلی فطرة الاسلام: فطرت اسلام سے وہ فطرت مراد ہے کہ جس میں طبعاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شعائر اسلام کی اہمیت موجود ہو۔

وکلمة الاخلاص: مراد خالص وحدانیت ہے۔

حنیفا: یعنی ادیان باطلہ سے بالکلیہ کٹ کر ادیان حقہ کی طرف کامل طور پر میلان ہو۔ یہ میلان حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غالب تھا؛ اس لئے یہ صفت لائی گئی ہے۔

وما کان من المشرکین: اس کے ذریعہ سے کفار مکہ کی تردید مقصود ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر ہیں، حالانکہ وہ لوگ مشرک تھے، شرک کے جال میں پھنسے ہوئے تھے، جس سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی تعلق نہ تھا۔ (۱۱۲ / ۳)

012 Babud Dawat Fil Awqaat

باب الدعوات فی الاوقات

(مختلف اوقات کی دعاؤں کا بیان)

رقم الحدیث: ۲۳۰۴/تا ۲۳۴۳/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

باب الدعوات فی الاوقات
(مختلف اوقات کی دعاؤں کا بیان)

جو اذکار یعنی دعائیں وغیرہ آنحضرت ﷺ سے کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت سے متعلق منقول ہیں ان کو اختیار کرنا اور ان اذکار کو ان اوقات میں پورا کرنا ہر شخص کیلئے مسنون ہے، اگر ان اذکار کو پابندی کے ساتھ اختیار کیا جائے تو کیا ہی کہنے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو جتنا بھی ہوسکتا ہے ان اذکار کی پابندی کی کوشش کرنا چاہئے، تاکہ ان اذکار کے فوائد بھی حاصل ہوں اور آنحضرت ﷺ کے اتباع کی سعادت بھی حاصل ہو۔

﴿الفصل الاول﴾

جماع کے وقت کی دعا

{۲۳۰۴} وَعَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَوۡ اَنَّ اَحَدَکُمۡ اِذَا اَرَادَ اَنۡ یَاۡتِیَ اَھۡلَہٗ قَالَ: بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّیۡطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیۡطَانَ مَا رَزَقۡتَنَا، فَاِنَّہٗ اِنۡ یُّقَدَّرۡ بَیۡنَہُمَا وَلَدٌ فِیۡ ذٰلِکَ لَمۡ یَضُرَّہٗ شَیۡطَانٌ اَبَدًا۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۹۴۵، کتاب الدعوات، باب مایقول اذااتی اھلہ، حدیث نمبر: ۶۱۴۱۔
مسلم شریف: ۱/۴۶۳، کتاب النکاح، باب مایستحب ان یقولہ عندالجماع، حدیث نمبر: ۱۴۳۴۔

حل لغات: اراد: اراد، (افعال) چاہنا ارادہ کرنا، جنبنا: جنب، (تفعیل) الشیئ، دور کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:

''بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا''

[اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! شیطان سے ہماری حفاظت فرما، اور آپ ہم کو جو عطا فرمائیں اس کی بھی حفاظت فرما۔] اس لئے کہ اگر اس جماع کے ذریعے سے بچہ دینا مقدر ہوا تو شیطان اس کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

تشریح: لم یضرہ شیطان ابدا: اس کے تین مطلب بیان کئے گئے ہیں:

(۱)...... دنیا کے اندر شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

(۲)...... بعض لوگوں نے کہا کہ شیطان اس کے بدن کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

(۳)...... شیطان دین کے اندر اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اس تیسرے مطلب کی نفی اس وجہ سے کر دی کہ یہ عصمۃ کو مقتضی ہے، حالانکہ معصوم صرف حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت وجوبی ہے، اور یہ عصمت از قبیل جواز ہے کہ کبھی پائی جاتی ہے اور ممکن ہے کہ اس کے خلاف بھی ہو جائے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے: کہ اس سے مراد وساوس کی نفی ہے کہ شیطان جو چوکہ وغیرہ مارتا ہے اس سے نفی کر دی۔

لیکن یہ مطلب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ صریح حدیث پاک کے خلاف ہے، جس کے اندر ہے کہ شیطان کے چوکے سے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے اور کوئی نہیں بچ سکا۔

بعض نے کہا ہے: کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس کی ماں کے ساتھ وطی کرنے کے اندر

شریک نہیں ہوسکتا اس دعاء کی برکت سے۔(التعلیق: ۱۳۹/ ۳، مرقاۃ: ۱۱۳/ ۳)

مطلب یہ ہے کہ شیطان اگر وطی کے اندر شریک ہوتا اور اس کے برے اثرات بچے کو پہنچتے، اس دعا کی برکت سے بچہ ان برے اثرات سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ: جماع کے وقت کی دعا جب جماع کا ارادہ کرے کپڑے اتارنے سے قبل پڑھنا چاہئے، کپڑے اتارنے کے بعد پڑھنا بے ادبی ہے، اس سے احتراز کریں۔ البتہ انزال کے وقت اس دعا کو دل دل میں پڑھ لیں تو مضائقہ نہیں۔ فقط

غم فرو کرنے والا نسخہ

{۲۳۰۵} **وَعَنْہُ** اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْکَرْبِ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۹۳۹/۲، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الکرب، حدیث نمبر: ۶۱۰۱۔ مسلم شریف: ۳۵۱/۲، کتاب الذکر، باب دعاء الکرب، حدیث نمبر: ۲۷۳۰۔

حل لغات: الکرب: کرب، (ن) کربا، دشوار ہونا، العرش: تخت شاہی، جمع، اعراش۔

ترجمہ: اور ان سے ہی روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدت غم کے وقت پڑھتے تھے

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ"

[اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بہت عظمت والا، بہت حلم والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تمام آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب

ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔]

تشریح: وعنہ: یعنی یہ روایت بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے۔

الکرب: مراد شدت غم ہے، اور اتنا شدید کہ آدمی کو پگھلا دے۔ "ای الغم الذی یأخذ النفس" (مرقاۃ: ۱۱۳/۳)

رب السموات: مطلب یہ ہے کہ آسمانوں میں جو مخلوق ہے ان سب کا رب ہے۔

رب الارض: مطلب یہ ہے زمین میں جتنی مخلوق ہے ان سب کا رب ہے۔

شدت غم کے ازالہ کے لئے اس دعا کا پڑھنا بے حد مفید ہے۔

غصہ ختم کرنے کی ترکیب

{۲۳۰۶} **وَعَنْ** سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ جُلُوْسٌ، وَاَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهٗ مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهٗ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، فَقَالُوا لِلرَّجُلِ اَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: اِنِّيْ لَسْتُ بِمَجْنُوْنٍ۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۹۰۳/۲، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، حدیث نمبر: ۵۸۷۷۔ مسلم شریف: ۳۲۶/۲، کتاب البر والصلۃ، باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب، حدیث نمبر: ۲۶۱۰۔

حل لغات: یسب: سب (ن) سبًا، گالی دینا، مغضبا: غضب، (ض) غضب ناک ہونا، وجهه: چہرہ جمع، وجوہ۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ دو آدمیوں نے آپس میں گالم گلوچ کی، ان میں ایک دوسرے کو غصے کی حالت میں گالی

دے رہا تھا، اس کا منھ سرخ ہوگیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ اسے کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے۔ یعنی "أعوذ بالله من الشيطان الرجيم" [میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں] پڑھنے سے غصہ دور ہو جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا: تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سن رہا وہ بولا میں پاگل نہیں ہوں۔

تشریح: اس حدیث شریف میں غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا طریقہ بتایا ہے کہ غصہ کے نتائج بد سے محفوظ رہنے اور غصہ فرو کرنے کا بڑا آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی شعور اور دعا کی کیفیت کے ساتھ غصہ کی حالت میں "اعوذ باللہ" پڑھ لے۔

یہ حدیث شریف قرآن کریم کی اس آیت سے مقتبس ہے:

"وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ" (سورۂ اعراف: ۲۰۰)

[اور اگر کسی وقت شیطان کی طرف سے وسوسہ اندازی ہو (اور اس سے تمہارے اندر غصہ کی آگ بھڑک اٹھے) تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے وہ تمہیں پناہ دے گا۔]

قال إني لست بمجنون: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غصہ کے وبال سے بچنے کے لئے یہ کلمہ تعلیم فرمایا وہ شریعت کے زیور سے آراستہ نہیں تھا اور تفقہ فی الدین سے بھی بالکل ناآشنا تھا، جس کی وجہ سے اس نے یہ وہم کیا کہ استعاذہ جنون کے ساتھ خاص ہے، جو آدمی دیوانگی میں مبتلا ہو وہی یہ کلمہ پڑھتا ہے اور میں چونکہ دیوانہ نہیں اس لئے یہ کلمہ کیوں پڑھوں؟ حالانکہ غصہ اور غضب کا آنا شیطانی وساوس میں سے ہے، جس سے خلاصی کے لئے استعاذہ کا نسخہ اکسیر ہے، چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا لیکن اس نے بدفہمی اور حماقت کی وجہ سے یہی جواب دیا کہ "میں دیوانہ نہیں ہوں" حالانکہ غصہ شیطان کے بہکانے کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ وہ آدمی کو اعتدال سے نکال دیتا ہے، جس کی وجہ سے آدمی بری بات کہتا ہے، اور برا کام کرنے لگتا ہے، اسی وجہ سے جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وصیت کی درخواست کی اور عرض کیا: "أوصني يا رسول الله"

[یارسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے۔] تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لاتغضب" [غصہ مت کرنا۔] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ یہی درخواست کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں مرتبہ یہی جواب ارشاد فرمایا۔ اور اس کے ساتھ کوئی کلمہ بھی زائد نہیں فرمایا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غصہ اور غضب کے نتائج انتہائی فاسد اور خطرناک ہوتے ہیں۔ اس لئے غصہ سے بچنے کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ (التعلیق: ۱۴۰/۳)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم کی طرف بے اعتنائی اور لاپرواہی سے اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ شخص منافق ہو، اس لئے اس نے اس انداز سے جواب دیا ہو یا پرلے درجہ کا بدو اور غیر مہذب ہو اور بات کرنے کے سلیقہ سے بالکل ناواقف ہو۔ (طیبی: ۱۷۵/۵)

غصہ کی بحرانی کیفیت میں چونکہ آدمی سنجیدگی اور توازن اچھائی اور برائی کا احساس کھو بیٹھتا ہے تو بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ باتیں اسے یاد آئیں، تاکہ اس مصیبت سے خلاصی حاصل ہو، اس لئے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کمال صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو متقی ہوں اور بے ادب نہ ہوں، چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے: "إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ" (سورۃ اعراف: ۲۰۱) [جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آکر چھوتا بھی ہے تو وہ (اللہ کو) یاد کرلیتے ہیں، چنانچہ اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔] (آسان ترجمہ)

اس واسطے خیر خواہوں کو چاہئے کہ کسی کو غصہ کی حالت میں دیکھیں تو اس کو حکمت سے اس طرف متوجہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ زریں ہدایت یاد دلائیں۔ (طیبی: ۱۷۵/۵، نفحات التنقیح: ۲۶۹/۳)

تنبیہ

اس حدیث شریف کی تشریح میں مشکوۃ شریف کے اکثر شارحین سے تسامح ہوا ہے، جس کی وجہ

سے ان کو بعید بعید تاویلات کرنی پڑی ہیں، مثلاً یہ کہ انہوں نے "إني لست بمجنون" یہ غیر مہذب الفاظ کہنے والے آدمی کے بارے میں ایک احتمال یہ لکھا ہے کہ یہ خود حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے، اور تاویل یہ کی ہے کہ اسلام لانے سے پہلے قرب اسلام کے وقت ان سے یہ لغزش ہوئی ہے، یا سخت غصہ اور طیش میں آنے کی وجہ سے کہا ہے جس حالت میں آدمی مفقود العقل ہوتا ہے اور اچھائی برائی کی تمیز نہیں کرسکتا۔

دراصل ان حضرات کو ابوداؤد کی روایت کی وجہ سے تسامح ہوا ہے، چنانچہ وہاں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صراحۃً ذکر آیا ہے، اس بناء پر غلط فہمی ہوئی ہے۔

درحقیقت اس بات کا غلط ہونا اجلی البدیہیات میں سے ہے، کیونکہ ابوداؤد شریف میں "باب ما يقال عند الغضب" (ابوداؤد شریف: ۲/۳۰۳) میں دو حضرات سے یہ روایت منقول ہے، ایک تو حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ایک خود حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تو اس بات کا قطعاً ذکر ہی نہیں کہ وہ "رجل" کون تھا، البتہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا ہے، لیکن وہ ذکر اس طرح نہیں ہے کہ ہٹ دھرمی اور انکار کرنے والا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا جائے اور "إني لست بمجنون" حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہو، تاکہ جواب کے لئے تاویلات کی ضرورت پڑے، بلکہ اس روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے بارے میں دریافت کیا، جس سے غصہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے، آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ کلمہ "اللهم إني أعوذبك من الشيطان الرجيم" [اے اللہ میں شیطان مردود سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔] ہے، تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گالم گلوچ کرنے والے دو آدمیوں میں سے ایک کے پاس گئے جس کو غصہ آیا ہوا تھا، اور اس کو یاد دہانی کرائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرے اور یہ کلمہ پڑھے، لیکن اس نے ہٹ دھرمی کی اور زیادہ غصہ ہونے لگا، چنانچہ اسی روایت کے آخر میں راوی کہتا ہے: "قال فجعل معاذ يأمر فأبى ومحك وجعل يزداد غضبا"

صحیح بخاری شریف میں "باب ما ينهى عن السباب واللعن" میں حضرت سلیمان بن صرد

رضی اللہ عنہ کی روایت کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بخاری کی روایت میں الفاظ ہیں: "فانطلق اليه الرجل فأخبره بقول النبى صلى الله عليه وسلم" کہ غصہ کرنے والے شخص کے پاس ایک آدمی گیا اور اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے آگاہ کیا۔ اسی طرح مسلم کی روایت میں ارشاد ہے: "فقام إلى الرجل رجل ممن سمع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" [پس اس شخص کی طرف ان حضرات میں سے جنہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے سنا تھا، ایک شخص کھڑا ہوا۔]

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا تھا ان میں سے صرف ایک شخص نے غصہ والے اور گالم گلوچ کرنے والے آدمی کو مخاطب کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات سمجھانے کی کوشش کی۔

صحیحین کی روایت میں تو یہ تصریح نہیں کہ مخاطب کرنے والے شخص کون تھے؟ البتہ ابو داؤد کی روایت میں تصریح ہے کہ مخاطب کرنے والے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے: "قال فجعل معاذ يأمره فأبى ومحك وجعل يزداد غضبا" (فتح الباری: ۴۶۷/۱۰) [حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس کو نصیحت فرماتے رہے، اس شخص نے نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور زیادہ غصہ ہونے لگا۔]

حافظ صاحب (کی اس عبارت سے بھی صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آدمی کے پاس جانے والے اور اس کو تعوذ کا حکم دینے والے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہیں، نہ کہ ہٹ دھرمی اور غصہ کرنے والے خود حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔

چنانچہ روایت کے آخری لفظ "أمجنون أنا إذهب" کی تشریح کرتے ہوئے حافظ صاحب فرماتے ہیں: "هو خطاب من الرجل الذى أمره بالتعوذ أى امض فى شغلك" یعنی غصہ کرنے والے شخص کی طرف سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب ہے کہ تو اپنا کام کر مجھے نہ چھیڑ، لہٰذا یہ کہنا کہ وہ آدمی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے اور پھر تاویل کرنا بعید اور بے جا ہے۔ (نفحات التنقیح: ۲۷۰/۳)

مرغ کی اور گدھے کی آواز سن کر کیا پڑھے؟

{۲۳۰۷} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِیَاحَ الدِّیْکَةِ فَسَلُوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَأَتْ مَلَکاً، وَاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِیْقَ الْحِمَارِ، فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، فَاِنَّهٗ رَأٰی شَیْطَاناً۔ ﴿متفق علیه﴾

حواله: بخاری شریف: ۱/۴۶۶، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم الخ، حدیث نمبر: ۳۱۹۵۔
مسلم شریف: ۲/ ۳۵۱، کتاب الذکر الخ، باب استحباب الدعاء عند صیاح الدین، حدیث نمبر: ۲۷۲۹۔

حل لغات: صیاح: صاح (ض) صیحا، چلانا، الدیکة: مرغ، جمع دیوک و ادیاک، نهیق: نهق، (ف،ن) نهقاً، گدھے کا رینکنا۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، اس لئے کہ وہ فرشتہ دیکھ کر بولتا ہے، اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ سے شیطان مردود کی پناہ مانگو؛ اس لئے کہ وہ شیطان دیکھ کر آواز کرتا ہے۔“

تشریح: اذا سمعتم صیاح الدیکة الخ: یعنی جب مرغ کی آواز سنے تو آدمی کو دعائے خیر کرنی چاہئے؛ اس لئے کہ مرغ فرشتے کو دیکھ کر بولتا ہے، اس وقت کی جانے والی دعا پر فرشتہ آمین کہتا ہے، تو بہت ممکن ہے کہ دعا قبول ہو جائے۔

و إذا سمعتم نهیق الحمار الخ: یعنی جب گدھے کی آواز سنے تو شیطان سے پناہ مانگنی چاہئے، اس لئے کہ شیطان کو دیکھ کر ہی گدھا ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا ہے تاکہ آدمی شیطان کے شر سے محفوظ ہو جائے۔

یہ حدیث شریف اس پر دال ہے کہ نیک ہستیوں کے آنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور

برکت نازل ہوتی ہے، لہٰذا اس وقت دعاء مانگنی مستحب ہے، نیز اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کافروں پر چونکہ اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب نازل ہوتا ہے اس لئے کفار کے سامنے سے گذرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا مستحب ہے، اس خوف سے کہ کہیں ان بدبختوں کی نحوست اور ان کی برائی کے جراثیم اپنے تک نہ پہنچ جائیں۔ (التعلیق: ۱۴۰ / ۳)

سفر کے وقت کی دعا

{۲۳۰۸}　**وَعَنْ** ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اسْتَوٰی عَلٰی بَعِیْرِہٖ خَارِجاً اِلَی السَّفَرِ کَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَاکُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَاتَرْضٰی، اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَہٗ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ، وَاِذَا رَجَعَ قَالَھُنَّ وَزَادَ فِیْھِنَّ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۱ / ۴۳۴، کتاب الحج، باب استحباب الذکر اذا رکب الخ، حدیث نمبر: ۱۳۴۲۔

حل لغات: بغیر: اونٹ، جمع، بعران، سخر: سخر (تفعیل) مسخر کرنا، البر: نیکی، جمع، ابرار، کآبۃ: شکستہ دل، کئب، (س) غمگین ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جانے کے لئے اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ "اللہ اکبر" کہہ کر یہ دعا پڑھتے:

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا

نَسْأَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاَطْوِلَنَا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ۔"

[پاک ہے وہ ذات جس نے سواری کو ہمارا تابعدار بنایا جب کہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے اور بلا شبہ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ! ہم مانگتے ہیں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ اور ایسا عمل جس سے تو راضی ہوتا ہے۔ اے پروردگار! آسان کر دے ہمارے لئے ہمارے سفر کو اور لپیٹ دے ہمارے لئے اس کی درازی کو۔ اے اللہ! سفر میں تو ہی ہمارا نگہبان ہے اور ہمارے گھر والوں کا تو ہی خبر گیر ہے، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت سے اور بری حالت دیکھنے سے اور واپسی کی برائی سے اپنے گھر والوں اور اپنے مال میں۔]

اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تھے تب بھی یہی دعا پڑھتے تھے اور اس پر اضافہ فرماتے تھے: "آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون" [ہم واپس لوٹ رہے ہیں، توبہ کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت اور حمد کرتے ہوئے۔]

تشریح: سواری پر سوار ہوتے ہوئے اور واپسی کے وقت اس حدیث شریف میں مذکور دعا کو پڑھنی چاہئے۔

کبر ثلاثا: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین مرتبہ "اللہ اکبر" پڑھا کرتے تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اقرار ہے کہ جب "اللہ" ہر ہر چیز سے بڑا ہے، اور "اللہ" ہمارے ساتھ ہے اس کی مدد ہمارے ساتھ ہے، اس لئے ہمیں کوئی فکر اور پریشانی نہیں۔

سبحان الذی سخر لنا هذا الخ: یہ سواری جس پر ہم سوار ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عنایت سے سوار ہیں؛ اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت نہ ہو تو ہم اس کو اپنے قبضے میں کر ہی نہیں سکتے تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا اعتراف اور شکر گذاری ہے، اور نعمت کا اعتراف اور شکر گذاری کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے۔

و انا إلی ربنا الخ: یعنی ہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔اس میں اس سفر سے سفرِ آخرت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے،کہ اس سفر سے اپنے سفرِ آخرت کو یاد کرو کہ ایک روز اپنے خالق و مالک کی طرف لوٹ کر جانا ہے،لہٰذا ہر وقت اس کی فکر کرنی چاہئے۔

اللھم انا نسألک الخ: یعنی سفر میں عام طور پر کوتاہیاں ہوجایا کرتی ہیں؛ خاص طور پر بدنظری وغیرہ کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔اس لئے اس میں بھلائی،خیر اور تقویٰ کے حصول کی دعائیں کی گئی ہیں،اس لئے کہ تقویٰ کے ذریعہ ہی بندہ ہر قسم کی معاصی وغیرہ سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اللھم انت الصاحب فی السفر الخ: یعنی اے اللہ! سفر میں تو ہی میرا معین و مددگار ہے،نیز میرا گھر خالی ہے،اس طرح سے تو میری موجودگی میں میرے گھر کی حفاظت کرتا رہا ہے، اے اللہ! تجھ ہی سے درخواست ہے کہ میری غیر موجودگی میں بھی میرے گھر اور میرے گھر والوں کی حفاظت فرما۔ان کلمات کے ذریعہ اپنے لئے بھی سفر میں اللہ تعالیٰ کی مدد کو طلب کیا گیا ہے،اور اپنا گھر بار اہل وعیال اور کاروبار سب کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیا گیا ہے،اور ظاہر ہے کہ اس کالق و مالک تعالیٰ شانہ سے بڑھ کر کون یار و مددگار اور محافظ ہوسکتا ہے۔

من وعثاء السفر و کآبۃ المنظر الخ: سفر میں عامۃً دشواریاں ہوتی ہیں،ان کلمات کے ذریعے سے سفر کی تمام دشواریوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

و إذا رجع قالھن: یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر سے لوٹتے تو اس وقت بھی یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔

و زاد فیھن الخ: یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب واپسی پر دعا پڑھتے تو اتنا اضافہ فرماتے:"آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون" (التعلیق:۳/ ۱۴۱)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جب سفر بعافیت پورا ہوا تو اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر اس کی حمد اور اس کا شکر ضروری ہے،ان کلمات کے ذریعہ اس پاک پروردگار کی حمد اور اس کا شکر ہی مقصود ہے۔

سفر میں کن چیزوں سے پناہ مانگنی چاہئے

{۲۳۰۹} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَفَرَ یَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۴۳۴، کتاب الحج، باب استحباب الذکر اذا رکب الخ، حدیث نمبر: ۱۳۴۳۔

حل لغات: وعثاء: مشقت، وعث (س) وعثاً دشوار ہونا، الحور: حار، (ن) حوراً، مندا پڑنا، الکور: زیادتی، جمع، اکوار۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''جب سفر فرماتے تو سفر کی مشقت سے، شکستہ دلی، زیادتی کے بعد نقصان، مظلوم کی بددعا اور اہل اور مال میں بری حالت دیکھنے سے پناہ چاہتے تھے۔''

تشریح: یتعوذ من وعثاء السفر: مشقت سے مراد وہ مشقت ہے جس کی وجہ سے ذکر اللہ سے غافل ہوجائے ''ای مشقۃ الشاغلۃ من الذکر'' (مرقاۃ: ۳/۱۱۷)

وکآبۃ المنقلب: وہ حالت مراد ہے کہ مسافر جب گھر آئے تو دیکھا کہ گھر اور گھر والوں کی حالت بگڑی ہوئی ہے، جس سے اس کو دلی تکلیف ہوگی، تو ان کلمات میں ایسی بری حالت سے پناہ مانگی گئی ہے۔

والحور بعد الکور: اس کے تین مطلب ہیں:

(۱)......طاعت سے معصیت کی طرف پھر جانا۔

(۲)......ایمان سے کفر کی طرف لوٹ جانا۔

(۳)......زیادتی سے نقصان کی طرف لوٹنا۔

مراد زوالِ نعمت ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں ملی ہوئی تھیں اب ان کے زوال سے پناہ مانگی گئی ہے کہ وہ محفوظ رہیں۔

ودعوة المظلوم: سفر میں عامۃً ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے ساتھی وغیرہ پر زیادتی اور ناانصافی وغیرہ کی نوبت آجاتی ہے، جو ظلم ہے اور آدمی کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں نے کسی پر ظلم کیا ہے، اس لئے اس کی تلافی کی بھی نوبت نہیں آتی، اور مظلوم کی بد دعا انتہائی خطرناک ہے۔ اس لئے مظلوم کی بد دعا سے پناہ مانگی گئی ہے کہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں؛ یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کی بد دعا قبول کر ہی لیتا ہے۔ اس لئے سفر میں بطور خاص اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو، کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہو، کسی کی دل آزاری نہ ہو وغیرہ۔ (مرقاۃ: ۱۱۷/۳، التعلیق: ۱۴۱/۳)

نئی جگہ ٹھہرنے کی دعا

{۲۳۱۰} وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَقَالَ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهٖ ذٰلِكَ۔ ﴿رواه مسلم﴾

حواله: مسلم شریف: ۳۴۷/۲، کتاب الذکر، باب الدعوات والتعوذ، حدیث نمبر: ۲۷۰۸۔

حل لغات: نزل: (ض) نزولا، اترنا، کلمات: جمع، کلمة، کی بمعنی بات۔

ترجمه: حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" کہ جس شخص نے نئی جگہ اتر کر یہ کلمات پڑھے:

"اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق" [پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعہ اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی ہے۔] تو اس کو اس جگہ سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

تشریح: جب کہیں نئی جگہ پڑاؤ کرے تو یہ کلمات پڑھ لیا کرے۔

خولۃ بنت حکیم: یہ صحابیہ ہیں۔اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔

من نزل منزلا: منزل سے مراد دورانِ سفر نئی جگہ میں پڑاؤ ڈالنا ہے۔

بکلمات اللّٰہ التامات: مراد اسمائے حسنیٰ اور کلام الٰہی ہیں۔

من شر ما خلق: خلق سے مراد عام مخلوق ہے؛ اس لئے کہ مخلوق مخلوق ہونے کی حیثیت سے مضر ہونے سے خالی نہیں ہے۔(مرقاۃ:۱۱۸/ ۳)

رات میں نقصانات سے بچنے کی دعا

{۲۳۱۱} **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا لَقِيْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِی الْبَارِحَةَ، قَالَ: لَوْ قُلْتَ حِيْنَ اَمْسَيْتَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۷، کتاب الذکر، باب الدعوات و التعوذ، حدیث نمبر: ۲۷۰۹۔

حل لغات: عقرب: بچھو، جمع، عقارب، لدغتنی: لدغ، (ف) لدغا، ڈسنا، البارحۃ: گزشتہ رات۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا: یارسول اللہ! گزشتہ رات ایک بچھو نے مجھ کو ڈس لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم شام کے وقت

"اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق"

[میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعہ اللہ کی مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔]

پڑھ لیتے تو تمہیں نقصان نہ پہنچاتا۔

تشریح: جاء رجل: رجل سے مراد صحابی ہیں۔

فائدہ: اس دعا کے پڑھ لینے سے بچھو وغیرہ جانور کے ڈسنے سے حفاظت ہوتی ہے، اس لئے جہاں اس طرح کے موذی جانوروں کا اندیشہ ہو تو اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حالت سفر میں صبح کے وقت کی دعا

{۲۳/۱۲} **وَعَنْهُ** اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا کَانَ فِیْ سَفَرٍ وَأَسْحَرَ یَقُوْلُ: سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰہِ وَحُسْنِ بَلَاءِہٖ عَلَیْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَیْنَا عَائِذًا بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۹، کتاب الذکر، باب فی الادعیۃ، حدیث نمبر: ۲۷۱۸۔

حل لغات: سفر: مسافت طے کرنا، جمع، اسفار، اسحر: (س) سحراً، صبح سویرے آنا، اسحر (افعال) صبح کے وقت جانا، عائذاً، عاذ: (ن) عوذاً پناہ لینا، النار، آگ، جمع، نیران۔

ترجمہ: ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے

"سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰہِ وَحُسْنِ بَلَاءِہٖ عَلَیْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَیْنَا عَائِذًا بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ" [سننے والے نے اللہ کی حمد اور ہم پر اس کے بہترین احسان کو سنا۔ اے ہمارے رب! تو ہمارا ساتھی ہو جا، اور ہم پر اپنا فضل فرما، اور میں جہنم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔]

تشریح: وعنہ: یعنی یہ روایت بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کان: اس کا اسم محذوف ہے؛ یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر کے دوران سحر کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ "ای عادتہ" (مرقاۃ: ۵/ ۲۰۰)

جہاد، حج وعمرہ سے واپسی کے وقت کی دعا

{۲۳/۱۳} **وَعَنِ** ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَۃٍ یُکَبِّرُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْاَرْضِ ثَلَاثَ تَکْبِیْرَاتٍ، ثُمَّ یَقُوْلُ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ، آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۲۴۲، ابواب العمرۃ، باب مایقول اذا رجع من الحج الخ، حدیث نمبر: ۱۷۶۲۔

مسلم شریف: ۱/۴۳۵، کتاب الحج، باب مایقول اذا رجع من سفر الحج الخ، حدیث نمبر: ۱۳۴۴۔

حل لغات: قفل: قفل (ض) فقلاً لوٹنا، غزوۃ: وہ لڑائی جس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت کی ہو، جمع غزوات، شرف: بلند جگہ، جمع، اشراف، ھزم (ض) ھزماً، دشمن کو شکست دینا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوے، حج یا عمرے سے واپس لوٹتے تو ہر بلند مقام پر تین مرتبہ تکبیر کہتے اور یہ دعا پڑھتے:

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ، آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔" [اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لئے ملک ہے، اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر شئی پر پوری قدرت والا ہے۔ ہم واپس لوٹ رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے، اپنے رب کی عبادت اور اپنے رب کو سجدے اور اس کی حمد کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا، اور اس نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور تمام لشکروں کو اس نے تنہا شکست دے دی۔]

تشریح: قفل: یہ رجع کے معنی میں ہے۔ "ای رجع" (مرقاۃ: ۵/۲۰۲)

من غزو او حج او عمرۃ: مراد یہ ہے کہ ہر اہم سفر سے واپسی پر مذکورہ بالا دعا پڑھنی چاہئے، اور یہاں تین سفر کا تذکرہ اس لئے ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اسفار عامۃً ان ہی تین اہم کام کے لئے ہوتے تھے، اسی لئے ان تین کا تذکرہ ہے۔ "کانه قصد استیعاب انواع سفرہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ببیان انه لایخرج الا عن هذه الثلاثة" (مرقاۃ: ۵/۲۰۲)

یکبر علی کل شرف من الارض الخ: یعنی جب بلند مقام پر چڑھا جائے تو تکبیر کہے؛ تاکہ اس بلندی کی بنیاد پر کبر کا جو شائبہ آ گیا ہے وہ دور ہو جائے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر بلند اور ہر بڑی چیز کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو یاد کیا جائے۔

ونصر عبدہ وھزم الاحزاب: مراد غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کی نصرت اور کفار کی ہزیمت ہے۔

وحدہ: یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہے۔

مشرکین کے حق میں بددعا

{۲۳۱۴} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۱/۴۱۱، کتاب الجهاد، باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة، حدیث نمبر: ۲۸۴۵۔
مسلم شریف: ۲/۸۴، کتاب الجهاد، باب استحباب الدعاء بالنصر الخ، حدیث نمبر: ۱۷۴۲۔

حل لغات: الاحزاب: جمع، ہے حزب کی بمعنی جماعت، سریع: سرع (س) سرعة: جلدی کرنا، اھزم: ھزم، (ض) ھزما: دشمن کو شکست دینا۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن مشرکین پر بددعا کرتے ہوئے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابَ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اَللّٰھُمَّ اھْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ"

[اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے! اور جلد حساب لینے والے! اے اللہ! ان لشکروں کو شکست دیدے، اے اللہ! ان کو شکست دیدے اور ان کو ہلا کے رکھ دے۔]

تشریح: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام حالات میں بد دعا نہیں فرمائی۔ لیکن جب پانی سر سے اونچا ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض مخصوص حالات میں بد دعائیں بھی کی ہیں، ان میں سے ایک موقع غزوۂ احزاب بھی ہے۔

یوم الاحزاب: سے مراد غزوۂ خندق ہے۔

اللھم منزل الکتاب: کتاب سے مراد یا تو جنس کتاب ہے یا صرف قرآن کریم مراد ہے۔ "المراد بالکتاب جنسه او القرآن" (مرقاۃ: ۵/۲۰۲)

سریع الحساب: سے وہ حساب مراد ہے جو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بہت جلدی نمٹادے گا۔

اللھم اھزمھم الخ: یعنی مشرکین کو شکست دے اور ان کو تتر بتر کر دے، منتشر کر دے۔

مہمانی اور میزبانی کے آداب

{۲۳۱۵} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ فَقَرَّبْنَا اِلَیْہِ طَعَامًا وَوَطْبَۃً فَاَکَلَ مِنْھَا ثُمَّ اُتِیَ بِتَمْرٍ فَکَانَ یَاْکُلُہٗ وَیُلْقِی النَّوٰی بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ وَیَجْمَعُ السَّبَّابَۃَ وَالْوُسْطٰی، وَفِیْ رِوَایَۃٍ یُلْقِی النَّوٰی عَلٰی ظَھْرِ اِصْبَعَیْہِ السَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی ثُمَّ اُتِیَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَہٗ فَقَالَ: اَبِیْ وَاَخَذَ بِلَجَامِ دَابَّتِہٖ اُدْعُ اللّٰہَ لَنَا، فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ

لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۱۸۰، کتاب الاشربۃ، باب استحباب وضع النوی الخ، حدیث نمبر: ۲۰۴۲۔

حل لغات: طعاما: کھانا، جمع، اطعمۃ، وطبۃ: مؤنث ہے وطب کی بمعنی مالیدہ، دودھ کی مشک، جمع اوطب، تمر: کھجور، جمع، تمور، النوی: جمع ہے، نواۃ کی بمعنی گٹھلی، اصبع: انگلی، جمع ہے اصابع، لجام: لگام، جمع، الجم۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد محترم کے مہمان بنے تو ہم نے کھانا اور مالیدہ پیش کیا، آپ نے اس میں سے کھایا پھر کھجور لائی گئی، آپ اس کو کھاتے جاتے اور گٹھلیاں سبابہ اور وسطی کو جمع کر کے دو انگلیوں کے درمیان کر کے ڈالتے جاتے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنی دونوں انگلیوں یعنی سبابہ اور وسطی کی پشت پر رکھ کر گٹھلیاں ڈالتے جاتے، پھر پانی لایا گیا؛ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس میں سے نوش فرمایا، میرے والد صاحب نے عرض کیا اور وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔" [اے اللہ! ان کو جو تو نے رزق عطا فرمایا ہے، اس میں ان کو برکت عطا فرما، اور ان کی مغفرت فرما، اور ان پر رحم فرما۔]

تشریح: نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بسر رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔

فقربنا الیہ طعاما الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں مہمان بنے تو دستر خوان پہ کھانا اور مالیدہ چنا گیا، جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔

ثم اتی بتمر: یعنی جب حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہو گئے تو کھجور پیش کی گئیں، اسے بھی آنحضرت ﷺ نے تناول فرمایا۔

ثم اتی بشراب الخ: یعنی جب ان تمام چیزوں سے فارغ ہو گئے تو اب مشروب لایا

گیا۔ "ای ماءاو مایقوم مقامه" (مرقاۃ: ۵/۲۰۴)

فقال ابی و اخذ بلجام دابته الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رخصت کرنے کے لئے نکلے، اس وقت انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

حدیث پاک سے متعدد فوائد حاصل ہوئے۔

(۱)...... استاذ اپنے شاگرد کے یہاں، شیخ اپنے مرید کے یہاں، بادشاہ اپنی رعایا کے یہاں مہمان بن سکتا ہے۔

(۲)...... مہمان کے لئے کئی قسم کے کھانے پیش کرنے درست ہیں۔

(۳)...... کھانے میں مالیدہ، حلوہ وغیرہ پیش کرنا بھی درست ہے۔

(۴)...... کھانے کے بعد پھل وغیرہ پیش کرنا بھی درست ہے۔

(۵)...... کھانے کے بعد کوئی مشروب وغیرہ پیش کرنا بھی درست ہے۔

(۶)...... مہمان کو مکان سے باہر تک آ کر رخصت کرنا درست ہے۔

(۷)...... مہمان کے اکرام میں مہمان کی سواری کی لگام وغیرہ پکڑنا بھی درست ہے۔ موجودہ زمانہ میں گاڑی کی کھڑکی وغیرہ کھولنا بھی اس میں داخل ہے۔

(۸)...... کھانے کے بعد مہمان سے دعا کی درخواست کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(۹)...... مہمان کا اپنے میزبان کے لئے دعا کرنا بھی سنت ہے۔

﴿الفصل الثانی﴾

چاند دیکھنے کی دعا

{۲۳۱۶} وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔ (رواہ الترمذی) وقال "هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ"

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۳/۲، کتاب الدعوات، باب مایقول عند رویۃ الھلال، حدیث نمبر: ۳۴۵۱۔

حل لغات: رأی: رأی، (ف) رویۃ، دیکھنا، الھلال: پہلی رات کا چاند، جمع اھلۃ، الامن: امن (س) امنا، مطمئن ہونا۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رات کا چاند دیکھتے تو کہتے:

"اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ"

[اے اللہ! اس چاند کو ہمارے لئے امن وایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال، میرا رب بھی اللہ ہے، اور تیرا رب بھی اللہ ہے۔]

تشریح: ہلال کہتے ہیں قمری مہینہ کی پہلی، دوسری اور تیسری رات کے چاند کو، اس کے بعد کی راتوں کا چاند قمر کہلاتا ہے، لہٰذا حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ھلال دیکھتے تو مذکورہ دعا پڑھتے۔ اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ! اس مہینے میں ہم امن وایمان کے ساتھ ہر آفت ومصیبت سے محفوظ اور سلامت اور اسلام کے احکام پر ثابت قدم اور مستقیم رہیں۔ اس کے بعد چاند کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے: کہ میرا اور تیرا دونوں کا رب اللہ ہی ہے، جیسے میں اس کی ایک مخلوق ہوں،

اسی طرح تو بھی اس کی ایک مخلوق ہے، اس سے گویا ان لوگوں کے اعتقادات کی تردید مقصود ہوتی تھی جو چانداور سورج کو پوجتے ہیں، اور انہیں اپنا معبود اور رب مانتے ہیں۔ نعوذ باللہ (مرقاۃ: ۱۲۲/۳)

مبتلاءِ مصیبت کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے

{۲۳۱۷} وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ رَجُلٍ رَأٰى مُبْتَلًى فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا اِلَّا لَمْ يُصِبْهُ ذَالِكَ الْبَلَاءُ كَائِنًا مَاكَانَ۔ ﴿رَوَاهُ التِّرْمِذِیُ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَمَرُو ابْنُ دِيْنَارٍ الرَّاوِیُّ لَيْسَ بِالْقَوِیِّ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۱/۲، ابواب الدعوات، باب مایقولا اذا رأی مبتلی، حدیث نمبر: ۳۴۳۱۔

ابن ماجہ شریف: ۲۷۷، کتاب الدعاء، باب مایدعو بہ الرجل اذا نظر الی اهل البلاء، حدیث نمبر: ۳۸۹۲۔

حل لغات: رجل: آدمی، جمع رجال، متبلی بلا، (ن) بلوا، وبلاء آزمانا۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے مبتلائے مصیبت کو دیکھ کر یہ دعا پڑھی:

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا“

[اللہ ہی کے لئے حمد ہے جس نے مجھ کو اس چیز سے عافیت عطا فرمائی، جس میں تجھ کو مبتلا فرمایا اور اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر مجھ کو فضیلت بخشی۔]

تو اسکو وہ مصیبت نہیں پہنچے گی؛ خواہ وہ مصیبت جیسی بھی ہو۔ (ترمذی) اس روایت کو ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے یہ حدیث غریب ہے، اور اس کے ایک راوی عمرو بن دینار قوی نہیں ہیں۔

012 Babud Dawat Fil Awqaat

تشریح: مامن رجل رأی مبتلی: ابتلاء سے بدنی، دنیوی اور دینی ہر طرح کی بلا مراد ہے۔ ''ای فی امر بدنی کبرص، وقصر فاحش او طول مفرط او عمی او اعرج او اعوجاج ونحوھا او دینی بنحو فسق وظلم وبدعة و کفر وغیرھا'' (مرقاۃ: ۱۲۲/۳)

لم یصبه ذلک البلاء الخ: یعنی جو شخص یہ دعا پڑھے گا تو کسی طرح کی بھی بلا ہو، پڑھنے والا اس بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔

بازار میں پڑھنے کی دعا

{۲۳۱۸} **وَعَنْ** عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَیِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ وَبَنٰی لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ۔ ﴿رواه الترمذی وابن ماجه﴾ وَقَالَ: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ مَنْ قَالَ فِی السُّوْقِ جَامِعٍ یُبَاعُ فِیْهِ بَدَلَ مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ۔

حواله: ترمذی شریف: ۱۸۱/۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا دخل السوق، حدیث نمبر: ۳۴۲۸-۳۴۲۳۔ ابن ماجه شریف: ۱۶۱، کتاب التجارات، باب الاسواق الخ، حدیث نمبر: ۲۲۳۵۔

حل لغات: السوق: بازار، جمع، اسواق، یمیت: مات (ن) موتا، مرنا، ید: ہاتھ، جمع، ایدی، محا: محا (ن) محیاً، مٹانا۔

ترجمه: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے بازار میں داخل ہو کر یہ دعا پڑھی:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا

يُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" [اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے، اور اسی کے لئے حمد ہے، وہی زندگی دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے، وہ ہمیشہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی، اسی کے ہاتھ میں ہر طرح کی خیر ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔]

تو اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی، اس کے نامۂ اعمال دس لاکھ گناہ مٹائے جائیں گے، اس کے لئے دس لاکھ درجات بلند کئے جائیں گے، اور اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے۔"

تشریح: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بازار کو ذکر کے ساتھ اس لئے خاص کیا گیا کہ بازار غفلت کی جگہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے اور اس کے ذکر سے اعراض کا مقام ہے، لہٰذا جو بازار میں داخل ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے وہ اس آیت کا مصداق بن جائے گا۔

"رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" [ان میں صبح وشام وہ لوگ تسبیح کرتے ہیں جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے، نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوۃ دینے سے۔] (آسان ترجمہ) (سورۂ نور: ۳۷، طیبی: ۱۷۰/۵)

ابوعبداللہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہل اسواق پر شیطان کا اس طرح غلبہ ہوتا ہے کہ وہ اور اس کے اعوان ہر ممکن طریقے سے ان کو ورغلاتے ہیں، اور فانی دولت دنیا کی طرف راغب کرتے ہیں، کسی کو ناپ تول کی کمی میں ڈال دیتے ہیں اور کسی کو جھوٹی قسموں کے ذریعہ اپنے سامان کو فروخت کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اسی طرح ان کو نمازوں کے ضائع کرنے اور حقوق کی عدم ادائیگی کی دعوت دیتے ہیں، گانے بجانے کے اسباب بکثرت ہوتے ہیں، فحاشی اور عریانیت الگ ہوتی ہے، جو انسان کو مقناطیس کی طرح برائی کی طرف کھینچتی ہے۔ لہٰذا اہل اسواق جب ان کی اتباع میں اس قسم کی غفلت میں رہیں گے تو نزول عذاب کا خطرہ رہے گا، اور ان میں سے جو ذکر کرنے والا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دور کرتا ہے، اور شیطان کے لشکر کو پسپا کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ" (سورۂ بقرہ:۲۵۱) [اگر اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعہ دفاع نہ کرے تو زمین میں فساد پھیل جائے۔] (آسان ترجمہ) گویا ذاکرین کے ذریعہ سے اہل غفلت کا دفاع ہوتا ہے۔

اور اس دعاء ماثورہ کے الفاظ میں بازار کے لوگوں کے اعمال بد کی تلافی ہے، اس طرح کہ جب آدمی "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتا ہے تو گویا اس کے ذریعہ سے قلوب کی سرگردانی کو ختم کرتا ہے، کیونکہ بازار میں ذہن و دل مصروف ہو کر رہ جاتے ہیں، اور خواہشات کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ لیا جاتا ہے، چنانچہ ارشاد گرامی ہے: "أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ" (سورۂ فرقان: ۲۳) [بھلا بتاؤ جس شخص نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہو تو (اے پیغمبر!) کیا تم اس کی ذمہ داری لے سکتے ہو؟] (آسان ترجمہ)

اسی طرح "وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ" کہہ کر لوگوں کو ایک دوسرے کی طرف جو میلان ہوتا ہے اس کو ختم کیا گیا ہے۔ "لَهُ الْمُلْكُ" کہہ کر مختلف قسم کے مالکانہ تصرف کے تصور کو ختم کیا گیا ہے، اور "وَلَهُ الْحَمْدُ" کہہ کر لوگوں کے ذہنوں کو اللہ تعالیٰ کے کمال کی طرف پھیرا گیا ہے۔ "يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ" کہہ کر اہل بازار کے اعمال اور ذخیرہ اندوزی کے اثرات کو ختم کیا گیا ہے، جو بیع و شراء کے لئے وہ روا رکھتے ہیں۔ "وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ" سے ان سب چیزوں کی اللہ تعالیٰ سے نفی ہو جاتی ہیں جو مخلوق کی طرف منسوب ہوتی ہیں، پھر آخر میں "بِيَدِهِ الْخَيْرُ" کہہ کر گویا یہ بتا دیا کہ بازار کی اس گہما گہمی میں خیر نہیں، اصل خیر تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (نفحات التنقیح: ۲/۲۷۲، ۳، التعلیق: ۳/۱۴۴)

صبر کی دعا کے بجائے عافیت کی دعا

{۲۳۱۹} وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْا يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ فَقَالَ: اَيُّ شَيْءٍ تَمَامَ النِّعْمَةِ؟ قَالَ دَعْوَةٌ اَرْجُوْ بِهَا خَيْراً، فَقَالَ: اِنَّ مِنْ تَمَامِ النِّعْمَةِ دُخُوْلُ الْجَنَّةِ وَالْفَوْزُ مِنَ النَّارِ، وَسَمِعَ

رَجُلًا يَقُوْلُ: يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ فَقَالَ: قَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ فَسَلْ وَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الصَّبْرَ، فَقَالَ: سَأَلْتَ اللّٰهَ الْبَلَاءَ فَاسْئَلْهُ الْعَافِيَةَ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۲/۲، ابواب الدعوات، باب: ۹۹۔ حدیث نمبر: ۳۵۲۷۔

حل لغات: یدعوا: دعا(ن) دعوۃ، بلانا، النعمۃ، جمع، انعامات، الفوز: فاز(ن) فوزاً، کامیاب ہونا۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ان الفاظ میں دعا کرتے ہوئے سنا: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ" [اے اللہ! میں تجھ سے تمام نعمت کا سوال کرتا ہوں۔] آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: "تَمَامَ النِّعْمَةِ" سے کیا مراد ہے؟ اس شخص نے کہا: ایسی دعا مراد ہے جس سے میں بھلائی کی امید رکھتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں داخل ہونا اور آگ سے نجات پانا پوری نعمت ہے اور ایک شخص کو کہتے سنا: "يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری دعا قبول ہوئی؛ اس لئے تو مانگ، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک آدمی کو دعا کرتے ہوئے سنا: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الصَّبْرَ" [اے اللہ! میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں۔] آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم تو اللہ تعالیٰ سے بلا مانگ رہے ہو، اس لئے یہ نہ کرکے عافیت کی دعا مانگو۔

تشریح: آدمی جب دعا کرے تو جچے تلے اور جامع الفاظ استعمال کرے، ایسے الفاظ استعمال کرنے سے بچے، جن کے اثرات اچھے ظاہر نہ ہوتے ہوں۔

رجلا: مراد ایک صحابی ہیں۔

قال دعوۃ: دعا سے دعا مستجاب مراد ہے۔

خیرا: سے مال کثیر مراد ہے۔

فقال ان من تمام النعمۃ دخول الجنۃ الخ: دخول جنت تکمیل نعمت

اس لئے ہے کہ جنت میں ہر طرح کی نعمتیں ہیں، نیز قرآن کریم میں بھی دخولِ جنت کو فوز وفلاح کہا گیا ہے۔ "فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ" (سورۂ آل عمران) [پھر جس کسی کو دوزخ سے دور ہٹالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا وہ صحیح معنی میں کامیاب ہوگیا۔] (آسان ترجمہ)

وسمع رجلا یقول یا ذاالجلال والاکرام: مراد یہ ہے کہ ان الفاظ سے کی جانے والی دعا قبول ہوجاتی ہے، اس لئے اس شخص کی دعا قبول ہوگئی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بشارت دی کہ تمہاری دعا قبول ہو رہی ہے اس لئے جو مانگنا ہے مانگتے رہو۔

فقال سألت اللہ البلاء: یعنی آدمی صبر مصیبت میں کیا کرتا ہے اور اس آدمی نے چونکہ صبر کی دعا کی، بالفاظ دیگر اس نے بلا کی دعا کی؛ اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عافیت کی تلقین فرمائی۔

کفارۂ مجلس

{۲۳۲۰} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا فَکَثُرَ فِیْهِ لَغَطُهٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ: سُبْحَانَکَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَاکَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذَالِکَ۔

﴿رواه الترمذی والبیهقی فی الدعوات الکبیر﴾

حواله: ترمذی شریف: ۱۸۱/۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذاقام من مجلسه، حدیث نمبر: ۳۴۳۳۔

حل لغات: جلس: جلس (ض) جلوساً، بیٹھنا، مجلس: بیٹھنے کی جگہ، جمع مجالس، لغطه: لغط (ف) لغطاً شور کرنا۔

ترجمه: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں بے فائدہ باتیں ہو رہی ہوں اس نے اٹھنے

سے پہلے یہ دعا پڑھ لی:

"سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ"

[آپ پاک ہیں اے اللہ! اور آپ کے لئے ہی حمد ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور آپ کی طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔] تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا اس کے لئے مغفرت کردی جائے گی۔"

تشریح: مجلس میں کچھ بے فائدہ باتیں ہوجایا کرتی ہیں، ان سے مغفرت کے لئے یہ دعا تریاق ہے؛ اس لئے مجلس کے ختم پر اس دعا کو پڑھ لینا چاہئے۔

لغطہ: مراد بے فائدہ باتیں ہیں۔

فقال قبل ان یقوم: مراد یہ ہے کہ مجلس برخاست ہونے سے پہلے پہلے یہ دعا پڑھ لینے سے اس مجلس میں ہونے والے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

سوار ہونے کی دعا

{۲۳۲۱} **وَعَنْ** عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ اُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِي الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلَاثًا سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيْلَ: مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقُلْتُ: مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ: رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ يَقُوْلُ اللّٰهُ: يَعْلَمُ

اَنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَیْرِیْ۔ ﴿رواہ احمد والترمذی وابوداؤد﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۱/۹۷، حدیث نمبر: ۷۵۳۔ ترمذی شریف: ۲/۱۸۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذارکب دابۃ، حدیث نمبر: ۳۴۳۶۔ ابوداؤد شریف: ۱/۳۵۰، کتاب الجہاد، باب مایقول اذارکب، حدیث نمبر: ۲۶۰۲۔

حل لغات: الرکاب: زین کا لٹکا ہوا وہ حصہ جس میں سوار اپنا پیر رکھتا ہے، جمع رکب۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی خدمت میں ایک سواری کا جانور لایا گیا تا کہ اس پر سوار ہوں، تو جب انہوں نے رکاب میں اپنا پیر رکھا تو کہا: ''بِسْمِ اللّٰہِ'' جب اس کی پیٹھ پر سوار ہوئے تو کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' تین مرتبہ، اور ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' تین مرتبہ۔

''سبحانك انی ظلمت نفسی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت'' [آپ کی ذات پاک ہے، یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، پس آپ مجھ کو معاف فرما دیجئے، بالیقین آپ کے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا۔] کہا اور ہنسے، تو ان سے کہا گیا: یا امیر المؤمنین! آپ کس چیز کی وجہ سے ہنسے؟ انہوں نے کہا: میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا جیسا کہ میں نے کیا، پھر آنحضرت ﷺ ہنسے۔ تو میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کس چیز کی وجہ سے ہنسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ بندہ جب ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے سے خوش ہو کر کہتا ہے وہ جان رہا ہے کہ میرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا۔''

تشریح: حدیث پاک سے سواری پر سوار ہونے کا مسنون طریقہ اور مسنون دعائیں معلوم ہوئیں۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ اگر اپنے بڑے سے کوئی چیز خلاف معمول یا خلاف عادت معلوم ہو تو اس کو دریافت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ معلوم کر لینا چاہئے۔

نیز امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ کمال عشق ومحبت اور کمال اتباع کا بھی علم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ایک ادا ایک ایک انداز کا کس طرح اتباع فرماتے تھے، چنانچہ جب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کے اس طریقہ اور مسکرانے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا: میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، نیز

آنحضرت ﷺ مسکرائے بھی تھے؛ اس لئے میں بھی مسکرایا، یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی موافقت میں مسکراتے تھے۔ "فکان امیر المومنین وافق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو وافق الرب تعالیٰ وتقدس" (مرقاۃ: ۳/۱۲۵:۵)

رخصت کرنے کی دعا

{۲۳۲۲} وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَدَّعَ رَجُلاً اَخَذَ بِيَدِهٖ فَلَا يَدَعُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ يَدَعُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَآخِرَ عَمَلِكَ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ۔ ﴿رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ﴾ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا لَمْ يُذْكَرْ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۲/۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا، حدیث نمبر: ۳۴۴۲۔ وابوداؤد شریف: ۳۵۰/۱، کتاب الجہاد، باب الدعاء عند الوداع، حدیث نمبر: ۲۶۰۰۔ ابن ماجہ شریف: ۲۰۲، کتاب الجہاد، باب تشییع الغزوات الخ، حدیث نمبر: ۲۸۲۶۔

حل لغات: ودع: ودع (ف) ودعاً، چھوڑنا، ید: ہاتھ، جمع، ایدی، خواتیم: انجام، جمع ہے، خواتم کی، ختم (ض) ختماً، ختم کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی آدمی کو رخصت کرتے، تو اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کو نہیں چھوڑتے تھے، جب تک کہ خود وہ آدمی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہ چھوڑ دیتا، اور آنحضرت ﷺ اس کو یہ دعا دیتے:

"اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَآخِرَ عَمَلِكَ"

[میں نے تیرا دین، تیری امانت اور تیرا آخری عمل اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔] اور ایک روایت میں "خواتیم عملك" ہے۔

تشریح: یعنی پیارے آقا حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسی کو رخصت فرمانے کا یہ انداز ہوتا تھا کہ اظہار محبت کے لئے اس کا ہاتھ اپنے مبارک ہاتھ میں پکڑ لیتے اور اس کو برابر پکڑے رہتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ چھڑا لیتا۔ اور رخصت کرتے ہوئے مذکور فی الحدیث دعا بھی دیتے تھے۔

ایضاً

{۲۳۲۳} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ: أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ۔

﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/۳۵۰، کتاب الجهاد، باب الدعاء عند الوداع، حدیث نمبر: ۲۶۰۱۔

حل لغات: اراد: (افعال) ارادہ کرنا، الجیش: لشکر، جمع، جیوش۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ الخطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو روانہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو اس طرح دعا فرماتے:

"أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ" [میں تمہارا دین تمہاری امانت اور تمہارے اعمال کا خاتمہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔]

تشریح: عبد اللّٰہ الخطمی: یہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، بیعت رضوان میں شریک تھے، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: "عبداللّٰه بن يزيد بن زيد بن حصين بن عمر بن حارث بن خطمه بن خثعم بن مالك بن اوس"

مسافر کے لئے سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفہ

{۲۳۲۴} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّیْ اُرِیْدُ سَفَراً فَزَوِّدْنِیْ فَقَالَ: زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی، قَالَ: زِدْنِیْ، قَالَ: وَغَفَرَ ذَنْبَکَ قَالَ: زِدْنِیْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ قَالَ: وَیَسَّرَ لَکَ الْخَیْرَ حَیْثُ مَاکُنْتَ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾ وَقَالَ: ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۸۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذاودع انسانا، حدیث نمبر: ۳۴۴۴۔

حل لغات: ارید: (افعال) ارادہ کرنا، زودنی: زاد (ن) زودا، توشہ لینا، زود (تفعیل) توشہ دینا، ذنب: گناہ، جمع، ذنوب۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سفر کرنا چاہتا ہوں؛ اسلئے آپ مجھے زاد راہ دیجئے، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو تقوی کا توشہ عطا فرمائے، اس شخص نے کہا: اس پر اضافہ فرمادیجئے، آپ نے فرمایا: اللہ تمہارے گناہ کو بخش دے، اس شخص نے کہا: میرے والدین آپ پر قربان! اس پر اور اضافہ فرمادیجئے، آپ نے فرمایا: جہاں کہیں بھی رہو اللہ تعالیٰ ہر بھلائی کو تمہارے لئے آسان فرمادے۔

تشریح: زودک اللہ التقوی: سفر میں عام طور پر بھول چوک، الٹی سیدھی حرکتیں اور کوتاہیاں ہوجایا کرتی ہیں؛ اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کے لئے تقویٰ کی دعا فرمائی۔

معلوم ہوا کہ مسافر کے لئے تقویٰ بہترین توشہ ہے، چونکہ تقویٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت شامل حال ہوتی ہے، اس لئے اس سے بہترین توشہ کیا ہوسکتا ہے۔

وغفر ذنبک: تقویٰ اختیار کرنے کے باوجود بعض دفعہ گناہوں کا صدور ہوجاتا ہے؛ اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کی مغفرت کی دعا فرمائی۔

یسر لک الخیر: خیر سے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیاں مراد ہیں۔(التعلیق: ۳/۱۴۷)

فائدہ: معلوم ہوا سفر میں جاتے ہوئے اپنے بزرگوں سے ملاقات کرکے ان کی دعائیں لے کر جائے، اور ان کی دعاؤں کو اپنے لئے سفر کا بہترین توشہ تصور کرے۔

مسافر کے لئے وصیت

{۲۳۲۵} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِیْ، قَالَ: عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالتَّکْبِیْرِ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّی الرَّجُلُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَیْهِ السَّفَرَ۔ ﴿رواه الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۸۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذاودع انسانا، حدیث نمبر: ۳۴۴۵۔

حل لغات: شرف: بلند مکان، جمع، اشراف، شرف (س) شرفا، بلند ہونا، اطو: طوی (ض) طیاً، لپیٹنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں سفر کرنا چاہتا ہوں؛ اسلئے آپ مجھے نصیحت فرمادیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا سے ڈرو اور ہر بلند جگہ پر اللہ اکبر کہو، جب وہ آدمی چلا گیا، تو آپ نے کہا: اے اللہ! اس کی دوری کو لپیٹ دے اور اس کے سفر کو آسان فرما۔

تشریح: انی ارید ان اسافر فاوصنی: یعنی ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا یارسول اللہ! میں سفر کرنا چاہتا ہوں؛ اس لئے آپ مجھے کچھ نصیحت فرمادیجئے۔

قال علیک بتقوی اللّٰہ: یہ کلمات بڑے جامع اور اہم نصیحت ہے؛ اس لئے کہ ان میں تقویٰ کی تمام قسمیں شامل ہوگئی ہیں، شرک سے نفرت، گناہوں سے اجتناب، شبہات سے بچاؤ وغیرہ۔ "وهذا كلمة كاملة ونصيحة شاملة لجميع انواع التقوىٰ من ترك الشرك والمعصية والشبهة" (مرقاۃ:۱۲۶/ ۳)

فائدہ: اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا سفر میں جاتے ہوئے اپنے بزرگوں سے ملاقات اور ان کی دعا لے کر جانا چاہئے، اور بزرگوں سے خاص نصیحت حاصل کر کے جائے اور اس نصیحت پر بطور خاص عمل بھی کرے۔

(۲)...... سفر کا ایک ادب یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر بلند جگہ پر "اللہ اکبر" کہے، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے، اور اس کی بڑائی کو سوچے۔

(۳)...... اس کا خاص فائدہ یہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت کا استحضار ہوگا تو گناہ سے بچنا، نیکی کرنا، اور تقویٰ کا حصول آسان ہوگا۔

سفر میں رات کے وقت پڑھنے کی دعا

{۲۳۲۶} **وَعَنِ** ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَفَرَ فَاَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ: يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكَ وَشَرِّمَا فِيْكَ وَشَرِّمَا خُلِقَ فِيْكَ وَشَرِّمَا يَدُبُّ عَلَيْكَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ وَ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔ ﴿رواه ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/ ۳۵۰، کتاب الجهاد، باب مايقول اذا نزل منزلا، حدیث نمبر: ۲۶۰۳۔

حل لغات: يدب: (ض) دبا، رینگنا، اسد: شیر، جمع، اسد، الحية: سانپ، جمع، حيات وحیوات، العقرب: بچھو، جمع، عقارب۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران رات ہو جاتی تو پڑھتے تھے:

"يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللهُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ وَ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَ مِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔"

[اے زمین! میرا رب بھی اللہ ہے اور تیرا رب بھی اللہ ہے، میں تیرے شر اور جو کچھ تجھ میں ہے اس کے شر اور جو کچھ تجھ میں پیدا کیا گیا اس کے شر اور جو چیزیں تجھ پر چلتی ہیں ان سب کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ شیر اور اژدہا اور سانپ اور بچھو سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اور شہر کے رہنے والوں کے شر سے اور ہر والد اور اولاد کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔]

تشریح: فاقبل اللیلۃ: مراد شام کا وقت ہے۔

یا ارض ربی وربک اللہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطاب کرنا حقیقت پر محمول ہے؛ اس لئے کہ جمادات بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوتے تھے اور امت کے حق میں مجاز ہے۔

اعوذ باللہ من شرک: زمین کے شر سے مراد خسف اور زلزلہ وغیرہ ہے۔

و شر ما فیک: اس شر سے مراد یہ ہے کہ زمین کے اندر سے پانی وغیرہ ابل کر ہلاک نہ کر دے۔

و شر ما خلق فیک: مراد حشرات الارض ہیں۔

و شر ما یدب علیک: مراد حیوانات ہیں اور ایسے حیوانات جو نقصان پہنچا دیں۔

و اعوذ باللہ من اسد و اسود الخ: حدیث شریف کے ان کلمات میں شیر، اژدہا، دوسرے سانپ بچھو اس جگہ پہ بسنے والے لوگ اور انسان و جنات سے پناہ مانگی گئی ہے۔ (مرقاۃ: ۳/۱۲۶)

مطلب یہ ہے کہ ہر حالت میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ رہنا چاہئے، اور اس کو ہر طرح فاعل مختار عظیم قدرت والا یقین کرکے ہر چھوٹی بڑی چیز کا اس سے سوال کرنا چاہئے، اور ہر چھوٹی بڑی موذی چیز کے شر سے اسی سے پناہ مانگنا چاہئے۔

جہاد کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

{۲۳۲۷} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِيْ وَنَصِيْرِيْ بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ۔ ﴿رواه الترمذی وابوداؤد﴾

حواله: ترمذی شریف: ۱۹۹/۲، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی وتعوذه، حدیث نمبر: ۳۵۸۴۔
ابوداؤدشریف: ۳۵۳/۱، کتاب الجهاد، باب مایدعی عندا للقائ، حدیث نمبر: ۲۶۳۲۔

حل لغات: عضدی: مددگار، جمع، اعضاد۔

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِيْ وَنَصِيْرِيْ بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ"
[اے اللہ! آپ ہی میرے یار و مددگار ہیں، آپ پر ہی میرا بھروسہ ہے، آپ کی ہی مدد سے میں حملہ کرتا ہوں، آپ کی ہی مدد سے میں جہاد کرتا ہوں۔]

تشریح: انت عضدی: عضد کے معنی مددگار اور بھروسے مند کے آتے ہیں؛ یعنی اے اللہ! میں تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور کسی پر میرا اعتماد نہیں ہے۔

ونصیری: یہ عطف تفسیری ہے۔

بک احول وبک اصول الخ: یعنی تجھ ہی سے طاقت کی امید رکھتا ہوں، تیری مدد سے ہی آگے بڑھتا ہوں اور تیری ہی مدد سے میں جہاد کرتا ہوں۔

دشمن سے خوف کے وقت کی دعا

{۲۳۲۸} وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ ﴿رواہ احمد وابوداؤد﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۴/۴۱۵، ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۵، ابواب الوتر، باب مایقول اذا کاف قوما، حدیث نمبر: ۱۵۳۷۔

حل لغات: نحورھم: جمع، ہے نحر، کی، سینے کا بالائی حصہ، نحر (ف) نحرا، مقابلہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے خوف ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ"

[اے اللہ! ہم آپ کو ہی ان کے بالمقابل کرتے ہیں اور آپ ہی سے ان کے شر سے پناہ چاہتے ہیں۔]

تشریح: اللھم انا نجعلک فی ذحورھم: مراد یہ ہے کہ اے اللہ! ہم تجھے دشمن کے مقابل کرتے ہیں، اور اس بات کی درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں دشمن کے شر سے محفوظ رکھ۔ یہ عمل انتہائی مفید اور مجرب ہے، اس لئے دشمنوں کے خوف کے موقع پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حصن حصین میں لکھا ہے کہ جو شخص کسی دشمن یا کسی اور شخص کے خوف میں مبتلا ہو تو سورۂ قریش پڑھنا ہر شر وخوف سے امان کا باعث ہوگا اور یہ عمل مجرب ہے۔ (مظاہر حق: ۳/۲۲۷)

گھر سے نکلتے وقت کی دعا

{۲۳۲۹} وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ قَالَ: بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْنَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْنُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ، قَالَ التِّرْمِذِیُّ: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَابْنِ مَاجَہَ: قَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ مَاخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْتِیْ قَطُّ اِلَّا رَفَعَ طَرْفَہٗ اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۱۸۱، ابواب الدعوات، باب مایقول اذاخرج من بیتہ، حدیث نمبر: ۳۴۲۷۔ ابوداؤد شریف: ۲/ ۶۹۵، کتاب الادب، باب مایقول اذا خرج من بیتہ، حدیث نمبر: ۵۰۹۴۔ ابن ماجہ شریف: ۲۷۷، ابواب الدعائ، باب مایدعو بہ الرجل اذا خرج الخ، حدیث نمبر: ۳۸۸۴۔

حل لغات: بیت: گھر، جمع، بیوت، خرج: خرج (ن) خروجاً، نکلنا۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْنَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْنُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا۔"

[اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ ہی پر میں نے بھروسہ کیا، اے اللہ! پھسلنے سے، گمراہ ہونے سے اور کسی پر ظلم کرنے سے اور اپنے اوپر ظلم کئے جانے سے، نادانی سے اور اپنے اوپر نادانی کا معاملہ کئے جانے سے ہم تیری پناہ چاہتے ہیں۔] (مسند احمد، ترمذی، نسائی) نیز امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی میرے گھر سے نکلتے آسمان کی طرف اپنی نگاہ اٹھا کر یوں فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ اَنۡ اَضِلَّ اَوۡ اُضَلَّ اَوۡ اَظۡلِمَ اَوۡ اُظۡلَمَ اَوۡ اَجۡهَلَ اَوۡ یُجۡهَلَ عَلَیَّ"

[اے اللہ! گمراہ ہونے اور گمراہ کئے جانے سے ظلم کرنے اور ظلم کئے جانے سے نادانی کرنے اور اپنے اوپر نادانی کئے جانے سے میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔]

تشریح: کان إذا خرج: ماضی استمراری کا صیغہ بتا رہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی گھر سے نکلتے تھے یہ دعا پڑھتے تھے؛ خواہ سفر کے لئے ہو یا اور کسی کام کے لئے۔

توکلت علی اللّٰہ: یعنی اے اللہ! میں تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔

ان نزل: مراد وہ چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں جو بلا قصد کے ہو جائیں۔

او نضل: اس سے مراد گمراہی ہے۔

او نجهل او یجهل علینا: مراد امور دین کا بھولنا ہے، خواہ حقوق اللہ کی شکل میں ہو یا حقوق العباد کی صورت میں۔

وفی روایۃ ابی داؤد و ابن ماجۃ قالت ام سلمۃ: یعنی دوسری روایت میں جس کی تخریج ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ما خرج: یعنی دوسری دعا یہ ہے جو روایت کے آخری حصہ میں موجود ہے "اللھم انی" سے لے کر "او یجھل علی" تک۔ گھر سے نکلتے وقت مذکورہ دعا پڑھنی چاہئے۔

فائدہ: گھر سے نکلتے وقت دونوں دعاؤں میں سے کوئی دعا بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ایضاً

{۲۳۳۰} **وَعَنۡ** اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنۡ بَیۡتِہٖ فَقَالَ: بِسۡمِ اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، یُقَالُ لَہٗ حِیۡنَئِذٍ ھُدِیۡتَ وَکُفِیۡتَ وَوُقِیۡتَ فَیَتَنَحّٰی لَہُ الشَّیۡطَانُ وَیَقُوۡلُ شَیۡطَانٌ آخَرُ: کَیۡفَ لَكَ

بِرَجُلٍ قَدْ هُدِیَ وَكُفِیَ وَوُقِیَ۔ ﴿رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ﴾ وَ رَوَی التِّرْمِذِیُّ اِلٰی قَوْلِهٖ لَهُ الشَّيْطَانُ۔

حواله: ابوداؤد شریف: ۲/۶۹۵، کتاب الادب، باب مایقول الرجل اذا خرج من بيته، حدیث نمبر: ۵۰۹۵۔

ترمذی شریف: ۲/۱۸۱، ابواب الدعائ، باب مایقول الرجل اذا خرج الخ، حدیث نمبر: ۳۴۲۶۔

حل لغات: الرجل: آدمی، جمع، رجال، کفیت: کفی (ض) کفایة: کافی ہونا۔

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھی:

”بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ“

[اللہ کے نام سے، اللہ ہی پر میں نے بھروسہ کیا، اللہ کی مدد کے بغیر نہ گناہ سے بچ سکتے ہیں، نہ کوئی عبادت کر سکتے ہیں۔]

تو اس وقت اس سے کہا جاتا ہے تجھے ہدایت دی گئی، اور تیری کفایت کی گئی، اور تیری حفاظت کی گئی، چنانچہ شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے، اور دوسرا شیطان اس سے کہتا ہے کہ تو ایسے آدمی کو کیسے گمراہ کر سکتا ہے، جسے ہدایت دی گئی ہو، جس کی کفایت کی گئی، جس کی حفاظت کی گئی۔

تشریح: گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لے تو اس کی ہر طرح سے حفاظت کی جاتی ہے۔

هدیت: مراد صحیح راستے کی ہدایت ہے۔

کفیت: یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر ایک سے مستغنی ہو گیا ہے۔

ووقیت: یعنی ہر طرح کے دشمنوں سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

فیتنحی له الشیطان: یعنی جب اس کی ہر طرح سے حفاظت کی جاتی ہے اور شیطان یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کا کچھ بگاڑا نہیں جا سکتا ہے تو شیطان اس سے الگ ہو جاتا ہے اور دعا پڑھنے والا آدمی اپنے مقصد کے حصول میں رواں دواں ہو جاتا ہے۔

گھر میں داخل ہونے کی دعا

{۲۳۳۱} وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَیْتَهٗ فَلْیَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ثُمَّ لِیُسَلِّمْ عَلٰی اَهْلِهٖ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/ ۶۹۵، کتاب الادب، باب مایقول الرجل اذا دخل بیتہ، حدیث نمبر: ۵۰۹۶۔

حل لغات: ولج: ولج (ض) ولوجا، گھر میں داخل ہونا، یسلم: سلم (تفعیل) سلام کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا''

[اے اللہ! میں تجھ سے گھر میں داخل ہونے اور گھر سے باہر نکلنے کی بھلائی مانگتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہم گھر میں داخل ہوئے اور ہم نے اللہ تعالیٰ پر کہ وہ ہمارا رب ہے، بھروسہ کیا۔] اس کے بعد چاہئے کہ وہ اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔ (ابوداؤد)

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت مذکورہ دعا پڑھے اور داخل ہونے کے بعد اپنے گھر والوں کو سلام کرنا چاہئے، لیکن اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو پھر بھی بنیت ملائکہ اور جنات صالحین سلام کرنا چاہئے، کیونکہ وہاں ملائکہ بہرصورت ہوتے ہی ہیں، اور اس صورت میں اس طرح سلام کرنا چاہئے: ''اَلسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْن'' (مظاہر حق: ۳/ ۲۲۹)

دولہا، دلہن کے لئے دعا

{۲۳۳۲} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَفَّاَ الْاِنْسَانَ اِذَاتَزَوَّجَ قَالَ: بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ۔ ﴿رواه احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجه﴾

حوالہ: مسند احمد: ۲/۳۸۱، ترمذی شریف: ۱/۲۰۷، کتاب النکاح، باب مایقال للمتزوج، حدیث نمبر:۱۰۹۱۔ ابو داؤد شریف: ۱/۲۹۰، کتاب النکاح، باب مایقال للمتزوج، حدیث نمبر: ۲۱۳۰۔ ابن ماجہ شریف:۱۳۷، کتاب النکاح، باب تهنیة النکاح، حدیث نمبر:۱۹۰۵۔

حل لغات: رفا: رفا (تفعیل) مبارک باد دینا، تزوج: زوج، تفعیل) نکاح کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نکاح کرنے والے کو مبارک باد دیتے تو فرماتے:

"بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ"

تشریح: إذا رفا الانسان الخ: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناکح اور منکوحہ کو مبارک باد دیتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک فرمائے اور تم دونوں میاں بیوی کو برکت دے، یعنی تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور اولاد اور رزق کی وسعت اور فراوانی سے نوازے اور تم دونوں کو بھلائی پر جمع کرے، یعنی تمہیں طاعت وعبادت کی توفیق بخشے، صحت وعافیت کے ساتھ تمہاری زندگی گذرے، تم دونوں میں پیار ومحبت اور حسن سلوک ہمیشہ قائم رکھے، اور تمہاری اولاد کو نیک وصالح بنائے۔

نکاح کرنے والا کیا پڑھے

{۲۳۳۳} وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَاتَزَوَّجَ اَحَدُکُمْ اِمْرَاۃً اَوِاشْتَرٰی خَادِمًا فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَاجَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا جَبَلْتُھَا عَلَیْہِ وَاِذَا شْتَرٰی بَعِیْرًا فَلْیَأْخُذْ بِذِرْوَۃِ سَنَامِہٖ وَلْیَقُلْ مِثْلَ ذَالِکَ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِی الْمَرْأَۃِ وَالْخَادِمِ ثُمَّ لِیَأْخُذْ بِنَاصِیَتِھَا وَلْیَدْعُ بِالْبَرْکَۃِ۔ ﴿رواہ ابوداؤد وابن ماجہ﴾

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۱/۲۹۳، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۶۰۔

ابن ماجہ شریف: ۱۳۸، کتاب النکاح، باب مایقول الرجل اذاادخلت علیہ اھلہ، حدیث نمبر: ۱۹۱۸۔

حل لغات: جبلتھا: جبل (ض) جبلا پیدا کرنا، بذروۃ: بلندی، جمع، ذری، سنامہ: کوہان، جمع اسمنۃ۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور اپنے دادا سے اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کسی عورت سے نکاح کرے یا خادم خریدے تو یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَاجَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ"

[اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر جس چیز پر تونے اس کو پیدا کیا ہے، اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس کے شر اور جس چیز پر تونے اس کو پیدا کیا ہے اس کے شر سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

اور جب اونٹ خریدے تو اس کے کوہان کی بلندی کو پکڑ کر یہی دعا پڑھے اور ایک روایت میں عورت اور خادم کے بارے میں کہ پھر ان کی پیشانی پکڑ کر برکت کی دعا کرے۔"

تشریح: او اشتری خادما: خادم سے مراد خادم اور خادمہ دونوں ہیں۔

فلیقل: مراد یہ ہے کہ اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔ "وفی روایۃ فلیأخذ

بناصیتها وهی الشعر الکائن فی مقدم الرأس۔ (مرقاۃ:۵/۲۱۶)

اللهم انی اسئلک خیرها: خیر سے مراد وہ خیر ہیں جو اس کی ذات میں ہیں۔

و خیر ما جبلتها: اس سے وہ خیر مراد ہیں جو اس کی سرشت اور طبیعت میں داخل ہیں۔

و اعوذ بک من شرها: یعنی اس کے داخلی اور خارجی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

غم دور کرنے کی دعا

{۲۳۳۴} وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَوَاتُ الْمَکْرُوْبِ اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ (رواہ ابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤدشریف: ۲/۶۹۴، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، حدیث نمبر: ۵۰۹۰۔

حل لغات: المکروب: کرب(ن) کربا، سخت غم ہونا، تکلنی: و کل(ض) وکلا، سپرد کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”غم زدہ کی دعا یہ ہے:

”اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ“

[اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، پس مجھ کو آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی میرے نفس کے حوالہ مت فرما اور میری ہر حالت کو درست فرمادے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔]

تشریح: انتہائی بے چینی اور رنج و غم میں مبتلا شخص کو اس دعا کا ورد کرنا

چاہئے، اس دعا کی برکت سے ہر قسم کے رنج و غم سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات عطا فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

ادائیگی قرض کی دعا

{۲۳۳۵} وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ ھُمُوْمٌ: لَزِمَتْنِیْ وَدُیُوْنٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: اَفَلَا اُعَلِّمُکَ کَلَامًا اِذَا قُلْتَہٗ اَذْھَبَ اللّٰہُ ھَمَّکَ وَقَضٰی عَنْکَ دَیْنَکَ؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰی قَالَ: قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَیْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ، قَالَ: فَفَعَلْتُ ذٰلِکَ فَاَذْھَبَ اللّٰہُ ھَمِّیْ وَقَضٰی عَنِّیْ دَیْنِیْ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۷، باب فی الاستعاذہ، آخر کتاب الصلوۃ، حدیث نمبر: ۱۵۵۵۔

حل لغات: ھم، غم، جمع، ھموم، العجز: عجز (ض) عجزاً قادر نہ ہونا، والکسل: کسل (س) کسلاً کاہل ہونا، البخل: کنجوس، بخل (ک) بخلاً کنجوس ہونا، الجبن: (ن) جبنا، بزدل ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے غم اور قرض نے جکڑ رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھے ایسا کلام نہ بتادوں جب تو اسے پڑھے تو اللہ تعالیٰ تیرے غم کو ختم کردے گا اور قرض بھی ادا کردے گا؟ اس شخص نے کہا: کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: صبح وشام یہ دعا پڑھ لیا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ

مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ"

[اے اللہ! میں غم اور حزن سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجزی اور کاہلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور بخل اور بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور قرض کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے یہ عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرا غم بھی ختم کردیا اور میرا قرض بھی ادا کردیا۔

تشریح: قرض کی ادائیگی کے لئے یہ دعا تریاق ہے؛ اس لئے مقروض کو اس حدیث شریف میں مذکور دعا کا اہتمام کرنا چاہئے۔

ادائیگی قرض کی دوسری دعا

{۲۳۳۶} وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّهٗ جَاءَهٗ مُكَاتَبٌ فَقَالَ: اِنِّيْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِيْ فَاَعِنِّيْ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكَانَ عَلَيْكَ مِثْلَ جَبَلٍ كَبِيْرٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ قُلِ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ ﴿رواه الترمذی والبیہقی فی الدعوات الکبیر﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۶/۲، ابواب الدعائ، باب احادیث شتی من ابواب الدعوات، حدیث نمبر: ۳۵۶۳۔ بیہقی فی الدعوات: ۱۶۶، دعاء الدیون۔

حل لغات: جبل: پہاڑ، جمع، جبال، دینا: قرض جمع، دیون۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب نے آکر کہا: میں بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوں؛ اس لئے آپ میری مدد کیجئے،

تو انہوں نے کہا: کیا میں تجھ کو وہ کلمات نہ بتادوں جو مجھے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں؟ اگر تمہارے اوپر بڑے پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ادا کردے گا، یہ پڑھا کرو:

"اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔"

[اے اللہ! تو اپنے حلال مال کے ذریعہ حرام مال سے میری کفایت فرما، دے اور اپنے فضل سے اپنے ماسواء سے مجھ کو مستغنی کردے۔]

تشریح: مکاتب: وہ غلام ہے جسے آقا نے کچھ مالیت کے بدلے میں آزادی کا پروانہ دے دیا ہو کہ جب وہ متعینہ رقم ادا کردے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

انی عجزت عن کتابتی: یعنی میں بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوں۔

فاعنی: مراد یہ ہے کہ یا تو آپ میری مالی امداد کیجئے، یا فراوانی کی دعا کردیجئے۔

قال الا اعلمک کلمات الخ: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی مالی امداد کرنے کے بجائے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی دعا بتادی۔

ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس وقت مال موجود نہ ہو اس لئے صرف دعا بتانے پر اکتفا فرمایا۔ "قال الطیبی اکتفی بالتعلیم اما لانه لم یکن عنده مال یعطیه فرده احسن رد عملا بقوله تعالیٰ "قول معروف و مغفرة خیر" (مرقاۃ: ۱۳۲/۳، طیبی: ۱۹۹/۵)

قل: یہ قول حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہو۔

﴿الفصل الثالث﴾

مجلس سے اٹھتے وقت کی دعا

{۲۳۳۷} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا جَلَسَ مَجْلِسًا اَوْصَلّٰى تَكَلَّمَ بِكَلِمَاتٍ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْكَلِمَاتِ، فَقَالَ: اِنْ تُكُلِّمَ بِخَيْرٍ كَانَ طَابِعًا عَلَيْهِنَّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاِنْ تُكُلِّمَ بِشَرٍّ كَانَ كَفَّارَةً لَهُ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ ﴿رواه النسائی﴾

حوالہ: نسائی شریف: ۱/۱۵۰، کتاب الصلوۃ، باب السہو، نوع آخر من الذکر بعد التسلیم، حدیث نمبر:۱۳۴۵۔

حل لغات: مجلسا: بیٹھنے کی جگہ، جمع: مجالس، طابعا: مہر، جمع: طوابع، یوم: دن، جمع، ایام۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے تو چند کلمات پڑھتے، میں نے ان کلمات کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: اگر مجلس میں اچھی بات بولی گئی تو یہ قیامت تک کے لئے اس پر مہر اور اگر بری بات بولی گئی تو یہ دعا اس کے لئے کفارہ ہوگی، وہ دعا یہ ہے:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ"

[آپ کی ذات پاک ہے اے اللہ! اور آپ ہی کے لئے حمد ہے، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔]

تشریح: إذا جلس مجلسا او صلی: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جب کسی مجلس سے اٹھتے یا نماز سے فارغ ہوتے تو کچھ کلمات فرماتے تھے۔

فسألته عن الكلمات: یعنی جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر مجلس اور ہر نماز کے بعد برابر کچھ کلمات پڑھتے ہوئے دیکھا، تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ ان مواقع میں کیا پڑھتے ہیں؟ اوران کا کیا فائدہ ہے؟

فقال ان تكلم بغير الخ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں ان مواقع میں جو کلمات پڑھتا ہوں اگر مجلس میں اچھی باتیں ہوتی ہیں تو یہ کلمات ان باتوں پر مہر کا کام کرتے ہیں اور اگر بری باتیں ہوتی ہیں تو ان کے لئے یہ کفارہ ہو جاتے ہیں۔

سبحانك اللهم: یہ کلمات ''تکلم بکلمات'' کی تفسیر ہے ''تفسیر لقولہ بکلمات'' یعنی جب مجلس برخاست ہو تو یہ دعا پڑھ لینی چاہئے۔ (مرقاۃ: ۳/۱۳۳)

نیا چاند دیکھے تو یہ پڑھے

{۲۳۳۸} وَعَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ بَلَغَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَأَى الْهِلَالَ، قَالَ: هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا۔ ﴿رواه ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۶۹۵، کتاب الادب، باب مایقول الرجل اذا رأی الھلال، حدیث نمبر: ۵۰۹۲۔

حل لغات: الھلال: نیا چاند، جمع: اھلۃ، رشد: رشد(ن) رشدا، ہدایت پانا۔

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ"
[بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے، بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے، بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے، میں اس ذات پر ایمان لایا جس نے تجھ کو پیدا فرمایا، اس کو بھی تین مرتبہ پڑھتے تھے۔]
پھر فرماتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا" [ہر قسم کی تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو فلاں ہفتہ کو لے گیا اور فلاں مہینہ لے آیا۔]

تشریح: اذا رأی الهلال: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہنے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ "ای بعد قوله الله اکبر کما فی روایة الدارمی من حدیث ابن عمر" (مرقاة: ۳/۱۳۳)

هلال خیر و رشد: یعنی یہ مہینہ خیر و برکت کا ذریعہ بنے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مہینہ کو لوگوں کے لئے خیر اور ہدایت کا ذریعہ بنائے، یہ کلمات تین دفعہ اس لئے دہرائے گئے ہیں کہ یہ دعا ہے اور دعا میں اس طرح کا تکرار مذموم نہیں ہے۔

امنت بالذی خلقک: اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو چاند کو معبود سمجھتے ہیں۔ یا مؤثر بالذات سمجھتے ہیں۔

فکر دور کرنے کی دعا

{۲۳۳۹} وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَثُرَ هَمُّهٗ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ وَفِیْ قَبْضَتِكَ نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ مَكْنُوْنِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَجِلَاءَ هَمِّیْ وَغَمِّیْ مَا

قَالَهَا عَبْدٌ قَطُّ اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ غَمَّهٗ وَاَبْدَلَهٗ بِهٖ فَرَحًا۔ ﴿رواہ رزین﴾

حوالہ: رزین:لم اطلع علی رزین، ولکن فی مسند احمد ایضا موجود: ۱/۳۹۱، حدیث نمبر:۳۷۱۲۔ وص:۴۵۲/۱،حدیث نمبر:۸۳۱۸۔

حل لغات: عبد: بندہ، جمع: عباد،ناصیة: پیشانی، جمع: نواص،استأثر: استاثر (استفعال) اپنے لئے مخصوص کرنا،مکنون: کن (ن) کنا،گھر میں چھپانا،ربیع:موسم بہار،جمع:رباع واربع، جلاء، جلا(ن) جلئا، پچھاڑنا۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''جس کا غم زیادہ ہواس کو یہ دعا پڑھنی چاہئے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ وَفِیْ قَبْضَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ اَسْأَلُكَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ مَکْنُوْنِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَجِلَاءَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ"

[اے اللہ! میں تیرا بندہ اور تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں،اور تیرے قبضہ میں ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے،میری ذات میں تیرا حکم جاری و نافذ ہے،میری ذات میں تیرا ہر فیصلہ انتہائی انصاف ہے، میں تجھ سے تیرے اس نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنی ذات کا خود نام رکھا ہے، یا اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کی تعلیم دی ہے، یا اس کو اپنے پاس اپنے پوشیدہ علم میں مخصوص کیا ہے کہ قرآن پاک کو میرے دل کی بہار اور میرے رنج وغم کے دور ہونے کا ذریعہ بنادے۔

جو شخص اس دعا پڑھے گا،اللہ تعالیٰ اس کا غم دور کر کے اس کے بدلے میں اس کو خوشی دے گا۔''

تشریح: اللھم انی عبدک وابن عبدک الخ: ان کلمات سے مراد اعترافِ عبودیت ہے۔

وفی قبضتک ناصیتی: مراد یہ ہے کہ اے اللہ! تیرا مکمل کنٹرول مجھ پر ہے۔

اسألک بکل اسم ھو لک: یہ کلمات بڑے جامع اور پرتاثیر ہیں؛ اس لئے کہ یہ کلمات تمام اسمائے حسنیٰ پر مشتمل ہیں، جن میں اسم ذات بھی شامل ہے جو قبولیت کی واضح علامت ہے۔

ما قالھا عبد قط: یعنی اللہ تعالیٰ اس دعا کے پڑھنے والے کا غم دور کر کے سرور وفرحت عطا فرمائے گا۔

فائدہ: رنج وغم کا مارا ہوا انسان انتہائی پریشانیوں میں مبتلا شخص کو اس دعا کا ورد انتہائی مفید ہے، اس لئے اس دعا کا اہتمام کرنا چاہئے۔

چڑھتے اترتے وقت کی دعا

{۲۳۴۰} **وَعَنْ** جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا۔ ﴿رواه البخاری﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۴۲۰، کتاب الجهاد، باب التسبیح اذا هبط وادیا، حدیث نمبر: ۲۹۰۱۔

حل لغات: صعدنا: صعد (س) صعودا، چڑھنا، نزلنا: نزل (ض) نزولا، اترنا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب چڑھتے تھے تو "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے تھے، اور جب اترتے تو "سُبْحَانَ اللهِ" پڑھتے تھے۔

تشریح: کنا إذا صعدنا: مراد اونچائی پر چڑھنا ہے۔ "ای طلعنا مکانا عالیا" (مرقاۃ: ۳/۱۳۴)

کبرنا: مراد "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہنا ہے۔

وإذا نزلنا: مراد نیچی جگہ میں اترنا ہے۔ "ای هبطنا منزلا واطئا" (مرقاۃ: ۳/۱۳۴)

سبحنا: مراد "سُبْحَانَ اللهِ" کہنا ہے۔ "ای سبحان الله" لہٰذا جب کوئی شخص بلند جگہ پر چڑھے تو اسے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہنا چاہئے اور کسی نیچی جگہ پر اترے تو "سُبْحَانَ اللهِ" کہنا چاہئے۔

فائدہ: بلند اور اونچی جگہ سے ذہن بڑائی کی طرف منتقل ہوتا ہے، اس لئے فوراً اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو یاد کرے، اور "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہے، کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اور نیچے اترتے ہوئے پستی اور نیچائی کی طرف ذہن جاتا ہے، جو ایک قسم کا عیب اور نقص ہے، اس لئے فوراً "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہے، کہ ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے۔ اور بس۔

غم دور کرنے کی دعا

{۲۳۴۱} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَرَبَهُ اَمْرٌ يَقُوْلُ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ بِمَحْفُوْظٍ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۲/۲، ابواب الدعوات، باب: ۹۹، حدیث نمبر: ۳۵۲۴۔

حل لغات: کربه: کرب (ن) کرباً، سخت غم ہونا، استغیث: (استفعال و (ن) مدد طلب کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ غمگین کرتا، تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے:

"يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ" [اے ہمیشہ سے زندہ اور زندہ رہنے والے! اور اے تمام مخلوق کو قائم رکھنے والے! میں تیری رحمت کے ذریعہ فریادرسی چاہتا ہوں، اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے، محفوظ نہیں ہے۔

تشریح: بعض روایات میں ان کلمات کو اسم اعظم کہا گیا ہے، جیسا کہ "اسم اعظم" کے بیان میں گذر چکا، اور اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی قبولیت اور ہر طرح کے رنج وغم کا ختم ہونا ظاہر ہے۔

دشمن گھیرلے تو یہ دعا پڑھے

{۲۳۴۲} وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْنَا یَوْمَ الْخَنْدَقِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ھَلْ مِنْ شَیْئٍ نَقُوْلُہٗ فَقَدْ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ؟ قَالَ: نَعَمْ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا، قَالَ فَضَرَبَ اللّٰہُ وُجُوْہَ اَعْدَائِہٖ بِالرِّیْحِ وَھَزَمَ اللّٰہُ بِالرِّیْحِ۔ ﴿رواہ احمد﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۳/۳)

حل لغات: الخندق: کھدائی، جمع: خنادق، الحناجر: جمع ہے جنجرۃ کی بمعنی زخرہ، روعا: راع (ن) روعاً، گھبرانا۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے خندق کے دن عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری جان نکلنے کے قریب ہو رہی ہے تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے ہم پڑھیں؟ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں "اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا" [اے اللہ! ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں خوف سے امن میں رکھ۔] حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے چہروں پر ہوا کے تھپیڑے مارے اور ہوا ہی کے ذریعہ سے ان کو شکست دی۔''

تشریح: قال فضرب اللّٰہ وجوہ اعداءہ بالریح الخ: اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ جماعت کفار میں اختلاف ہوگیا اور محاصرے کے آخری دن ایسی آندھی چلی کہ کفار کے خیمے اکھڑ گئے، سامان منتشر ہو گئے، چولہے اوندھے ہو گئے اور اتنی شدت کی ٹھنڈ پڑی کہ کفار وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور وہ سب لوگ بھاگ ہی نکلے اور وہ لوگ کبھی اس طرح سے یکجا ہو کر حملہ کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ "حتی کفأت قدورھم وألقت خیامھم ووقعوا فی برد شدید وظلمۃ عظیمۃ" لہٰذا جب آدمی دشمن کے چنگل میں پھنس جائے تو یہ دعا پڑھ لینی چاہئے۔ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ

حفاظت فرمائیں گے۔ان شاءاللہ! (مرقاۃ: ۱۳۴/ ۳)

بازار میں داخل ہونے کی دعا

{۲۳۴۳} وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ السُّوْقَ، قَالَ: بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً۔ (رواه البيهقی فی الدعوات الکبير)

حواله: بیهقی فی الدعوات الکبیر: ۱۶۵، باب مایقول فی السوق،

حل لغات: السوق: بازار،جمع: اسواق، صفقة: عقد بیع،صفق (ن) صفقاً، تالی بجانا۔

ترجمه: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً۔" [اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں بھلائی اس بازار کی اور اس چیز کی بھلائی جو اس میں ہے، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے، اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ اس بازار میں کسی نقصان دہ معاملہ سے دو چار ہوں۔]

تشریح: اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جب بازار میں داخل ہو تو اس دعا کو پڑھ لینا چاہئے، اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو بازار کی نحوست سے اور وہاں کے برے اثرات اور نقصان وغیرہ سے حفاظت فرمائیں گے۔ان شاءاللہ! (مرقاۃ: ۱۳۵/ ۳)

013 Babul Istiaazati

باب الاستعاذة

رقم الحدیث: ۲۳۴۴ ر تا ۲۳۶۷ ر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

باب الاستعاذۃ

اس باب میں ان دعاؤں پر مشتمل احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں اکثر غیر پسندیدہ غیر شرعی اور نقصان دہ چیز اور شیطان کے مکر وفریب سے اللہ رب العزت کی پناہ مانگنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ کلام اللہ پڑھنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ" پڑھنا افضل ہے یا "اِسۡتَعِیۡذُ بِاللّٰہِ"؟ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ "اِسۡتَعِیۡذُ بِاللّٰہِ" پڑھنا افضل ہے، کیونکہ قرآن کریم سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ۔ الآیۃ" (سورۂ نحل) [چنانچہ جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔] (آسان ترجمہ) تاہم احادیث وآثار سے چونکہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ" پڑھنا بھی ثابت ہے، اس لئے اس کو پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اور معنی بھی ایک ہیں صرف لفظ کا فرق ہے۔ (التعلیق: ۱۵۳/۳)

﴿الفصل الاول﴾

تکلیف دہ چیزوں سے پناہ مانگنا

{۲۳۴۴} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ

وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۹۷۹/۲، کتاب القدر، باب من تعوذ باللہ من درک الشقاء، حدیث نمبر: ۶۳۶۳۔ مسلم شریف: ۳۴۷/۲، کتاب الذکر، باب الدعوات والتعوذ، حدیث نمبر: ۲۷۰۷۔

حل لغات: تعوذوا: عاذ (ن) عوذاً، پناہ لینا، جھد: مشقت، جھد (ف) جھداً، بہت کوشش کرنا، البلاء: آزمائش، بلا (ن) بلواً و بلاء، آزمانا، الشقاء: بدبختی، شقی (ن) شقوۃ، بدبخت ہونا، شماتۃ: شمت (س) شماتۃ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم سب بلا کی مشقت، بدبختی کی آمد، بری تقدیر اور دشمنوں کی خوشی سے پناہ مانگو۔“

تشریح: حدیث شریف میں چار چیزوں سے پناہ چاہی گئی ہے، اس لئے کہ یہ چاروں چیزیں بہت ہی تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

(۱)...... ان میں سے ایک بلا کی مشقت ہے، بلا اس حالت کو کہتے ہیں جس میں انسان امتحان وآزمائش کے سخت کوش مرحلہ سے دوچار اور دین ودنیا کے فتنوں کی کٹھنائیوں اور دشواریوں میں مبتلا ہوتا ہے، جہد کے معنی ہیں غایت مشقت۔ لہٰذا جہد البلاء سے مراد دین ودنیا کی وہ مصیبتیں ہیں جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے، اور وہ نہ صرف ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہوتا بلکہ ان مصیبتوں کے آنے پر صبر بھی نہیں کرسکتا۔

(۳)...... تیسری چیز بری تقدیر ہے۔ بری تقدیر سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کے حق میں بری اور ناپسندیدہ ہو۔

(۴)...... شماتۃ الاعداء۔ (دشمن کی خوشی) دشمن کی خوشی سے پناہ مانگنے سے مراد یہ ہے کہ دین ودنیا کی کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو پائے جس سے دشمن خوش ہوتا ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس حدیث شریف کے ذریعہ ایک ایسی جامع دعاء کی طرف راہنمائی کی گئی ہے جو تمام دینی اور دنیوی مقاصد ومطالب پر حاوی اور مشتمل ہے۔

چند چیزوں سے آنحضرت ﷺ کا پناہ مانگنا

{۲۳۴۵} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/ ۹۴۲، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ من الجبن، حدیث نمبر: ۶۱۲۴۔ مسلم شریف: ۲/ ۳۴۷، کتاب الذکر، باب الدعوات والتعوذ، حدیث نمبر: ۲۷۰۶۔

حل لغات: الحزن: غم، جمع: احزان، العجز: عجز (س) عجزاً، عاجز ہونا، الجبن: جبن (ن) جبناً، بزدل ہونا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ۔" [اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں فکر سے غم سے عاجز ہونے سے سستی سے نامردی سے بخل سے قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے۔] (بخاری ومسلم)

تشریح: وضلع الدین: مراد دین کی کثرت ہے؛ یعنی اتنا زیادہ قرض ہوجائے کہ ادا کرنا مشکل ہوجائے، اور آدمی اس کا بوجھ ہر وقت محسوس کرے۔

وغلبۃ الرجال: مراد ظالم اور دائن کا غلبہ ہے۔ "والمراد بالرجال الظلمۃ او الدائنون" یہ دعا بڑی جامع اور پر تاثیر ہے، بعض لوگوں نے اس کو جوامع الکلم کہا ہے۔ "قال الکرمانی ھذا الدعاء من جوامع الکلم لان انواع الرزائل ثلاثۃ نفسانیۃ وبدنیۃ وخارجیۃ" (مرقاۃ: ۶/ ۱۳۶/ ۳)

013 Babul Istiaazati

بعض فتنوں سے پناہ مانگنا

{۲۳۴۶} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِيْ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/ ۹۴۳، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ من ارذل العمر، حدیث نمبر: ۶۱۳۰۔

مسلم شریف: ۲/ ۳۴۷، کتاب الذکر، باب الدعوات و التعوذ، حدیث نمبر: ۵۸۹۶۔

حل لغات: الکسل: سست، کسل (ن) کسلاً سست ہونا، النار: آگ، جمع: نیران، فتنۃ: فتنہ، جمع: فتن۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ. اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِيْ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"

[اے اللہ! کاہلی سے، بڑھاپے کی زیادتی سے، قرض کے بوجھ سے اور ہر گناہ سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! عذاب نار سے، نار کے فتنہ سے، قبر کے فتنہ سے اور عذاب قبر سے اور مالداری کے

فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنہ کے شر سے اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دے۔ اور میرے دل کو اس طرح صاف کردے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جس طرح مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے۔]

تشریح: آدمی کو اس دعا کا ورد رکھنا چاہئے، اس میں بڑے فائدے ہیں۔

من الکسل: عبادات و اعمال صالحہ میں اور اسی طرح دیگر ضروری کاموں میں سستی و کاہلی انتہائی خطرناک ہے۔

الھرم: انتہائی درجے کا بڑھاپا مراد ہے۔

المغرم: مغرم سے مراد قرض یا کسی قسم کے جرمانہ وغیرہ کا بوجھ ہے۔

من عذاب النار: آگ کے فتنہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آگ اور قبر کے عذاب کا باعث بنتی ہیں، یعنی گناہ و معصیت۔

و فتنۃ النار: فتنۂ نار سے وہ سوالات مراد ہیں جو جہنمیوں سے دخول دوزخ کے بعد کئے جائیں گے۔ "ویحتمل ان یراد بفتنۃ النار سوال الخزنۃ علی سبیل التوبیخ والیہ الاشارۃ بقولہ تعالیٰ کلما القی فیھا فوج سألھم خزنتھا الم یأتکم نذیر" (مرقاۃ:۱۳۶/۳)

و فتنۃ القبر: فتنۂ قبر سے مراد یہ ہے کہ آدمی منکر نکیر کے سوال کے وقت پریشان اور متحیر ہو جائے۔ "ای التحیر فی جواب الملکین" (مرقاۃ:۱۳۶/۳)

و عذاب القبر: عذاب القبر سے مراد برزخ کا عذاب ہے۔ "والمراد بالقبر البرزخ"

و شر فتنۃ الغنی: سے مراد مال کا حرام طریقے سے حاصل ہونا اور ان کا ناجائز اور بے جا طور پر خرچ کرنا ہے۔ یا یہ کہ معاصی کے اندر مال خرچ کرے یا مال کی وجہ سے تکبر کرے یا اسراف کرے۔ یہ سب غنی کے فتنے ہیں۔ "وھی البطر والطغیان و تحصیل المال من الحرام وصرفہ فی العصیان والتفاخر بالمال والجاہ"

013 Babul Istiaazati

ومن شر فتنۃ الفقر: سے مراد مالداروں سے حسد اور ان کے اموال پر نظر ہے۔ "وھی الحسد علی الاغنیاء والطمع فی اموالھم"

فائدہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پناہ مانگنا اور اس طور پر دعا کرنا، امت کو تعلیم دینے کی غرض سے تھا، ورنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی ضرورت نہ تھی؛ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تمام بلاؤں سے محفوظ تھے۔ "قال ابن بطال وانما تعوذ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ھذہ الامور تعلیما لامتہ فان اللہ تعالیٰ أمنہ من جمیع ذلك وبذالك جزم عیاض۔" (مرقاۃ: ۱۳۷/۳)

ایک جامع دعا

{۲۳۴۷} وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْھَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَھَا۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۵۰/۲، کتاب الذکر، باب فی الادعیۃ، حدیث نمبر: ۲۷۲۲۔

حل لغات: یخشع: خشع (ف) خشوعاً، فروتنی کرنا، تشبع: تشع (س) شبعاً، شکم سیر ہونا،

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْھَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ

مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا"

[اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عاجز ہونے سے، کاہلی سے، بزدلی سے، بخل سے، بڑھاپے کی زیادتی سے اور عذاب قبر سے، اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اس کا تزکیہ فرما اور تزکیہ کرنے والوں میں تو سب سے بہتر تزکیہ کرنے والا ہے۔ تو ہی اس کا ولی اور مولیٰ ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو، اور ایسے نفس سے سیر نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔]

تشریح: من علم لا ینفع: یعنی ایسے علم سے پناہ مانگی جائے، جس سے نہ خود کو نفع ہو اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ پہنچایا جاسکے۔ مطلب یہ ہے کہ اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جس پر عمل نہ کروں، جو دوسروں کو نہ سکھاؤں، اور جو اخلاق و افعال کو نہ سدھارے، یا پھر اس سے وہ علم مراد ہے جو دین کیلئے ضروری نہ ہو یا جس کو حاصل کرنے کی شریعت نے اجازت نہ دی ہے۔ "قال الطیبی ای علم لا اعمل بہ ولا اعلم الناس ولا یھزب الاخلاق والأقوال" (مرقاۃ:۸/۱۳/۳)

و من نفس لا تشبع: یعنی ایسے نفس سے پناہ مانگنی چاہئے جسے صبر و سکون میسر نہ ہو سکے۔ اور کسی طرح سیر ہی نہ ہو۔

و من دعوۃ لا یستجاب: ایسی دعا جو مقبول نہ کی جائے۔

اشکال مع جواب

انت خیر من زکاھا الخ: اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی تزکیہ کرنیوالا ہے کیونکہ خیر اسم تفضیل ہے جو مفضل اور مفضل علیہ کے اندر نفس فضیلت کا مقتضی ہے، لہٰذا نفس تزکیہ غیر اللہ کے اندر بھی پایا جانا ثابت ہوتا ہے حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

جواب: (۱)......تزکیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تحقیق و تکوین کے اعتبار سے ہے اور غیر اللہ کی طرف ارادہ کے اعتبار سے ہے۔

(۲)......مخاطب ہی کی نفس فضیلت بیان کرنے کے لئے کبھی کبھی یہ کلام مستعمل ہوتا ہے۔(مرقاۃ:۳/۱۳۷)

عافیت کی دعا

{۲۳۴۸} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: کَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف:۲/۳۵۲، کتاب الذکر، باب اکثر اھل الجنة الخ، حدیث نمبر:۲۷۳۹۔

حل لغات: زوال:زال(ن)زوالاً، جاتا رہنا،تحول:تحول(تفعل) پھر جانا،فجاءة:اچانک آنا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک یہ بھی تھی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ" [اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے، تیری عافیت کے بدلنے سے، تیری اچانک سزا سے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔]

تشریح: من زوال نعمتک: یہاں نعمت سے مراد ایمان، اسلام اور دوسرے بے شمار انعامات ہیں۔

وتحول عافیتک: عافیت کے زوال سے مراد آنکھ، ناک، کان اور دوسرے اعضائے جسمانی کا ختم ہوجانا یا ان کی صحت وقوت کا ختم ہوجانا ہے۔"ای انتقالها من السمع والبصر وسائر الاعضاء۔" (مرقاۃ:۳/۱۳۸)

فجاءة نقمتک: سے ناگہانی بلاء ومصیبت مراد ہے۔

وجمیع سخطک: سے اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی ناراضگی مراد ہے۔اللہ تعالیٰ کی معمولی

ناراضگی بھی ہلاکت وبربادی کے لئے کافی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی ناراضگی کے اعمال سے بچنا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا انتہائی ضروری ہے۔

شر سے حفاظت کی دعا

{۲۳۴۹} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَالَمْ اَعْمَلْ۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۹، کتاب الذکر، باب فی الادعیة، حدیث نمبر: ۲۷۱۶۔

حل لغات: شر: برائی، جمع: اشرار، عملت: عمل (س) عملاً، عمل کرنا۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اللّٰهم انی اعوذبك من شر ما عملت ومن شر مالم اعمل"

[اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کو میں نے کیا اور اس چیز کے شر سے جس کو میں نے نہیں کیا۔]

تشریح: من شر ما عملت: اس سے وہ اعمال مراد ہیں جن میں آدمی عفو اور درگذر کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ "قال الطيبی ای من شر عمل يحتاج فيه الی العفو والغفران" (مرقاۃ: ۸/ ۱۳۸/ ۳)

ومن شر مالم اعمل: یعنی زمانہ آئندہ کے ان اعمال سے پناہ مانگی گئی ہے جن سے خدائے تعالیٰ ناراض ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے جو برے کام کئے ہیں ان سے بھی پناہ چاہتا ہوں، بایں معنی کہ ان کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ ہوجاؤں اور وہ برے کام معاف فرمادیئے جائیں، اور جو کام نہیں کئے ان سے بھی پناہ مانگتا ہوں بایں معنی کہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کروں جو تیری ناراضگی اور ناخوشی کا باعث ہو۔ یا یہ کہ برے کاموں کے ترک کو اپنا کمال نہ سمجھوں بلکہ اسے صرف تیرا فضل سمجھوں۔

انابت الی اللہ کی دعا

{۲۳۵۰} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ بِعِزَّتِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۵۱، کتاب التھجد، باب التھجد باللیل، حدیث نمبر:۱۱۰۹۔ مسلم شری: ۲/۳۴۹، کتاب الذکر، باب فی الادعیۃ، حدیث نمبر:۲۷۱۷۔

حل لغات: خاصمت:، خصم(ض) جھگڑے میں غالب آنا، خاصم(مفاعلت) جھگڑا کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ"

[اے اللہ! میں نے تیری ہی فرمانبرداری کی اور میں تجھ ہی پر ایمان لایا ہوں اور تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور تیری طرف ہی میں نے رجوع کیا اور تیری ہی مدد سے میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔]

تشریح: لک اسلمت وبک اٰمنت: اسلام سے ظاہری اطاعت اور ایمان سے باطنی تصدیق مراد ہے۔

وعلیك توکلت: مراد یہ ہے کہ میں اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں۔

والیک انبت: مراد یہ ہے کہ میں معصیت سے اطاعت کی طرف آتا ہوں۔

وبک خاصمت: یعنی اے اللہ! میں تیری ہی اعانت اور مدد سے دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہوں۔

الفصل الثانی

چار چیزوں سے پناہ

{۲۳۵۱} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ: مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَایُسْمَعُ۔ ﴿رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ﴾ وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمَرٍو، وَالنَّسَائِیُّ عَنْھُمَا﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۲/۳۴۰، ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۶، ابواب الوتر، باب الاستعاذۃ، حدیث نمبر: ۱۵۴۸۔ وابن ماجہ شریف: ۲۷۲، ابواب الدعائ، باب دعاء رسولؐ، حدیث نمبر: ۳۸۳۷۔ ترمذی شریف: ۲/۱۸۶، ابواب الدعوات، باب: ۷۰، حدیث نمبر: ۳۴۸۲۔

حل لغات: ینفع: نفع (ف) نفعاً، فائدہ پہنچانا، یخشع: خشع (ف) خشوعاً فروتنی کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ: مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَایُسْمَعُ"

[اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں: (۱) ایسے علم سے جو نفع نہ دے۔ (۲) ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو۔ (۳) ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو۔ (۴) ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔]

تشریح: من الاربع: یہ اجمال ہے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

من علم لا ینفع: علم غیر نافع سے وہ علم مراد ہے جو ذریعہ تقویٰ نہ بن سکے؛ بلکہ حصول دنیا کا سبب بن جائے۔

ومن قلب لا یخشع: قلب کی تخلیق اس لئے ہوتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو اور جب دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوگی تو اس میں عاجزی اور فروتنی ہوگی، جو دل معرفت خدا سے محروم ہوگا اس میں عاجزی وفروتنی کے بجائے کبر وغرور ہوگا جو ہلاکت وبربادی کا ذریعہ ہے۔

من دعاء لا یسمع الخ: یعنی وہ دعائیں جو مقبول نہ ہوں یا وہ دعائیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو۔

پانچ چیزوں سے پناہ

{۲۳۵۲} وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَسُوْءِ الْعُمُرِ وَفِتْنَةِ الصُّدُوْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ ﴿رواہ ابوداؤد والنسائی﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۵، ابواب الوتر، باب الاستعاذة، حدیث نمبر: ۱۵۳۹۔ نسائی شریف: ۲/۲۶۶، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من البخل، حدیث نمبر: ۵۴۴۸۔

حل لغات: جبن: بزدل، جمع: جبنائ، البخل: بخل (ک) بخلاً کنجوس ہونا، الصدور: جمع ہے صدر کی بمعنی سینہ۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ مانگتے تھے (۱) بزدلی۔ (۲) بخل۔ (۳) عمر کی برائی۔ (۴) سینے کے فتنے۔ (۵) اور عذاب قبر سے۔

تشریح: یہ پانچوں چیزیں انتہائی مضر اور خطرناک ہیں؛ اس لئے ان چیزوں سے پناہ

مانگنے کی ضرورت ہے۔

یتعوذ من خمس: یہ حصر کے لئے نہیں ہے؛ بلکہ وہ چیزیں جن سے حضرت نبی کریم ﷺ نے پناہ مانگی ہیں ان سے بھی زیادہ ہیں۔ ”وھو لا ینافی الزیادۃ“ (مرقاۃ: ۱۴۰/ ۳)

من الجبن: بزدلی ایک بہت بڑی آفت اور انتہائی بری خصلت ہے، بسا اوقات آدمی کو اس بزدلی کی وجہ سے دینی، دنیوی بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

و البخل: مراد یہ ہے کہ آدمی ان جگہوں میں بھی مال خرچ نہ کرے جہاں جہاں مال خرچ کرنا شرعاً یا عرفاً و مروۃً ضروری ہے۔

سوء العمر: مراد عمر کا وہ حصہ ہے جس میں جا کر آدمی ناکارہ ہوجاتا ہے۔ اعضاء جواب دے دیتے ہیں، قوی کمزور ہوجاتے ہیں، اور آدمی عبادت و ریاضت سے بھی معذور ہوجاتا ہے۔

و فتنة الصدر: مراد قلب کی قساوت اور دنیا کی محبت ہے، یا پھر سینہ کے اندر برے اخلاق اور برے عقائد کا جاگزیں ہونا ہے، یا حق بات قبول نہ کرنا وغیرہ۔

وعذاب القبر: مراد برزخ کا عذاب ہے۔ (مرقاۃ: ۱۴۰/ ۳)

چند چیزوں سے پناہ

{۲۳۵۳} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ۔ ﴿رواہ ابوداؤد والنسائی﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/ ۲۱۶، ابواب الوتر، باب الاستعاذۃ، حدیث نمبر: ۱۵۴۴۔ نسائی شریف: ۲/ ۲۶۷، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من الذلۃ، حدیث نمبر: ۵۴۶۲۔

حل لغات: الفقر: محتاجگی، جمع: فقراء، والقلة: قل (ض) قلاً کم ہونا، الذلة: ذل (ض) ذلة، ذلیل ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ"

[اے اللہ! فقر سے، قلت سے، ذلت سے، تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اس سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

تشریح: من الفقر: فقر سے مراد قلب کی محتاجگی ہے، جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خیر الغنی غنی النفس" [بہترین مالداری نفس کی مالداری ہے۔] یعنی دل مال وزر کا حریص ہو اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

یا اس سے مراد مال کی محتاجگی ہے ایسی محتاجگی کہ اس کی وجہ سے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں سے پناہ مانگی ہے۔ اس لئے دونوں ہی سے پناہ مانگنا چاہئے۔

و القلۃ: قلت سے مراد نیکیوں اور اچھی عادتوں کا کم ہو جانا ہے۔

یا پھر مال کی اتنی قلت مراد ہے جو بقدر بقاء زندگی غذا کے لئے بھی ناکافی ہو، جس کی وجہ سے عبادت میں کوتاہی اور نقصان واقع ہو۔

بعض حضرات کہتے ہیں یہاں صبر کی کمی مراد ہے۔

و الذلۃ: ذلت سے مراد لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جانا ہے، یعنی ایسی ذلت کہ لوگ مذاق اڑانے لگیں یا پھر مراد اس سے گناہوں کے نتیجے میں ملنے والی ذلت ہے، اس لئے کہ گنہ گار بندہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلیل ہوتا ہے، یا پھر مالداروں کی نظر میں مفلسی یا غربت کی بناء پر ذلیل ہونا کہ آدمی مفلسی کی وجہ سے مالداروں کے پاس اپنی ضرورت لے کر جائے اور وہ اس کو اس کی مفلسی کی وجہ سے ذلیل سمجھیں۔

من اظلم او اظلم: ظلم سے مراد دوسرے کے حق میں تعدی کرنا ہے۔ (مرقات: ۱۴۰/۳، التعلیق: ۱۵۵/۳)

اختلاف سے پناہ

{۲۳۵۴} وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ۔
(رواہ ابوداؤد والنسائی)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۶، ابواب الوتر، باب الاستعاذۃ، حدیث نمبر:۱۵۴۶۔ نسائی شریف: ۲/۲۶۸، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من الشقاق الخ، حدیث نمبر: ۵۴۷۳۔

حل لغات: الشقاق: شق (ن) شقاو شقاقاً، مخالفت کرنا، سوئ: برائی، جمع: اسوائ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ"
[اے اللہ! شقاق، نفاق، اور سوء اخلاق سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

تشریح: شقاق سے مراد حق کی مخالفت ہے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپس میں اختلاف وعداوت مراد ہے۔

نفاق سے نفاق کی تمام قسمیں مراد ہیں، خواہ عقیدہ میں نفاق ہو یا عمل میں، مثلاً دل میں کفروشرک کی تاریکی رکھنا اور زبان سے اسلام کا اظہار کرنا کسی سے زبان سے کچھ کہنا اور دل میں کچھ رکھنا جس کو دوغلی پالیسی کہتے ہیں وغیرہ۔

سوء اخلاق سے مراد بہت زیادہ جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا، اور وعدہ کے خلاف کرنا وغیرہ وغیرہ مراد ہے۔ اور یہ چیزیں بھی نفاق ہی میں داخل ہیں۔ (مرقاۃ: ۳/۱۴۱)

بھوک سے پناہ

{۲۳۵۵} وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔ ﴿رواه ابوداؤد والنسائی وابن ماجه﴾

حواله: ابو داؤد شریف: ۱/۲۱۶، ابواب الوتر، باب الاستعاذة، حدیث نمبر: ۱۵۴۷۔ نسائی شریف: ۲/۲۶۸، کتاب الا ستعاذة من الجوع، حدیث نمبر: ۵۴۷۰۔ ابن ماجه شریف: ۲۴۰، کتاب الاطعمة، باب التعوذ من الجوع، حدیث نمبر: ۳۳۵۴۔

حل لغات: الجوع: بھوک، جاع، (ن) جوعاً بھوکا ہونا، الضجیع: ساتھ لیٹنے والا، ضجع (ف) ضجعاً پہلو کے بل لیٹنا، الخیانة: خان (ن) خوناً امانت میں خیانت کرنا، البطانة: بھید، جمع: بطائن۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةِ۔" [اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بھوک سے کہ وہ بدترین ساتھی ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں خیانت سے کہ وہ باطن کی بدترین خصلت ہے۔]

تشریح: وعنه: یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

من الجوع: بھوک وہ مصیبت ہے جس میں حیوانات معدہ خالی ہونے کی بنیاد پر مبتلا ہوتا ہے، اور اس کی شدت بعض دفعہ اتنی ہو جاتی ہے کہ بھوکا انسان موت کے آغوش میں چلا جاتا ہے۔ بھوک سے پناہ اسلئے چاہی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کے بدن قویٰ اور حواس میں کمزوری آجاتی ہے۔ اور اس کا عبادت میں نقصان اور حضوری میں خلل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، لہذا بدتر بھوک وہی ہے جو نقصان اور خلل کا باعث ہے۔ اور جو بھوک ریاضت و مجاہدہ کے مقصد سے بطریق اعتدال اور اپنی حالت کے موافق ہو بدترین نہیں ہے، بلکہ وہ باطن کی صفائی دل کی نورانیت کا اور صحت بدن کا بہترین سبب ہے۔

من الخیانۃ: یہ امانت کی ضد ہے، اور ایسی بری خصلت ہے کہ پوشیدہ ہونے کی بنیاد پر دوسرے لوگوں کو اطلاع نہیں ہو پاتی ہے اور بڑی آسانی کے ساتھ خائن دھوکہ دے کر نکل جاتا ہے، اور جب خائن کی بدنامی ہوتی ہے تو انتہائی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ اسی لئے حضرت نبی کریم ﷺ نے اس بری خصلت سے پناہ مانگی ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنا لوگوں کے اموال اور ان کے رازوں میں بے ایمانی وخیانت کرنا وغیرہ سب داخل ہیں۔ (التعلیق: ۱۵۵/۳)

بیماریوں سے پناہ

{۲۳۵۶} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ۔ ﴿رواہ ابوداؤد والنسائی﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲۱۶/۱، ابواب الوتر، باب الاستعاذۃ، حدیث نمبر: ۱۵۵۴۔ نسائی شریف: ۲۷۰/۲، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من الجنون، حدیث نمبر: ۵۴۹۵۔

حل لغات: البرص: برص (س) برصاً، برص کی بیماری والا ہونا، الجذام: کوڑھ، جذم (س) جذماً، کٹے ہوئے ہاتھ یا کٹی ہوئی انگلیوں والا ہونا، الجنون: جن (ن) دیوانہ ہونا، الاسقام: جمع: ہے سقم، کی بمعنی بیماری۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ"

[اے اللہ! برص، جذام، جنون اور بری بیماریوں سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

تشریح: اس لئے کہ اس میں خطرناک قسم کی بیماریوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

من البرص: یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے اعضاء جسمانی میں سفیدی پھیل جاتی ہے،

جس کی بنیاد پر لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں، اور نفرت کی شدت کا یہ عالم ہے کہ بعض دفعہ یہ زوجین کے درمیان تفریق کی وجہ بن جاتی ہے۔ "بفتحتین بیاض یحدث فی الاعضاء۔"

و الجذام: یہ وہ بیماری ہے کہ اس کی وجہ سے ہاتھ اور پیر کی انگلیاں زخم کی بنیاد پر کٹ کٹ کر گرنے لگتی ہیں۔ "بضم الجیم علة یذهب معها شعور الاعضاء وفی القاموس: الجذام کغراب علة تحدث من انتشار السوداء فی البدن کله فیفسد مزاج الاعضاء وهیئاتها وربما انتهی الی تأکل العضاء وسقوتها عن نقرح" (مرقاۃ: ۱۴۲/۳)

و الجنون: مراد آدمی کا پاگل ہوجانا ہے، اس کے بعد انسان کسی بھی کام کا نہیں رہتا۔

من سیئی الاسقام: یہ تعمیم بعد التخصیص ہے۔ یعنی پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر چند بیماریوں سے نام لیکر پناہ مانگی، پھر عام طور پر ہر بری بیماری سے مثلاً استسقاء اور دق وغیرہ سے پناہ مانگی۔

ان بیماریوں سے اس لئے پناہ مانگی کہ جس شخص کو ان میں سے کوئی بیماری لگ جاتی ہے تو اکثر لوگ اس سے گھن اور نفرت کرنے لگتے ہیں، اور اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں، نیز برص اور کوڑھ ایسی بیماری ہیں جن کی وجہ سے مریض کا جسم بدہیئتی اور بدنمائی کا شکار ہوجاتا ہے، اس طرح وہ جسم کے معاملہ میں اپنے ہی جیسے انسانوں کی صف سے باہر ہوجاتا ہے۔ پھر یہ کہ یہ امراض ہمیشہ کے لئے چپک کر رہ جاتے ہیں، اس کے برخلاف دوسرے امراض بخار وغیرہ کا حال یہ نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو بیماری ایسی ہو کہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں اور نہ مریض خود دوسروں سے منتفع ہوسکتا ہو اور نہ دوسرے اس سے کوئی فائدہ حاصل کرسکتے ہوں، اور مریض اس مرض کی وجہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے عاجز ہوجاتا ہو تو ہر ایسی بیماری سے پناہ مانگنا مستحب ہے۔ (مرقاۃ: ۱۴۲/۳)

برے اخلاق سے پناہ

{۲۳۵۷} وَعَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۹۹، ابواب الدعوات، باب: ۱۲۰، حدیث نمبر: ۳۵۹۱۔

حل لغات: منکرات: جمع: ہے منکر، کی بمعنی ناپسندیدہ، الاخلاق: جمع: خلق، کی بمعنی عادت، الاھواء: جمع ہے ھواء کی۔ ھوی (س) ھوی، خواہش کرنا۔

ترجمہ: حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ۔" [اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں برے اخلاق برے اعمال اور بری خواہشات سے۔]

تشریح: منکر: اسے کہتے ہیں جسے شریعت نے بھلائی میں شمار نہ کیا ہو، یا شریعت نے جس کی برائی بیان کی ہو۔ اخلاق سے مراد باطنی اعمال ہیں۔ لہٰذا منکرات الاخلاق سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں دل کے برے اعمال مثلاً: حسد، کینہ وغیرہ سے اور برے اعمال سے ظاہری برے اعمال وافعال مراد ہیں، اور بری خواہشات سے مراد برے عقائد اور غلط افکار ونظریات ہیں۔

تعویذ کا ثبوت

{۲۳۵۸} وَعَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! عَلِّمْنِيْ تَعْوِيْذًا اَتَعَوَّذُبِهٖ قَالَ: قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَشَرِّ بَصَرِيْ وَشَرِّ لِسَانِيْ وَشَرِّ قَلْبِيْ وَشَرِّ مَنِيِّيْ۔ ﴿رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۶، ابواب الوتر، باب الاستعاذۃ، حدیث نمبر: ۱۵۵۱۔ ترمذی شریف: ۲/۱۸۷،

ابواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح، حدیث نمبر: ۳۴۹۲۔ نسائی شریف: ۲/ ۲۶۲، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من شر السمع الخ، حدیث نمبر: ۵۴۴۶۔

حل لغات: تعویذاً، عاذ(ن) عوذاً، پناہ لینا، عوذ(تفعیل) حفاظت کی دعا کرنا کسی پر تعویذ لٹکانا، سمعی: کان، جمع: اسماع۔

ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل بن حمید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کہ اے اللہ کے نبی! مجھے تعویذ سکھا دیجئے تا کہ میں اس کے ذریعہ سے پناہ لیا کروں، آپ نے فرمایا: یہ دعا پڑھ لیا کرو: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَشَرِّ بَصَرِیْ وَشَرِّ لِسَانِیْ وَشَرِّ قَلْبِیْ وَشَرِّ مَنِیِّیْ" [اے اللہ! میں اپنے کان کے شر سے اور اپنی آنکھ کے شر سے اور اپنی زبان کے شر سے اور اپنے دل کے شر سے اور اپنی منی کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

تشریح: عن ابیہ: مراد حضرت شکل ہیں جو صحابی ہیں، اور ان سے صرف ان کے لڑکے ہی نے روایت کی ہے۔

ومن شر سمعی: مراد یہ ہے کہ میں اپنے کانوں سے اچھی باتیں سنوں، بری باتیں نہ سنوں۔

وشر بصری: مراد یہ ہے کہ اے اللہ! تو مجھے توفیق دے تا کہ میں اپنی آنکھوں سے تیری مرضی کے خلاف کچھ نہ دیکھوں۔

وشر لسانی: تا کہ میں فالتو اور بے ہودہ بات نہ کروں۔

وشر قلبی: تا کہ میں عقائد باطلہ، اعمال مذمومہ اور حسد و بغض وغیرہ کا شکار نہ ہو جاؤں۔

ومن شر منیی: تا کہ منی کے غلبہ اور جوش کی وجہ سے خواہشات سے مغلوب ہو کر کسی غلط کاری میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ (التعلیق: ۱۵۶/ ۳، مرقاۃ: ۱۴۳/ ۳)

حادثات سے پناہ

{۲۲۵۹} وَعَنْ اَبِی الْیَسَرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا۔ ﴿رواہ ابوداؤد والنسائی﴾
وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى وَالْغَمِّ۔

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱/۲۱۶، ابواب الوتر، باب الاستعاذۃ، حدیث نمبر: ۱۵۵۲۔ نسائی شریف: ۲/۲۷۳، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من التردی الخ، حدیث نمبر: ۵۵۳۳۔

حل لغات: التردی: تردی (تفعل) کنویں میں گرنا، الغرق: غرق (س) غرقاً، ڈوبنا، الحرق: (ن) حرقاً، جلانا، الھرم: ھرم (س) ھرماً، بہت بوڑھا ہونا، یتخبطنی: خبط (ض) خبطاً، زور سے مارنا، تخبط (تفعل) الشیطان: دیوانہ کردینا، لدیغ: ڈسا ہوا، جمع: لدغاء۔

ترجمہ: حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا۔" [اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں مکان وغیرہ گرنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں کسی بلند جگہ سے گر پڑنے سے، ڈوبنے سے، جلنے سے، بڑھاپے کی زیادتی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ موت کے وقت شیطان مجھے حواس باختہ کردے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں تیری راہ میں پشت پھیر کر بھاگ کر مروں، اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے مروں۔]

تشریح: اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو اس دعا کا اہتمام کرنا چاہئے؛ تاکہ بری موت سے بچا جاسکے۔

من الهدم: عمارت کے گرنے کی وجہ سے آدمی اس کے نیچے دب کر مرجاتا ہے، یہ موت اچانک ایسی ہوتی ہے کہ مرنے والا نہ وصیت ہی کر پاتا ہے اور نہ ہی معاملات کی صفائی کر پاتا ہے، اور بعض دفعہ تو ملبے کے نیچے زندگی کئی کئی دن تک بغیر کچھ کھائے پیئے پریشانی کے عالم میں رہ جاتی ہے، احتیاط سے ملبہ ہٹایا جاتا ہے تو بچ نکلتا ہے، ورنہ وہیں اس کی موت ہوجاتی ہے، جو ایک بڑی تکلیف دہ صورتِ حال ہوتی ہے۔

من التردی: مراد اونچی جگہ سے سطح زمین میں آ گرنا ہے؛ جیسے اونچی عمارت، پہاڑ یا بڑے درخت وغیرہ سے یا سطح زمین سے اور نیچے گرجانا جیسے کنویں میں یا گہری کھائی میں۔

والهرم: بڑھاپے کی زیادتی سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے کی برائی سے کہ حواس وقویٰ میں فرق آجائے، بیہودہ اور لایعنی کلام زبان سے نکلنے لگے اور عبادت میں فتور آجائے، ان سے میں پناہ مانگتا ہوں۔ منقول ہے کہ جو شخص کلام اللہ یاد کرلیتا ہے وہ ان آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ (مظاہر حق: ۳/۲۴۱)

فائدہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حادثات سے اس لئے پناہ مانگی ہے کہ یہ حادثات اتنے خطرناک اور تکلیف دہ ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ آدمی صبر نہیں کرپاتا ہے، زبان پہ کچھ سے کچھ آجاتا ہے، اور آدمی اپنے دین کا بھی نقصان کر بیٹھتا ہے، اس لئے امت کو بھی ان حادثات سے پناہ مانگنی چاہئے۔

اشکال مع جواب

اشکال یہ ہے کہ حدیث شریف میں مذکورہ بالا چیزیں بعض تو ایسی ہیں جن کے سبب موت واقع ہوجانے کی صورت میں شہادت کا درجہ ملتا ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پناہ کیوں مانگی۔

جواب: (۱)...... اس کا جواب یہ ہے کہ ان چیزوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مصیبت وتکلیف اور

پریشانیوں کا گویا پہاڑ ٹوٹ جاتا ہے، ہوسکتا ہے کہ ایسے حادثات اور سخت موقع پر صبر کا دامن چھوڑ بیٹھے اور شیطان کو موقع مل جائے اور بہکا کر اخروی سعادتوں کو ملیا میٹ کردے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پناہ مانگی۔ (مرقاة: ۳/۱۴۳/۳)

(۲)...... یا کہا جائے گا کہ ان کا سبب شہادۃ ہونا ثواب کے اعتبار سے فرمایا اور چونکہ اچانک موت کی وجہ سے عام طور سے انسان لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہ جاتا ہے وصیت وغیرہ اور توبہ کرنے سے محروم رہ جاتا ہے، اس اعتبار سے پناہ چاہی تاکہ لوگوں کے حقوق ذمہ میں باقی نہ رہیں۔

طمع سے پناہ

{۲۳۶۰} وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ طَمَعٍ یَهْدِیْ اِلیٰ طَبَعٍ۔
﴿رواہ احمد والبیہقی فی الدعوات الکبیر﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۵/۲۳۲۔ بیہقی: ذکر جماع ما استعاذ، حدیث نمبر: ۲۷۰۔

حل لغات: طمع: وہ چیز جس کی خواہش کی جائے، جمع: اطماع، طمع (س) طمعاً، لالچ کرنا، طبع: کمینہ، طبع (س) طبعاً، عیب دار ہونا۔

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "طبع تک پہنچانے والی طمع سے اللہ کی پناہ مانگو!۔"

تشریح: من طمع: نفس کا کسی شیٔ کی طرف شہوۃً مائل ہونے کا نام طمع ہے۔ "وھو نزوع النفس الی الشیٔ شھوۃ لہ"

یھدی: یہاں ہدایت "اراءۃ الطریق" کے معنی میں ہے۔ "والاظھر عندی ان الھدایۃ ھنا بمعنی الدلالۃ علی ما نقلہ الطیبی"

طبع: مراد عیب ہے۔

لہٰذا طمع سے پناہ چاہنے کا مطلب یہ ہوا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس طمع سے جو مجھے اس مقام پر پہنچا دے جہاں میری زندگی عیب دار ہو جائے، اور وہ عیب ہے اہل دنیا کے سامنے کم ظرف اور پست خیال اور بدکردار دنیادار لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کرنا۔ (مرقاۃ: ۳/۱۴۴/۳)

خسوف کے وقت پناہ

{۲۳۶۱} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ! اِسْتَعِيْذِي بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا فَاِنَّ هٰذَا هُوَ الْغَاسِقُ اِذَا وَقَبَ۔ ﴿رواه الترمذي﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۷۴، ابواب التفسیر، سورۃ المعوذتین، حدیث نمبر: ۳۳۶۶۔

حل لغات: القمر: چاند، جمع: اقمار، الغاسق: غسق (ض) غسقاً، تاریک ہونا، وقب: وقب (ض) وقباً، غروب ہونا۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھ کر فرمایا: اے عائشہؓ! اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ!؛ اس لئے کہ یہ اندھیرا پھیلانے والا ہے، جب بے نور ہو جائے۔

تشریح: جب چاند میں گہن لگ جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

نظر الی القمر: چوتھی رات سے لے کر مہینے کی آخری راتوں تک کے چاند کو قمر کہا جاتا ہے۔

من شر هذا فان هذا هو الغاسق اذا وقب: مراد یہ ہے کہ چاند میں جب گہن لگ جائے تو مصائب وآلام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ ''یعنی اذا خسف استعیذی

باللہ من الآفات والبلیات"

قرآن مجید کی سورت "قل اعوذ برب الفلق" میں جہاں اور کئی چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں "غاسق اذا وقب" کا ذکر بھی ہے۔ یعنی پناہ مانگو اندھیرا پھیلانے والے کی برائی سے، جب وہ بے نور ہوجائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی نے "غاسق اذا وقب" کی وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد چاند ہے، جب وہ گہن میں آجاتا ہے، لہٰذا اس سے پناہ مانگنے کا سبب یہ ہے کہ اس کا گرہن میں آنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کیونکہ جب چاند گرہن ہوتا ہے تو ایک بڑے عبرت کا مقام ہوتا ہے، جو ہر انسان کو احساس دلاتا ہے کہ جب چاند باوجود اپنی اس نورانیت کے اپنا نور کھو چکا اور اس کو اپنے نور کے بقا پر کوئی قدرت حاصل نہیں ہے، تو ایسا نہ ہو میرے ایمان اور میرے عمل کا نور بھی جاتا رہے اسی اعتبار سے اس سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ (مرقاۃ: ۳/۱۴۴)

نفس کی برائی سے پناہ مانگنا

{۲۳۶۲} وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِیْ يَا حُصَيْنُ! كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ اِلٰهًا: قَالَ اَبِیْ: سَبْعَةً سِتًّا فِی الْاَرْضِ وَوَاحِدًا فِی السَّمَاءِ، قَالَ فَاَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ فِی السَّمَاءِ، قَالَ: يَاحُصَيْنُ! اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ، قَالَ: فَلَمَّا اَسْلَمَ حُصَيْنٌ، قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰہِ! عَلِّمْنِیَ الْكَلِمَتَيْنِ الَّتَيْنِ وَعَدْتَّنِیْ، فَقَالَ: قُلِ اللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۶/۲، ابواب الدعوات، قبیل باب ماجاء فی عقد التسبیح، حدیث نمبر: ۳۴۸۳۔

013 Babul Istiaazati

حل لغات: الیوم: دن، جمع: ایام، تعد: عد(ن) شمار کرنا، گمان کرنا، رھبۃ: رھب(س) رھبۃً، خوف کرنا۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے فرمایا: اے حصین تم کتنے معبودوں کی پوجا کرتے ہو؟ تو میرے والد نے جواب دیا سات کی، چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان پر، آپ نے فرمایا: کہ تم ان میں سے کس معبود سے زیادہ امید کا گمان رکھتے ہو اور ڈرتے ہو؟ انہوں نے کہا: جو آسمان پر ہے، آپ نے فرمایا: اے حصین! یاد رکھو! اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تمہیں دو کلمے بتلا دوں گا جن سے تمہیں بڑا فائدہ ہوگا، راوی کہتے ہیں جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ وہ کلمات سکھلا دیجئے جن کا مجھ سے آپ نے وعدہ فرمایا تھا، آپ نے فرمایا: کہو "اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَأَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ۔" [اے اللہ! میرے دل میں ہدایت ڈال اور میرے نفس کی برائی سے مجھے پناہ دے۔]

تشریح: حصین: یہ تصغیر ہے، بہت مشہور اور موقر صحابی ہیں، عام خیبر میں اسلام قبول کیا، جب بصرہ بسا تو انہوں نے وہیں سکونت اختیار کی اور وہیں مدفون ہیں۔

لابی یا حصین الخ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرت حصین سے گفتگو اس وقت کی ہے جب حضرت حصین حالت کفر میں تھے۔

ستا فی الارض وواحدا فی السماء: ان کے عقیدہ کے مطابق چھ معبود زمین میں اور ایک معبود آسمان میں ہے۔

قال فایھم تعد لرغبتک ورھبتک الخ: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کی اس بے تکی باتوں کو سن کر خاموش رہنا، اور ان پر نکیر نہ کرنا ان کو خود سے مانوس کرنا مقصد تھا۔ "ولعل سکوته عنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کانه تألفا به"

لو اسلمت علمتک کلمتین الخ: کلمتین سے مراد دعا ہے۔

فلما اسلم حصین قال یا رسول اللّٰہ! الخ: یعنی حضرت حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی یارسول اللہ! آپ نے ایک دعا سکھلانے کا مجھ سے وعدہ فرمایا تھا؛ لہٰذا وہ دعا مجھے سکھلا دیجئے۔ (مرقاۃ: ۵/۱۴۵/۳)

ان کی درخوات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مذکورہ دعا کی تعلیم فرمائی، از خود دعا کی تعلیم نہیں فرمائی تا کہ ان کے اندر طلب اور شوق پیدا ہو، اس لئے کہ طلب اور شوق کے بعد تعلیم سے زیادہ قدر ہوتی ہے۔ اور وہ چیز اچھی طرح ذہن میں بیٹھ جاتی ہے۔

گلے کے لئے تعویذ

{۲۳۶۳} وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهٖ وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ۔ ﴿رواہ ابوداؤد﴾

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۵۴۳، کتاب الطب، باب کیف الرقی، حدیث نمبر: ۳۸۹۳۔ ترمذی شریف: ۲/۱۹۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح الخ، حدیث نمبر: ۳۵۲۸۔

حل لغات: فزع: فزع (س) فزعاً خائف ہونا، غضبہ: غضب (س) غضباً غضبناک ہونا، عقابہ: عاقب (مفاعلت) مواخذہ کرنا، سزا دینا، الشیطان: شیطان، جمع: شیاطین، عنق: گردن، جمع: اعناق۔

ترجمه: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نیند میں ڈر جائے تو اس کو یہ دعا پڑھنی چاہئے:

''اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ''

[میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں، اس کے غصہ سے اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔]

تاکہ شیطان اس کو نقصان نہ پہنچا سکے، اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ یہ کلمات اپنے بڑے بچوں کو سکھلا دیتے تھے اور چھوٹے بچوں کے لئے لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے۔''

تشریح: قال إذا فزع احدکم فی النوم: بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کوئی ڈراونا خواب دیکھنے کی بنیاد پر ڈر جاتا ہے، یا ویسے ہی سوتے میں چونک اٹھتا ہے۔ اور پھر نیند نہیں آتی۔

فلیقل اعوذ بکلمات اللّٰہ الخ: تو اس کو اس حدیث شریف میں مذکور دعا پڑھنی چاہئے۔

و کان عبداللّٰہ بن عمرو الخ: یہاں سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ بتارہے ہیں کہ وہ بڑے بچوں کو یہ دعا یاد کرا دیتے تھے؛ تاکہ جب وہ اس طرح کے حالات سے دو چار ہوں تو یہ دعا پڑھ لیا کریں۔

و من لم یبلغ منھم الخ: لیکن نابالغ بچے جو یاد نہیں کر سکتے تھے ان کلمات کو کاغذ میں لکھ کر تعویذ بنا کر گلے میں باندھ دیا کرتے تھے۔

فائدہ: حدیث پاک سے تعویذ کا ثبوت بخوبی واضح ہے۔

جنت ودوزخ کی سفارش

{۲۳۶۴} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّۃُ: اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ، وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَتِ النَّارُ: اَللّٰھُمَّ اَجِرْہُ مِنَ النَّارِ۔ ﴿رواہ الترمذی والنسائی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۸۴، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ انہار الجنۃ، حدیث نمبر: ۲۵۷۲۔

نسائی شریف: ۲/۲۷۲، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من حر النار، حدیث نمبر: ۵۵۲۳۔

حل لغات: سأل: سال(س) سؤالاً، چاہنا، الجنۃ: باغ، جمع: جنات: استجار: (استفعال) پناہ چاہنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہے اسکے لئے جنت کہتی ہے ’’اے اللہ! تو اس کو جنت میں داخل فرما‘‘ اور جو تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے تو اس کے لئے جہنم کہتی ہے ’’اے اللہ! تو اس شخص کو آگ سے محفوظ فرما‘‘

تشریح: من سأل اللہ الجنۃ: مراد یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے، مثلاً یوں کہے: ’’اللھم انی اسألك الجنۃ‘‘ [اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں۔]

قالت الجنۃ: جنت سے مراد اہل جنت؛ یعنی حور وغلمان ہیں۔

اس کو حقیقت پر بھی محمول کر سکتے ہیں کہ واقعتا جنت ودوزخ بولتے ہیں، اور دعا کرنے والے کے حق میں یہ دونوں بھی دعا کرتے ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو جنت کی طلب اور جہنم سے حفاظت و پناہ کی خوب دعا کرنی چاہئے۔(مرقاۃ: ۳/۱۴۶)

013 Babul Istiaazati

﴿الفصل الثالث﴾

سحر وغیرہ سے بچنے کی دعا

{۲۳۶۵} وَعَنِ الْقَعْقَاعِ اَنَّ كَعْبَ الْاَحْبَارِ قَالَ لَوْلَا كَلِمَاتٌ اَقُوْلُهُنَّ لَجَعَلَتْنِیْ یَهُوْدُ حِمَارًا، فَقِیْلَ لَهٗ: مَاهُنَّ؟ قَالَ: اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْئٌ اَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ۔ ﴿رواه مالک﴾

حوالہ: موطاء امام مالک: ۷۷ ۳، مایو ہر جہ التعوذ عند النوم الخ۔

حل لغات: حمار: گدھا، جمع: حمیر، یجاوز: جاوز (مفاعلت) آگے بڑھنا، بر: نیک، جمع: ابرار، فاجر: گناہ گار، جمع: فجار، ذرأ: (ن) ذرواً، اڑانا، بکھیرنا، برأَ، (ف) برأً، پیدا کرنا۔

ترجمہ: حضرت قعقاع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں چند کلمات نہ پڑھا کرتا، تو یہود مجھے گدھا بنا ڈالتے، ان سے کہا گیا وہ کلمات کیا ہیں؟ تو انہوں نے یہ دعا پڑھی

"اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْئٌ اَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَ بِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَاَ وَ بَرَاَ"

[میں اللہ کے عظیم چہرہ کی پناہ چاہتا ہوں، جس سے زیادہ عظیم کوئی چیز نہیں۔ اور اللہ کے ان کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی نیک و بد ان سے تجاوز نہیں کر سکتا، اور اللہ کے اسمائے حسنیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو میں نہیں جانتا ہر اس چیز

کے شر سے جن کو اللہ تعالیٰ نے بحر و بر میں پیدا فرمایا۔]

تشریح: کعب احبار: حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ یہودیوں کے بڑے ذی وقار عالم تھے، انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر اس دوران ایمان نہ لا سکے؛ البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت کے وقت ایمان قبول کیا۔ان ہی کا بیان ہے کہ جب میں ایمان لایا اور مسلمان ہوگیا تو یہود میرے مخالف ہو گئے، اور وہ میرے بارہ میں اس قدر بغض وکینہ رکھتے تھے کہ اگر ان کی حرکتیں کامیاب ہو جاتیں اور میں یہ دعا نہ پڑھتا تو وہ سحر کر کے یا مار مار کر، پٹائی کرتے کرتے مجھے گدھا بنا دیتے۔

لولا کلمات اقولهن: مراد دعا کرنا ہے۔

لجعلتني يهود حمارا: مراد بذریعہ سحر گدھا بنانا ہے، اور گدھا بنانے سے مراد ذلیل ورسوا کرنا ہے۔ "ای من السحر (حمارا) ای بلیدا او ذلیلا"

اعوذ بوجه الله العظيم: مراد ذات باری تعالیٰ ہے۔

الذي ليس شيء اعظم منه: ذات باری تعالیٰ سے کوئی بڑا تو کیا اس کے برابر بھی نہیں ہوسکتا، اور برابری کیا کسی میں کوئی عظمت تو ہے ہی نہیں اس لئے کہ سب تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ "ولا ساویا لعظمته ولا قریبا منها بل ولا عظمة لغیرہ لان الکل عبیدہ"

وبكلمات الله التامات التي لايجاوزهن بر ولا فاجر: کلمات اللہ التامات سے مراد قرآن کریم ہے، اور بر و فاجر سے مراد مومن ومطیع اور کافر وعاصی ہیں، مطلب یہ ہے کہ ثواب وعذاب سے کوئی خارج نہیں ہے، لائق ثواب ہے تو ثواب ملے گا، اور مستحق عذاب ہے تو اس کو عذاب دیا جائے گا، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر رحم فرمائے۔(مرقاۃ: ۳/۱۴۷)

کفر سے پناہ

{۲۳۶۶} وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ کَانَ اَبِیْ یَقُوْلُ فِیْ

دُبُرِ الصَّلٰوۃِ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، فَکُنْتُ اَقُوْلُھُنَّ، فَقَالَ: اَیْ بُنَیَّ عَمَّنْ اَخَذْتَ ھٰذَا؟ قُلْتُ: عَنْکَ، قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُھُنَّ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوۃِ۔ ﴿رواہ النسائی والترمذی﴾ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوۃِ، وَرَوٰی اَحْمَدُ لَفْظَ الْحَدِیْثِ وَعِنْدَہٗ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلَاۃٍ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۸/۲، ابواب الدعوات، باب جامع الدعوات، حدیث نمبر: ۳۵۰۳۔ مسند احمد: ۳۹/۵، نسائی شریف: ۲۶۷/۲، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من الفقر، حدیث نمبر: ۵۴۶۶۔

حل لغات: دبر: پچھلا، آخری حصہ، جمع: ادبار، الفقر: مفلسی، جمع: فقور، فقر (ک) فقارۃ، مفلس ہونا، عذاب، تکلیف، جمع: اعذبۃ۔

ترجمہ: حضرت مسلم بن ابوبکرہ سے روایت ہے کہ میرے والد صاحب نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ"

[اے اللہ! کفر سے، فقر سے، اور عذاب قبر سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

چنانچہ میں بھی پڑھنے لگا تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ تم نے کس سے سیکھا؟ میں نے کہا: آپ سے، انہوں نے کہا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔" اس روایت کو نسائی اور ترمذی نے نقل کیا؛ لیکن ترمذی نے "فی دبر الصلوٰۃ" کے الفاظ نقل نہیں کئے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صرف حدیث کے الفاظ نقل کئے ہیں، نیز ان کی روایت میں "فی دبر کل صلوٰۃ" بھی ہے۔

تشریح: مسلم بن ابی بکرۃ: حضرت مسلم تابعی ہیں۔ البتہ ان کے والد محترم حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

فی دبر الصلوۃ: دبر صلوۃ سے مراد نماز کے بعد ہے۔

من الکفر: مراد کفر کی تمام قسمیں ہیں۔

و الفقر: مراد فتنۂ فقر ہے، اور قلب کی محتاجگی بھی مراد لے سکتے ہیں۔

فقلت اقولھن: یعنی میں نے بھی اپنے والد محترم کی تقلید میں نماز کے بعد اس دعا کو پڑھنا شروع کر دیا۔ (مرقاۃ: ۳/۱۴۸)

فائدہ: نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت حدیث پاک سے ہوگیا، اس لئے بعض لوگوں کا نمازوں کے بعد دعا کا انکار کرنا جہالت کی وجہ سے ہے۔

قرض سے پناہ

{۲۳۶۷} وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ، فَقَالَ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَتَعْدِلُ الْکُفْرَ بِالدَّیْنِ؟ قَالَ: نَعَمْ! وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ، قَالَ رَجُلٌ یَعْدِلَانِ قَالَ نَعَمْ۔ ﴿رواہ النسائی﴾

حوالہ: نسائی شریف: ۲/۲۶۸، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من الدین، حدیث نمبر: ۵۴۷۵۔

حل لغات: الدین: قرض، جمع: دیون، الفقر: مفلسی، جمع: فقور۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

"اعوذباللہ من الکفر والدین" [میں کفر اور قرض سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔]

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا "کفر" قرض کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اور ایک روایت میں یہ دعا منقول ہے: "اللھم انی اعوذبك من الکفر والفقر" [اے اللہ! میں کفر اور فقر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔] یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا کفر اور فقر دونوں برابر ہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔

تشریح: اس حدیث شریف کے پہلے حصے کے اندر کفر اور دین اور دوسرے حصے کے اندر کفر وفقر سے پناہ مانگی گئی، اور دونوں کو برابر فرمایا، اس لئے کہ مدیون کذب بیانی، خیانت وغیرہ کے اندر برابر ہے، ایسے ہی فقیر آدمی سرقہ وغیرہ اور پھر کذب وغیرہ کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے، اور یہی خصلتیں کافرین کے اندر بھی پائے جاتے ہیں، اس لئے دونوں کو برابر کہا گیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفر کو دین کے برابر اس لئے قرار دیا کہ بسا اوقات فقر کی وجہ سے آدمی کفر تک پہنچ جاتا ہے، اور بعض دفعہ قرض کی وجہ سے کافروں والی حرکتیں شروع کر دیتا ہے۔ جیسے جھوٹ بولنا، مکاری کرنا، اور وعدہ خلافی کرنا وغیرہ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بدترین خصلتیں کفار اور منافقین ہی میں ہوتی ہیں۔ (مرقاۃ: ۱۴۸/۳، التعلیق: ۱۵۹/۳)

فائدہ: حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو انسان کو قرض سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فقط

014 Bab Jamiddua

باب جامع الدعا

(جامع دعاؤں کا بیان)

رقم الحدیث: ۲۳۶۸ تا ۲۳۹۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

باب جامع الدعا
(جامع دعاؤں کا بیان)

﴿الفصل الاول﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مغفرت

{۲۳۶۸} وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَدْعُوْا بِھٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّی اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/ ۹۵۶، کتاب الدعوات، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغفرلی الخ، حدیث نمبر: ۶۱۵۱۔ مسلم شریف: ۲/ ۳۴۹، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیة، حدیث نمبر: ۲۷۱۹۔

حل لغات: جھلی: جھل (س) جھلاً، ان پڑھ ہونا، نہ جاننا، اسرافی: سرف (س) سرفاً القوم، تجاوز کرنا، اسراف (افعال) فضول خرچی کرنا، جدی: جد (ن، ض) جداً، اہتمام کرنا، ھزلی، ھزل (ض) ھزلاً، ٹھٹھا کرنا، عمدی: عمد (ض) عمداً، قصد کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

[اے اللہ! معاف فرما میری خطا کو میری نادانی کو اور کاموں میں میری زیادتی کو اور اس گناہ سے جس کا علم مجھ سے زیادہ تجھ کو ہے، اے اللہ! معاف فرما میرے اس برے کام کو جسے میں نے قصداً کیا ہے اور اس کام کو جسے میں نے ہنسی دل لگی میں کیا ہو اور اس کام کو جسے میں نے دانستہ یا نادانستہ کیا ہو اور یہ سب باتیں مجھ میں ہیں۔ اے اللہ! بخشش فرما میرے ان گناہوں کی جو میں نے پہلے کئے ہیں اور ان گناہوں کی جو بعد میں ہوں گے، اور ان گناہوں کی جو پوشیدہ سرزد ہوئے ہوں اور ان گناہوں کی جو کھلم کھلا کئے ہوں، اور ان گناہوں کی جن کا علم مجھ سے زیادہ تجھ کو ہے، تو ہی اپنی رحمت کی طرف آگے کرنے والا ہے اور تو ہی اپنی رحمت سے پیچھے ڈالنے والا ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔]

تشریح: خطیئتی: مراد سیئات ہیں۔

وجھلی: مراد وہ اعمال ہیں جن کو انجام نہ دینے کی وجہ سے پکڑ ہو۔

واسرافی: مراد کوتاہی اور حد سے تجاوز ہے۔

فی امری: امر سے مذکورہ بالا تینوں چیزیں مراد ہیں۔ "الخطیئۃ الذنب والجھل ضد العلم والاسراف مجاوزۃ الحد فی کل شئ، قال الکرمانی: یحتمل قولہ فی امری ان یتعلق بجمیع ما ذکرہ" (مرقاۃ: ۱۴۹/۳)

وما انت اعلم بہ منی: مراد اپنا عجز اور ذات باری تعالیٰ کے علم کا محیط ہونا ہے۔

وکل ذلک عندی: یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ رب العزت میں اپنے عجز و انکسار اور اپنے مقام عبدیت کے اظہار نیز از راہ تواضع کہے ورنہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات گرامی تمام گناہوں سے پاک اور تمام خطاؤں سے مبرا تھی، اور حقیقت میں یہ تعلیم ہے امت کیلئے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت مانگی جائے۔(مرقاۃ:۱۴۹/۳)

اصلاح دنیا و آخرت کی دعا

{۲۳۶۹} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیْ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف:۳۴۹/۲، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیة، حدیث نمبر:۲۷۲۰۔

حل لغات: اصلح: صلح(ک) صلاحاً، درست ہونا، اصلح (افعال) درست کرنا، عصمة: بچاؤ، جمع: عصم: معاشی: زندگی کا ذریعہ، جمع: معائش، عاش (ض) عیشاً، زندہ رہنا، معادی: لوٹنے کی جگہ، آخرت جمع: معاود، عاد(ن) عوداً، واپس ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

[اے اللہ! درست کر میرے دین کو جو میرے امور کا محافظ ہے، اور درست کر میری دنیا کو جس میں میری زندگانی ہے، درست کر میری آخرت کو جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے، اور میری زندگی کو نیکی میں زیادتی کا سبب بنا۔ اور میرے لئے موت کو ہر برائی سے راحت اور آرام کا سبب بنا۔]

تشریح: اصلح لی دینی الخ: مراد یہ ہے کہ آدمی غلطیوں سے حفاظت کی دعا کرے؛ تاکہ دینی معاملات درست رہیں، اور اس کے تمام معاملات ٹھیک رہیں، چونکہ دین کی وجہ

سے جان مال اور آبرو کی حفاظت ہوتی ہے اور آخرت کے عذاب سے نجات ملتی ہے۔

واصلح لی دنیای: مراد وہ امور ہیں جو عبادات میں معاون ہوں۔

التی فیہا معاشی: معاش سے وہ اسباب مراد ہیں جو زندگی گذارنے کے لئے معاون ہوتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنا ذریعہ معاش درست رکھے تاکہ عبادت کرنے میں مزہ آئے۔

واصلح لی آخرتی الخ: یعنی آخرت کی اصلاح کی بھی دعا کرے؛ اس لئے کہ موت کے بعد سب کو وہیں جانا ہے، اور ہمیشہ ہمیش کے لئے وہیں رہنا ہے۔

واجعل الموت راحۃلی من کل شر الخ: مراد یہ ہے کہ آدمی خاتمہ بالخیر کی دعا کرے۔ کہ میری زندگی کا خاتمہ شہادت اور توبہ کرنے کے بعد ہو تاکہ میری موت دنیا کی مشقتوں اور مصائب سے نجات اور آخرت کی راحت کے حصول کا باعث ہو۔ (مرقاۃ: ۱۵۰/۳)

دعائے ہدایت

{۲۳۷۰} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۵۰/۲، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیۃ، حدیث نمبر: ۲۷۲۱۔

حل لغات: العفاف: عف (ض) عفاً، حرام یا غیر مستحسن سے رکنا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔" [اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ہدایت، تقویٰ اور حرام اور مکروہ سے نفس کی حفاظت اور استغناء۔]

تشریح: الھدی: ہدایت سے مراد ہدایت کاملہ ہے۔

العفاف: مراد معاصی سے اجتناب ہے۔

اشکال مع جواب

اس حدیث شریف کے اندر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غنی کا سوال کیا، حالانکہ دوسری حدیث شریف کے اندر آنحضرت ﷺ سے یہ دعا مروی ہے کہ "اَللّٰهُمَّ احْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ" [اے اللہ! مساکین کی جماعت میں میرا حشر فرما۔] اور اسی قسم کی اور دعائیں منقول ہیں تو یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواہش کی۔ تو دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہوگیا۔

جواب: یہ ہے کہ یہاں غنی سے مراد غناء قلب ہے، اور دوسری حدیث شریف کے اندر مسکنت سے ظاہری فقر مراد ہے۔

(۲)...... پہلے جواب کا عکس ہے کہ غنی سے ظاہری غنی مراد ہے، اور فقر و مسکنت سے مراد مسکنت معنوی یعنی تواضع وغیرہ مراد ہے۔

طلب ہدایت کا طریقہ

{۲۳۷۱} وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ وَاذْكُرْ بِالْهُدٰى هِدَايَتَكَ الطَّرِيْقَ وَبِالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۵۰، کتاب الذکر و الدعاء، باب فی الادعیۃ، حدیث نمبر: ۲۷۲۵۔

حل لغات: اهدنی: هدی (ض) هدایة: راہ دکھانا۔ سددنی: سد (ن) سدا: درست کرنا۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یہ دعا پڑھو: "اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ" [اے اللہ! مجھ ہدایت فرما اور بالکل درست اور سیدھا فرما۔] اور ہدایت سے راستے کی درستگی اور "سَدَاد" سے تیر کی راستی کا تصور کرو۔

تشریح: اللهم اهدنی و سددنی: خلاصہ اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کہ تم یہ دعا مانگو کہ ’’اے اللہ! مجھ کو ہدایت دے، اور سیدھا کر دے، اور آگے چل کر فرمایا: کہ ہدایت سے مراد اپنے ذہن کے اندر ہدایت طریق کا تصور کیا کرو، اور ’’وسددنی‘‘ کہتے وقت اپنے دل میں یہ تصور کیا کرو کہ اتنا سداد میرے اندر ہو جائے جتنا تیر کے اندر ہوتا ہے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کہ اس حدیث شریف کے اندر دلیل ہے کہ مرید کو اپنے شیخ کا تصور جائز ہے، لیکن عقائد کے فساد اور زمانے کی خرابی کی وجہ سے اس سے منع کر دیا گیا۔

نومسلم کی دعا

{۲۳۷۲} وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ ثُمَّ اَمَرَهٗ اَنْ یَّدْعُوَا بِهٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۵، کتاب الذکر والدعائ، باب فضل التهليل الخ، حدیث نمبر: ۲۶۹۷۔

حل لغات: الصلاة: نماز، جمع: صلوات: عافنی، عاف (ن) عفواً، درگزر کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابومالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نماز کی تعلیم فرماتے، پھر اس کو حکم دیتے کہ ان کلمات سے دعا کرنا ’’اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ‘‘ [اے اللہ! میری مغفرت فرما، اور مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو ہدایت فرما اور مجھ کو عافیت عطا فرما اور مجھ کو رزق عطا فرما۔]

تشریح: نومسلم کو اس حدیث شریف میں مذکور دعا پڑھنی چاہئے۔

الصلاۃ: مراد یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارکان وشرائط کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بتادیا؛ تاکہ وہ نماز پڑھنے لگے۔

اغفرلی: یعنی میرے گناہوں کو مٹادے۔

وارحمنی: یعنی میرے عیوب کی پردہ پوشی کر۔

واھدنی: یعنی مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔

وعافنی: یعنی مجھے خطاؤں اور بلاؤں سے محفوظ رکھ۔

وارزقنی: یعنی تو مجھے رزق حلال دے۔

دونوں جہاں کی حسنات کی دعا

{۲۳۷۳} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ کَانَ اَکْثَرُ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ﴿متفق علیہ﴾

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۹۴۵، کتاب الدعوات، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم آتنا فی الدنیا الخ، حدیث نمبر: ۶۱۴۲۔ مسلم شریف: ۲/۳۴۴، کتاب الذکر والدعا باب فی فضل الدعاء اللھم آتنا الخ، حدیث نمبر: ۲۶۹۰۔

حل لغات: الدنیا: موجودہ زندگی، جمع: دنی، حسنۃ: نیکی، جمع: حسنات، عذاب: سزا، جمع: اعذبۃ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھتے تھے "اَللّٰھُمَّ آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔" [اے اللہ! ہمیں دنیا میں نیکی وبھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی نیکی وبھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔]

تشریح: آدمی کو یہ دعا برابر کرنی چاہئے؛ اس لئے کہ دین و دنیا کی بھلائی اس میں جمع ہے۔

کان اکثر دعاء النبی الخ: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ دعا اس لئے فرماتے تھے کہ یہ جامع بھی ہے، اور اس میں دین و دنیا کے تمام مقاصد آ جاتے ہیں۔ اور قران کریم میں اس کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

الدنیا: موت سے پہلے والی زندگی مراد ہے۔

حسنة: مراد ہر طرح کی بھلائی ہے۔

فی الآخرة: موت کے بعد والی زندگی مراد ہے۔

وقنا عذاب النار: یعنی اے اللہ! تو مجھے دوزخ کے عذاب سے بچا۔ طالب صادق اگر حضور اور مناجات کے وقت خلوت میں بیٹھ کر باطن کی صفائی کے ساتھ دنیا وآخرت کے حسنات کے ہر ہر گوشہ کا تصور کر کے یہ دعا پڑھے تو وہ دیکھے گا کہ کیا کچھ ذوق وجمعیت، سکون واطمیناں اور نورانیت وسعادت حاصل ہوتی ہے۔

الفصل الثانی

ایک جامع دعا

{۲۳۷۴} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ یَقُوْلُ: رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْلِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَاھْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْھُدٰی لِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِرًا لَکَ ذَاکِرًا لَکَ رَاھِبًا لَکَ مِطْوَاعًا لَکَ مُخْبِتًا اِلَیْکَ اَوَّاھًا مُنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ

تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَأَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاهْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ۔ ﴿رواه الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۵/۲، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۳۵۵۱۔ ابوداؤد شریف: ۲۱۲/۱، کتاب الصلوۃ، ابواب الوتر، باب مایقول اذا سلم، حدیث نمبر: ۱۵۱۰،۱۱۔ ابن ماجہ شریف: ۲۷۱، کتاب الدعائ، باب دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۳۸۳۲۔

حل لغات: یدعو: دعا (ن) دعوۃ، بلانا، اعنی: اعان (افعال) مدد کرنا، بغی: بغی (ض) بغیاً، ظلم کرنا، مطواعاً: فرمانبردار، عاغ (ن) طوعاً، فرمانبردار ہونا، مخبتا: عاجزی کرنے والا، خبت: (ض) خبتاً، عاجزی کرنا، اواھاً، بہت آہیں بھرنے والا، آہ (ن) اوھاً، آہ آہ کرنا، حوبتی: حاب (ن) حوبا، گناہ کرنا، سخیمۃ: کینہ، جمع: سخائم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے:

"رَبِّ اَعِنِّی وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْلِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَاهْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْهُدٰی لِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَكَ شَاکِرًا لَكَ ذَاکِرًا لَكَ رَاهِبًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا اِلَیْكَ اَوَّاهًا مُنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاهْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ"

[پروردگار! میری مدد فرما، میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما، میری نصرت فرما، میرے خلاف کسی کی نصرت نہ فرما، میرے لئے تدبیر فرما، میرے خلاف تدبیر نہ فرما، اور مجھے ہدایت فرما اور میرے لئے ہدایت آسان فرما، اور جو مجھ پر زیادہ کرے اس کے خلاف میری مدد فرما۔ پروردگار! مجھے اپنا شکرگذار بنا، اپنا ذکر کرنے والا بنا، اپنے سے ڈرنے والا بنا، اپنا فرمانبردار بنا، اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا، اپنی طرف گڑگڑانے والا بنا، اپنی طرف آہ وزاری کرنے والا بنا، اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا، میرے پروردگار میری توبہ قبول فرما، میرے گناہ دھودے، اور میری دعا قبول فرمالے،

میری حجت اور میری دلیل مضبوط فرما، میری زبان کو سیدھا رکھ، میرے دل کو ہدایت فرما، اور میرے دل کے کینہ اور میل کچیل کو دور فرما۔]

تشریح: انتہائی جامع دعا ہے، ہر مومن بندہ کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

عافیت کی اہمیت

{۲۳۷۵} **وَعَنْ** اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ ثُمَّ بَکٰی فَقَالَ سَلُوْا اللّٰہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فَاِنَّ اَحَداً لَمْ یُعْطَ بَعْدَ الْیَقِیْنِ خَیْرًا مِنَ الْعَافِیَةِ۔

﴿رواہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی هٰذا حدیث غریب اسناداً﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۹۶، ابواب الدعوات، احادیث شتی من ابواب الدعوات، حدیث نمبر: ۳۵۵۸۔

ابن ماجہ شریف: ۲۷۳، کتابالدعوات، باب الدعاء بالعفو الخ، حدیث نمبر: ۳۸۴۹۔

حل لغات: المنبر: بلند جگہ، جمع: منابر: لم یعط: عطا (ن) عطواً، لینا، اعطیٰ (افعال) دینا۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر روتے ہوئے فرمایا: تم لوگ اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت طلب کرو؛ اسلئے کہ ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کسی کو کوئی چیز نہیں دی گئی۔

تشریح: بعد الیقین: یقین سے مراد ایمان اور بصیرت فی الدین ہے۔

العافیۃ: مراد ہر طرح کے مصائب و آلام سے حفاظت اور عافیت ہے۔ "قال الطیبی: وهی السلامة من الآفات فیندرج فیها العفو" (مرقاۃ: ۱۵۳/۳، طیبی: ۵/۲۲۶)

فائدہ: حدیث پاک سے عافیت کی اہمیت معلوم ہوگئی، اس لئے دین و دنیا کے ہر طرح کے کام عافیت سے ہی وابستہ ہیں، عافیت اگر نہ ہو تو انسان دین کا کام کر سکتا

014 Bab Jamiddua

ہے، نہ دنیا کا، اس لئے عافیت کی دعا کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔

افضل ترین دعا

{۲۳۷۶} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: سَلْ رَبَّکَ الْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ، ثُمَّ اَتَاہُ فِی الْیَوْمِ الثَّانِیْ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ؟ فَقَالَ: لَہٗ مِثْلَ ذٰلِکَ، ثُمَّ اَتَاہُ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ، فَقَالَ: لَہٗ مِثْلَ ذٰلِکَ، قَالَ فَاِذَا اُعْطِیْتَ الْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ فَقَدْ اَفْلَحْتَ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) وقال الترمذی: ھٰذا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ اِسْنَاداً۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۹۱، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، حدیث نمبر: ۳۵۱۲۔ ابن ماجہ شریف: ۲۷۳، کتاب الدعائ، باب الدعاء بالعفو االخ، حدیث نمبر: ۳۸۴۸۔

حل لغات: الدعا: دعا، جمع: ادعیہ: العافیۃ: عفا (ن) عفواً، درگزر کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کونسی دعا افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے رب سے دنیا اور آخرت میں عافیت اور معافات کی دعا مانگ، پھر اس نے دوسرے دن آ کر عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کونسی دعا افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا: پھر اس نے تیسرے دن آ کر یہی عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسی طرح فرمایا: نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تجھے دنیا اور آخرت میں عافیت و معافات دے دی گئی تو تو کامیاب ہوگیا۔

تشریح: العافیۃ: حقوق اللہ میں جو کوتاہیاں ہو جایا کرتی ہیں ان سے حفاظت مراد ہے۔

والمعافاۃ: مراد وہ کوتاہیاں ہیں جو حقوق العباد میں جو کوتاہیاں ہو جایا کرتی

014 Bab Jamiddua

ہیں ان سے حفاظت مراد ہے۔ ”المراد من العافیة المساحمة فی حق اللہ ومن المعافاة المساحمة فی حق العباد“ (مرقاۃ: ۳/۱۵۳)

فائدہ: اس سے عافیت ومعافات کی اہمیت معلوم ہو کر اس دعا کا افضل ترین دعا ہونا ثابت ہوگیا، پس اس دعا کا بطور خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

حب الٰہی کی دعا

{۲۳۷۷} **وَعَنْ** عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِي دُعَاءِهٖ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ، اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِيْ فِيْمَا تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِيْ فِيْمَا تُحِبُّ۔ ﴿رواه الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۸۷، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، حدیث نمبر: ۳۴۹۱۔

حل لغات: ینفعنی: نفع (ن) نفعاً، فائدہ پہنچانا، زویت: زوی (ض) زویاً، جدا کرنا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن یزید الخطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اپنی دعا میں یہ پڑھا کرتے تھے:

”اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِيْ فِيْمَا تُحِبُّ اللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِيْ فِيْمَا تُحِبُّ“

[اے اللہ! مجھ کو اپنی محبت عطا فرما، اور جس شخص کی محبت تیرے نزدیک مجھ کو نفع پہنچائے اس کی محبت عطا فرما، اے اللہ! میری محبوب چیزیں جو تو نے مجھ کو عطا فرمائی ہیں ان کو اپنی محبوب چیزوں میں میرے لئے قوت کا ذریعہ بنا دے، اے اللہ! میری محبوب چیزیں جو تو نے مجھ سے دور فرما دیں ان کو میرے لئے اپنی محبوب چیزوں میں فراغت کا ذریعہ بنا دے۔]

تشریح: اللھم ارزقنی حبک: مراد یہ ہے کہ اے اللہ! تو مجھے اپنی محبت سے نواز اور اس میں مجھے مشقت و پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔

وحب من ینفعنی: یعنی اے اللہ! تو اپنی محبت کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کی محبت سے بھی نواز جن کی محبت میرے لئے مفید ہو۔

اللھم مارزقتنی مما احب الخ: مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ دھن دولت، عہدہ اور اولاد دئے ان کو میرے لئے اپنے محبوب اعمال وغیرہ کرنے میں قوت کاذریعہ بنادے۔

اللھم مازویت عنی مما احب الخ: مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! مال و دولت میں سے تو نے مجھے جو کچھ نہیں دیا ہے، ان کو میرے لئے اپنی عبادت میں مشغولیت کاذریعہ بنا؛ تاکہ مجھے قناعت وتوکل کی دولت حاصل رہے۔ اور زیادہ تیری محبت والے اعمال وغیرہ کرنے میں مشغول رہوں۔

اور حاصل دعا کے آخری دونوں جملوں کا یہ ہے کہ اگر تو مجھے دنیا کی نعمتیں عطا کرے تو پھر ان کاشکر ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرما تاکہ میرا شمار اغنیاء کے زمرہ میں ہو، اور اگر مجھے وہ نعمتیں حاصل نہ ہوں تو میرے دل کو فارغ رکھ بایں طور کہ میں ان سے بے پرواہ ہو جاؤں، میرا دل ان میں نہ لگا رہے میں پورے اطمینان کے ساتھ تیری عبادت میں مشغول رہوں اور جزع وفزع، شکوہ شکایت نہ کروں تاکہ میرا شمار صبر کرنے والے فقراء میں ہو۔ اور ہر حالت میں میں تیری محبت والے اعمال میں مشغول رہکر تیری محبت میں ترقی کرتا رہوں۔

ایک عمدہ دعا

{۲۳۷۸} وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَلَّمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰی یَدْعُوْ

بِهٰؤُلَآءِ الدَّعْوَاتِ لِاَصْحَابِہٖ: اَللّٰهُمَّ اَقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِیْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا۔ ﴿رواہ الترمذی﴾ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۸۸/۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، حدیث نمبر: ۳۵۰۲۔

حل لغات: مجلس: بیٹھنے کی جگہ، جمع: مجالس، تحول: حال (ن) حولاً، درمیان میں شریک ہونا، معاصیک: جمع: ہے معصیۃ کی بمعنی گناہ، ثارنا: ثار (ن) ثوراً، جوش میں آنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اَقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِیْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا"

[اے اللہ! ہم کو اپنا اتنا خوف عطا فرما جو ہمارے اور تیری معاصی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہم کو اپنی طاعت کی توفیق عطا فرما، جو ہم کو تیری جنت تک پہنچا دے اور اتنا یقین عطا فرما جو ہم پر دنیا کی مصیبتوں کو آسان کر دے اور ہم کو جب تک ہماری زندگی ہے ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں، ہماری قوتوں سے نفع پہنچا۔ اور اس کو ہمارا وارث

بنا اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا بدلہ لے لے۔ اور ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد فرما اور ہمارے دین میں ہماری مصیبت کو حائل نہ ہونے دے، اور دنیا کو ہمارا اہم مقصد نہ بنا، اور نہ ہمارے علم کا مبلغ بنا اور ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کھائیں۔]

تشریح: حتی یدعو بھؤلاء الدعوات: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مجلس سے اٹھتے ہوئے اس حدیث شریف میں مذکور دعا کو پڑھا کرتے تھے۔ جو انتہائی جامع دعا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہر مومن بندہ اپنی ہر مجلس سے اٹھتے وقت اس دعا کا اہتمام کرے۔

علم وعمل کی دعا

{۲۳۷۹} **وَعَنْ** اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا يَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ۔ ﴿رواه الترمذی وابن ماجه﴾ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا۔

حواله: ترمذی شریف: ۲/ ۲۰۰، ابواب الدعوات، باب: ۱۲۱، حدیث نمبر: ۳۵۹۹۔ ابن ماجہ شریف: ۲۷۲، کتاب الدعا، باب دعاء رسول ﷺ، حدیث نمبر: ۳۸۳۳۔

حل لغات: انفعنی: نفع، نفعاً (ف) فائدہ پہنچانا، علما: دانائی، جمع: علوم، النار: آگ، جمع: نیران۔

ترجمه: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا يَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ"

[اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ سکھلایا ہے اسے میرے لئے نفع بخش بنا اور مجھے وہ چیز سکھلا جو مجھے نفع دے اور میرے علم میں زیادتی کر ہر حال میں اللہ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں دوزخیوں کی سی حالت سے۔]

تشریح: اللهم انفعنی بما علمتنی: مراد علم نافع ہے؛ یعنی ایسے اعمال کی توفیق دے کہ جن سے دنیا اور آخرت کے فوائد حاصل ہوں۔

وزدنی علما: اور میرے علم کو زیادہ فرما اور علم پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

الحمد لله علی کل حال: یہ نفس کی ملامت ہے؛ اس لئے کہ بعض دفعہ حالات ایسے رونما ہوتے ہیں کہ نفس مطمئن نہیں ہوتا ہے، تو یہ اس کے خلاف اقدام ہے۔

واعوذ بالله من حال اهل النار: مراد یہ ہے کہ دنیا میں کفار، مشرکین اور فساق وفجار کے حال سے پناہ مانگی جائے اور آخرت میں عذاب سے۔ "من الکفر والفسق فی الدنیا والعذاب والعقاب فی العقبیٰ" (مرقاۃ: ۱۵۶/۳)

نعمت وعزت کی دعا

{۲۳۸۰} **وَعَنْ** عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ سُمِعَ عِنْدَ وَجْهِهٖ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَثْنَا سَاعَةً فَسُرِّيَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَأَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا، ثُمَّ قَالَ: أُنْزِلَ عَلَيَّ عَشْرُ آيَاتٍ مَنْ أَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَرَأَ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى خَتَمَ عَشْرَ آيَاتٍ۔ ﴿رواہ احمد والترمذی﴾

حوالہ: مسند امام احمد: ۳۵/۱، حدیث نمبر: ۲۲۳۔ ترمذی شریف: ۱۵۰/۲، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ المؤمن، حدیث نمبر: ۳۱۷۳۔

حل لغات: الوحی: پیغام، وحی (ض) وحیاً، اشارہ کرنا، دوی: دوی (ض) دویاً، گنگناہٹ سنائی دینا، نحل: جمع: ہے نحلة، کی بمعنی شہد کی مکھی، فسری: سری (ض) سری، زائل ہونا، آیات: جمع: ہے آیة، کی بمعنی نشانی۔

ترجمہ: امیر المومنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی تو ان کے چہرے کے پاس مکھیوں کے بھنبھنانے کی سی آواز سنائی دیتی تھی، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو ہم تھوڑی دیر ٹھہر گئے، جب ان سے وہ کیفیت ختم ہوگئی تو آپ ﷺ نے قبلے کی طرف رخ کرکے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی "اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا" [اے اللہ! ہم کو زیادہ فرما، کم مت فرما، اور ہمارا اکرام فرما اور ہم کو ذلیل مت فرما اور ہم کو عطا فرما اور ہم کو محروم نہ فرما اور ہم کو ترجیح عطا فرما، اور ہمارے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہ دینا، اور ہم کو راضی فرما اور تو ہم سے راضی ہوجا۔]

پھر فرمایا: مجھ پر دس آیتیں نازل ہوئیں ہیں جو شخص ان پر عمل کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا، پھر آپ نے تلاوت فرمائی "قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ" اور آپ نے آخر تک دس آیتیں پڑھیں۔

تشریح: سمع عند وجهه دوی کدوی النحل: مراد حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی آواز ہے، اور وہ آواز اس انداز کی ہوتی تھی کہ کسی دوسرے آدمی کو وہ آواز سمجھ میں نہیں آتی تھی، اسی آواز کو راویوں نے مکھی کی بھنبھناہٹ سے تعبیر کردیا ہے۔ "وهذا الصوت هو صوت جبرئيل عليه الصلوٰة والسلام يبلغ الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الوحي ولا يفهم الحاضرون من صوته شيئا: (مرقاة: ۳/۱۵۶)

فانزل عليه فمكثنا ساعة الخ: یعنی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھے، اسی دوران وحی نازل ہونے لگی تو یہ وہیں ٹھہر گئے کہ دیکھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا وحی آئی؟

فسری عنه فاستقبل القبلة ورفع يديه الخ: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کے آثار زائل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر دعا فرمائی۔

اللهم زدنا: مراد بھلائیوں کی زیادتی ہے۔

ولا تنقصنا: مراد یہ ہے کہ جو بھلائیاں ملی ہیں وہ کم نہ ہو جائیں۔

واكرمنا ولا تهنا: یعنی اے اللہ! تو ہمیں عزت عطا فرما، ذلیل نہ فرما۔

ثم قال انزل علی عشر آيات: یعنی دعا کرنے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ابھی ابھی جو تم لوگوں نے نزول وحی کے آثار دیکھے یہ ایک حقیقت ہے، مجھ پر ابھی ابھی دس آیتیں نازل ہوئی ہیں، جو ان آیتوں پر عمل کرے گا وہ نیک بخت لوگوں کے ساتھ جنت میں رہے گا۔

ثم قرأ قد افلح المؤمنون حتى ختم عشر آيات: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دسوں آیتوں کی تلاوت کرکے حاضرین کو بتایا اور وہ دس آیتیں یہ ہیں:

"قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ○ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ○ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ○ أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ○ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○" (مرقاة: ۱۵۷/۳)

[ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے، جو اپنی نماز میں دل سے جھکنے والے ہیں، اور جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں، اور جو زکوۃ پر عمل کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں، کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گذرے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی کرنیوالے ہیں۔ یہ ہیں وہ وارث۔ جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔]

﴿الفصل الثالث﴾

بینائی کے لئے دعا

{۲۳۸۱} وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُعَافِيَنِيْ فَقَالَ: اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ اللّٰهَ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قَالَ فَادْعُهُ، قَالَ: فَاَمَرَهُ اَنْ يَّتَوَضَّأَ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ لِيَقْضِيَ لِيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ ﴿رواه الترمذی﴾ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۸/۲، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبیؐ وتعوذه فی دبر کل صلوة، حدیث نمبر: ۳۵۷۸۔

حل لغات: ضریر: اندھا، جمع: اضراءٌ، البصر: آنکھ، جمع: بصائر۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: کہ اللہ تعالیٰ سے میری شفا کی دعا فرمائیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کر دوں اور اگر چاہو تو اسی حالت پر صبر کرو اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بہت اچھا وضو کرنے کا حکم اور اس دعا کے لئے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ

لِيَقْضِيَ لِيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔"

[اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلے سے اور میں رجوع ہوتا ہوں، اے نبی آپ ﷺ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف تاکہ وہ میری حاجت پوری کردے، اے اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرما۔]

تشریح: پہلے غائب کے صیغے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا گیا، پھر بصیغۂ خطاب توسل اختیار کیا گیا، اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے اختیار دے دینے کی وجہ سے افضل (صبر) کے مقابلے میں مفضول کو ترجیح دی ہے، یا اپنی تکلیف کی زیادتی کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ بینا ہو کر زیادہ اعمال خیر میں کوشش کرسکیں گے۔

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نابینا صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ صبر آپ کے لئے بہتر ہے، اس میں ایک تو قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

"عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" (سورۂ بقرہ:۲۱۷)

[اور یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔] (آسان ترجمہ)

دوسرے یہ کہ حدیث شریف میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دونوں آنکھوں میں مبتلا کرتا ہوں "یعنی نابینا کرتا ہوں" اور وہ بندہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض اسے جنت عطا کرتا ہوں اور ظاہر ہے کہ جنت کا حاصل ہونا اس کے لئے خیر ہے۔

مسئلہ توسل

حدیث مذکور میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو اپنے توسل کے ساتھ دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ توسل کی ابتداءً دو قسمیں ہیں:

(۱)......توسل بالذات۔ (۲)......توسل بصالح الاعمال۔

توسل بصالح الاعمال باتفاق امت جائز ہے، اور دلیل جواز صحیحین کی وہ روایت ہے، جس میں تین آدمی ایک غار میں چلے گئے تھے اور بارش کی وجہ سے ایک چٹان نے غار کا منہ بند کر دیا تھا، تو انہوں نے اپنے نیک اعمال کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو قبول ہوگئی اور چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اور وہ صحیح وسالم باہر نکل آئے۔ (بخاری شریف: ۸۸۳/ ۲، کتاب الادب، باب اجابة دعاء من برو الدیه۔ ومسلم شریف: ۳۵۳/ ۲، کتاب الذکر والدعاء، باب قصة اصحاب الغار الثلاثة)

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ دعا بغیر نکیر کے نقل فرمائی ہے یہ اس کے جواز کی دلیل ہے، امام نووی علیہ الرحمہ اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں:

"استدل اصحابنا بهذا على انه يستحب للانسان ان يدعو فى حال كربه وفى دعاء الاستسقاء وغيره بصالح عمله ويتوسل الى الله تعالىٰ به لان هؤلاء فعلوه فاستجيب لهم وذكره النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى معرض الثناء عليهم وجميل فضائلهم" (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۳۵۳/۲، باب قصة اصحاب الغار الثلثة والتوسل بصالح الاعمال)

[اس حدیث شریف سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ آدمی کے لئے مستحب ہے کہ وہ پریشانی کے وقت اور استسقاء وغیرہ کی دعاء میں اپنے نیک عمل کی برکت اور اس کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، کیونکہ ان تینوں نے ایسا ہی کیا تھا، سو ان کی دعا قبول ہوگئی، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ذکر ان کی تعریف اور ان کے اچھے اعمال کے سلسلہ میں کیا ہے۔]

توسل بالذات جمہور علماء امت کے نزدیک جائز ہے، البتہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین نے اس کا انکار کیا ہے، اور انہوں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب

"القاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ" کے نام سے تصنیف کی ہے، اس کے علاوہ بھی انہوں نے اپنی دیگر کئی کتابوں میں مثلاً "فتاویٰ منہاج السنۃ" اور "زیارۃ القبور" وغیرہ میں اجمالاً وتفصیلاً اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔

لیکن توسل کا انکار حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی عالم نے نہیں کیا، بلکہ حافظ صاحب ہی اس مسئلہ کے پہلے منکر ہیں، چنانچہ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وحسبك أن انکار ابن تیمیة للإستغاثة والتوسل قول لم یقله عالم قبله وصار به بین أهل الاسلام مثلة" (شفاء السقام للعلامۃ السبکی: ۱۲۰) [تیرے تعجب کے لئے بات کافی ہے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا طفیل اور توسل سے انکار کا قول ایسا ہے کہ ان سے پہلے کسی عالم نے ایسا نہیں کیا، اور اسی وجہ سے وہ اہل اسلام میں بدنام ہو گئے ہیں۔]

اسی طرح علامہ ابن عابدین الشامی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وقال السبکی یحسن التوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الی ربه ولم ینکره أحد من السلف والخلف الا ابن تیمیة فابتدع مالم یقل عالم قبله" (رد المحتار علی الدر المختار: ۶/۳۹۷)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر اور توسل کا رد کیا تو ان کی تردید میں علامہ عبدالکافی السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "شفاء السقام" کے نام سے کتاب تالیف فرمائی اور "شفاء السقام" کا رد حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حافظ ابن الہادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف "الصارم المنکی" سے کیا، پھر اس کے رد میں علامہ بن علان رحمۃ اللہ علیہ نے "المبرد المنکی" تصنیف فرمائی۔

بعض لوگوں نے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شفاء السقام" کو تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے، لیکن ان کی رائے بالکل غلط ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ولیس ردہ تعصباً بل هو مصیب فیما رد به شهد به الجلة" [سبکی کا رد کرنا تعصب پر محمول نہیں بلکہ وہ اس رد میں درست رائے کے حامل ہیں، جلیل القدر حضرات نے اس کی شہادت دی

ہے۔](التعلیقات السنیۃ:۱۹۶)

جمہور علماء امت کے نزدیک توسل خواہ احیاء سے ہو یا اموات سے، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے، بہر حال اس کی حقیقت اور ان سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ تعالیٰ ہے، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ توسل کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

کسی شخص کو جو جاہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس جاہ کے بقدر اس پر رحمت متوجہ ہوتی ہے، توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! جتنی رحمت اس پر متوجہ ہے اور جتنا قرب اس کا آپ کے نزدیک ہے اس کی برکت سے مجھ کو فلاں چیز عطا فرما۔ کیونکہ اس شخص سے تعلق ہے، اسی طرح اعمال صالحہ کا توسل آیا ہے، حدیث شریف میں اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ اس عمل کی جو قدر حق تعالیٰ کے نزدیک ہے اور ہم نے وہ عمل کیا ہے اے اللہ! ببرکت اس عمل کے ہم پر رحمت ہو۔

اور حاصل توسل فی الدعاء کا بھی یہی ہے کہ اے اللہ! فلاں بندہ آپ کا مورد رحمت ہے اور مورد رحمت سے محبت اور اعتقاد رکھنا بھی موجب جلب رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں، پس ہم پر رحمت فرما۔(نشر الطیب:۳۴۸)

اور چونکہ توسل بالرحمۃ کے جواز بلکہ ارجی للقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں، لہذا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ العظام اور صلحاء کرام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ قبولیت دعا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن اور افضل ہے، قرآن اور حدیث کے ارشادات وتصریحات سے اس قسم کا توسل بلاشبہ ثابت ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ”وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔“ (سورۂ بقرہ:۸۹)[اور جب پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر۔]

”یستفتحون“ استفتاح سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں مدد طلب کرنا۔

014 Bab Jamiddua

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح القدیر (۱/۹۵) میں لکھتے ہیں: "الاستفتاح الاستنصار"

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (روح المعانی: ۳۲۰/۱ میں) فرماتے ہیں: "نزلت فی بنی قریظة والنضیر کانوا یستفتحون علی الأوس والخزرج برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل مبعثه قاله ابن عباس وقتادة" [یعنی اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اہل کتاب میں بنو قریظہ اور بنو نضیر اپنے مخالف فریق قبائل اوس اور خزرج پر فتح طلب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے:

"اللهم إنا نسئلك بحق نبيك الذي وعدتنا أن تبعثه في آخر الزمان أن تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون" (حوالہ بالا) یعنی اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس آخر الزماں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اور وسیلہ سے جس کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ آج کے دن ہمارے دشمن پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔ پس ان کی مدد کی جاتی یعنی ان کی دعا قبول ہوتی اور وہ غالب آجاتے۔]

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں: قرآن کریم کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں اور ان پر جو کتاب نازل ہوگی ان کے طفیل کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ (تفسیر عثمانی: ۱۷، سورۂ بقرہ)

تو جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما نہ ہوئے تھے اس وقت بھی اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کر کے فتح یاب ہوتے تھے، حق تعالیٰ شانہ نے اس واقعہ کو بیان کر کے قرآن مجید میں اس قسم کے توسل کی کہیں تردید نہیں فرمائی۔ احادیث شریف میں سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی زیر بحث روایت سے صراحۃً توسل ثابت ہوتا ہے، اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ ایک نابینا آدمی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی

درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اس دعا کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے، اور اگر تو چاہے تو دعا کردوں، اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کردیجئے، آنحضرت ﷺ نے اس کو حکم فرمایا؛ کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا کرے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ لِيَقْضِيَ لِيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ." ابن ماجہ کی روایت میں وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔

اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ کسی مقبول شخصیت سے اپنی کسی حاجت کے لئے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے، جیسا کہ نابینا نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی عافیت کے لئے دعا کی درخواست کی تھی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی مقبول شخصیت کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اپنے توسل سے دعا کرنے کا حکم فرمایا تھا، اسی طرح حضرت مصعب بن سعد عن ابیہ کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "إنما ينصر الله هذه الأمة بضعيفها دعوتهم وإخلاصهم" (نسائی شریف: ٦۴/ ۲، كتاب الجهاد، الاستنصار بالضعيف) [اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد فرماتے ہیں اس کے کمزور بندوں اور ان کی دعاؤں اور اخلاص کے طفیل۔]

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ذات اور اعمال واخلاص کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے، بلکہ قبولیت دعا کے لئے اکابرین امت کا طریقہ ہے، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں ہر روز ان کی قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہوتا ہوں، اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دعا کرتا ہوں، اس کے بعد جلد میری مراد پوری ہوجاتی ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ (٦/ ۲) میں رقمطراز ہیں: "ومن أدب الدعاء تقديم الثناء على الله والتوسل بنبي الله يستجاب" [اور

دعا کا مستحب طریقہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ کو مقدم کیا جائے تا کہ دعا کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔]

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں: "استغاثہ" و "توسل" کے تین معنی ہیں:

(۱)...... ایک یہ کہ حق تعالیٰ شانہ سے دعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کردے، یہ باتفاق جائز ہے، خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔

(۲)...... دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے (اللہ تعالیٰ کے نام کا تمہیں واسطہ دیتا ہوں) تم میرا فلاں کام کردو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ دور کہے۔

(۳)...... تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردیویں:

اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوزین سماع موتیٰ اس کے جواز کے قائل ہیں اور مانعین سماع موتیٰ منع کرتے ہیں، سواس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے، مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی واسطے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ: ۱/۹۳)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث شریف "اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون"

(بخاری شریف: ۱/۱۳۷، ابوب الاستسقائ، باب سوال الناس الامام الاستسقاء)

[اے اللہ! ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے، اور آپ ہم کو بارش عطا فرماتے تھے، اور اب اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعہ سے آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں، سو ہم کو بارش عنایت کیجئے، تو بارش ہو جاتی تھی۔] کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ توسل آنحضرت کی زندگی میں یوں تھا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا کی التجا کرتے تھے، اور وہ حضرات بھی دعا کرتے تو اس طریقہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی شفاعت اور دعا کا وسیلہ چاہتے تھے، تو مطلب یہ ہے کہ یہ توسل احیاء کے ساتھ مختص ہے، اور وہ بھی توسل بالذات نہیں بلکہ توسل بالعمل والدعاء ہے۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا تھے اور اس کے ساتھ ایمان اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کے فیض سے بھی مالا مال تھے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دعا کے لئے آگے کیا۔

درحقیقت یہ تاویل بارد ہے، اس لئے کہ جس وجہ سے توسل کیا جاتا ہے وہ وجہ ان تمام حالات اور مقامات میں پائی جاتی ہے، بلکہ زندہ کی بنسبت مردہ میں زیادہ کمال کے ساتھ وہ وجہ موجود ہے، کیونکہ زندہ انسان تغیر احوال سے مامون نہیں، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی کی اقتداء کرنا چاہو تو میت کی اقتداء کرو، اس لئے کہ زندہ فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا۔

البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بجائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کرنے کا مقصد اوّل تو اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ بلاواسطہ توسل کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربت حسیہ یا قربت معنویہ سے تعلق رکھنے والے کے واسطے سے توسل کیا جائے۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ''اس حدیث شریف سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا، جب اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو، قربت حسیہ یا قربت معنویہ کا توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا، نہ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے۔ (نشر الطیب: ۲۵۰)

اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ

اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں: "ويستفاد من قصة العباس رضي الله تعالىٰ عنه استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة" [حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل خیر وصلاح اور خاندان نبوت سے تعلق رکھنے والے حضرات کو بطور توسل پیش کرنا مستحب ہے۔]

(نیل الاوطار للشوکانی: ۹/ ۴، باب سوال الناس الامام الاستسقاء، وعمدۃ القاری: ۳۳/ ۷، باب مذکور)

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور تعلق ہی کی وجہ سے قبول ہوئی، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فهذه دعوة مستجابة ببركة نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" (طبقات الشافعیۃ الکبری: ۷۰/ ۲، ومنها علی ید العباس عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اگر یوں کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا" کہ زندہ اور مردہ دونوں سے توسل کے جواز کی طرف اشارہ کیا، زندہ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ توسل کر رہے ہیں، اس سے زندہ کے توسل کی طرف اشارہ ہے، اور عم کی نبی کی طرف اضافت کر کے اللہ پاک کی رحمت کو نبی کے ذریعہ متوجہ کرنا چاہا ہے (جو وفات پا چکے ہیں) اور اس میں کیا شک ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ کا توسل نبی سے نسبت ہی کی وجہ سے تو ہے، تو اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم (وفات یافتہ) اور عباس رضی اللہ عنہ (زندہ) دونوں کا توسل ثابت ہوگیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ توسل بالذات اور توسل بصالح الاعمال میں نزاع، نزاع لفظی ہے، کیونکہ جو حضرات توسل بالذات کے قائل ہیں ان کی مراد یہ ہرگز نہیں کہ مثلاً حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو العیاذ باللہ تعالیٰ وصف نبوت اور رسالت اور ان دینی خدمات سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں سرانجام دی ہیں الگ کر کے توسل کیا جائے، یا معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی شرط سے صرف نظر کر لی جائے، یہ کسی کے وہم میں بھی نہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر اولیاء اور مقبول بندوں کو ان کے اوصاف حسنہ

سے جدا کر کے محض ان کی ذات ہی کو ملحوظ رکھا جائے ایسا بھی نہیں، بلکہ جہاں بھی ان حضرات کا توسل ہوگا وہاں ان کے ساتھ محبت اور ان کے نیک کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت پیش نظر ہوگی، جیسا کہ قرآن مجید میں "هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ" (سورۂ آل عمران: ۳۸) میں حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام پر رحمت سے توسل اور آپ کی دعا کا قبول ہونا مذکور ہے، ذکر اگرچہ ذات کا ہوتا ہے کیونکہ صالح اعمال آخر کسی ذات ہی سے صادر ہوں گے، از خود تو ان کا صدور نہیں ہوسکتا، لیکن اس ذات اور موصوف کے اعمال اور صفات کو بھی اس میں دخل ہے تو توسل بصالح الاعمال ذات کے واسطے کے بغیر سمجھ سے باہر ہے، اس لئے ہمارے نزدیک توسل بالذات اور توسل بصالح الاعمال کا مآل بالآخر ایک ہی ہے۔ صرف اس کی تعبیر اور تشریح کا فرق ہے اور نزاع صرف لفظی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ چونکہ توسل بصالح الاعمال کے قائل ہیں تو توسل بالذات کا بھی ان کو اقرار کر لینا چاہئے، کیونکہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہم بھی محض ذات کا توسل نہیں کرتے، ان کے ذہن میں جو یہ وہم ہے کہ ذات سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) اس ذات کا رتبہ اور درجہ خدا تعالیٰ سے بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے، یا اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر اور زور ہے (العیاذ اللہ) تو یہ کسی مسلمان کے وہم میں بھی نہیں آتا۔ (مسئلہ کی مکمل تحقیق کے لئے دیکھئے تسکین الصدور باب التوسل: ۳۹۷ تا ۴۳۹)

چنانچہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے اس وہم اور نظریہ کا اس طرح رد کیا ہے:

"فالتوسل والتشفع التوجه والإستغاثة بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسائر الأنبياء والصالحين ليس لها معنى فى قلوب المسلمين غير ذلك ولا يقصد بها أحد منهم سواه فمن لم ينشرح صدره لذلك فليبك على نفسه" (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ۱۲۹)

اس عبارت میں علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس وہم کی تردید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ ہر مسلمان کا یہی نظریہ ہوتا ہے کہ جن حضرات کے توسل سے دعا مانگی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندے ہیں اور ان کی محبت اور ان سے لگاؤ نزول رحمت الٰہ کا ذریعہ ہے اور یہ جائز ہے۔

البتہ اگر کسی مردہ یا زندہ سے مافوق الاسباب مرادیں مانگی جائیں، مطلوب منہ حق تعالیٰ کے بجائے کوئی اور ہو یہ شرک ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے حوالہ سے اس کا شرک ہونا پہلے نقل کیا جاچکا ہے، اسی وجہ سے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ توسل کے بارے میں اس طرح تفصیل فرماتے ہیں: ''اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ توسل بالمخلوق کی تین تفسیریں ہیں: ایک مخلوق سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا، جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے اور دوسری تفسیر یہ کہ مخلوق سے دعا کی درخواست کرنا اور یہ میت میں کسی دلیل سے ثابت نہیں، پس یہ صورت زندہ کے ساتھ خاص ہوگی اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اس مقبول مخلوق کی برکت سے اور اس کو جمہور نے جائز رکھا ہے۔ (خیر الفتاویٰ: ۱/۱۹۵)

تنبیہ

فقہاء کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ توسل کے موقع پر ''بحق فلاں'' کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: "ویکرہ أن یقول فی دعائہ بحق فلان أو بحق انبیائك أو رسلك لأنہ لا حق للمخلوق علی الخالق" (الہدایہ: ۴/۲۲۱)

[اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں یوں کہے کہ میں بحق فلاں یا بحق ابنیاء یا بحق رسل تجھ سے دعا کرتا ہوں کیونکہ مخلوق کا خالق پر ''بطور وجوب کے'' کوئی حق نہیں ہے۔]

اسی طرح فتاویٰ سراجیہ میں ہے: "یکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلان او بحق رسلك وانبیائك۔ الخ" (تسکین الصدور: ۴۲۰ بحوالہ فتاویٰ سراجیہ: ۷۲)

ان عبارات سے بعض اوقات مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ احناف توسل کے قائل نہیں، حالانکہ یہاں لفظ حق سے روکا گیا ہے، اور اس کی وجہ بھی صرف یہ ہے کہ معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک پروردگار پر واجب اور ضروری ہے کہ نیکیوں پر بندوں کو ثواب دے، اور بدیوں پر عذاب دے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو معاذ اللہ اس کا عدل باقی نہیں رہے گا

اور اس کا جہل وغیرہ لازم آئے گا۔ (العیاذ باللہ)

لیکن اہل السنۃ والجماعت اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس پر کسی کا کوئی حق عائد نہیں، ہاں اپنے ارادہ سے جس حق کا اس نے وعدہ کیا ہے وہ بجا ہے، اور وہ حق تفضلی ہے الزامی نہیں۔ اس میں نہ تو کلام ہے اور نہ اس سے کسی قسم کا جبر لازم آتا ہے، چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ" (سورۂ یونس: ۱۰۳)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے عقیدے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لا يجب على الله شيء خلافاً للمعتزلة" [کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں، بخلاف معتزلہ کے کہ وہ وجوب کے قائل ہیں۔] (مرقاۃ: ۱/۹۸)

حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"بحق فلاں کہنا درست ہے، اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرمایا ہے اس کے ذریعہ سے مانگتا ہوں، مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی مراد رکھتے ہیں، سو اس واسطے معنی موہم اور مشابہ معتزلہ ہو گئے تھے، لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے کہ جو رافضیوں کے ساتھ مشابہ کر دے۔" (فتاویٰ رشیدیہ: ۱/۶۳)

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ ان عبارات کا یہ مطلب نہیں کہ توسل مطلقاً ناجائز ہے، بلکہ یہاں صرف لفظ "حق" کے استعمال سے روکا گیا ہے۔ (نفحات التنقیح: ۳/۲۸۱)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ أتم وأحکم

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق علماء دیوبند کی اجماعی مسلکی دستاویز المہند علی المفند کا حوالہ پیش کر دیا جائے۔

علماء حرمین شریفین کی طرف سے ارسال کردہ سوالوں میں سے ایک سوال توسل کے متعلق بھی تھا، وہ سوال اور اس کا علماء دیوبند کی طرف سے جواب حسب ذیل ہے۔

السوال الثالث والرابع

(۳)...... هل للرجل ان يتوسل فی دعواته بالنبی صلی الله علیه وسلم بعد الوفات ام لا؟

(۴)...... یجوز التوسل عندکم بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشهداء اولیاء رب العالمین ام لا؟

الجواب

عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشهداء والصدیقین فی حیاتهم وبعد وفاتهم بأن یقول فی دعائه اللهم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلك کما صرح به شیخنا ومولانا الشاه محمد اسحٰق الدهلوی ثم المهاجر المکی ثم بینه فی فتاواه شیخنا ومولانا رشید احمد الگنگوهی رحمة الله علیهما وفی هذا الزمان شائعة مستفیضة بایدی الناس وهذه المسئلة مذکورة علی صفحه:۹۳، من الجلد الاول منها فلیراجع الیها من شاء۔ (اشرف التوضیح:۲/۲۹۲)

تیسرااور چوتھاسوال

کیاوفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟

تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء صدیقین اور شہداء واولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یاناجائز؟

جواب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء واولیاء وشہداء وصدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کہ کہے یااللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی ثم المکی رحمۃ اللہ علیہ نے، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے، جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ: ۹۳ر پر مذکور ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

014 Bab Jamiddua

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا

{۲۳۸۲} وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاؤُدَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ، قَالَ: وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَکَرَ دَاؤُدَ یُحَدِّثُ عَنْہُ یَقُوْلُ کَانَ اَعْبَدَ الْبَشَرِ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۸۷، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، حدیث نمبر: ۳۴۹۰۔

حل لغات: العمل: کام، جمع: اعمال، نفس: روح، جمع: نفوس، بشر: آدمی، اسم جنس ہے۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ'' [اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا اور تیرے عاشقوں کی محبت کا اور تیری محبت تک پہنچانے والے عمل کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو اپنی محبت میرے نزدیک میرے نفس اور میرے مال اور میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنادے۔]

راوی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے زمانے کے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار تھے۔

تشریح: وحب من یحبك: علماء وصلحاء، خدام دین اور اللہ تعالیٰ کے عشاق کی محبت مراد ہے۔

والعمل الذی یبلغنی حبک: مراد اعمال صالحہ ہیں۔ اس لئے کہ اعمال صالحہ ہی اللہ تعالیٰ کی محبت تک پہنچانے والے ہیں۔

اشکال مع جواب

اشکال: اس حدیث شریف کے اندر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق کہ "کان اعبد البشر" تھے، اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فضیلت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔

جواب: یہ ہے کہ "اعبد البشر" سے مراد فی عصرہ ہے کہ اپنے زمانے کے اعتبار سے وہ "اعبد البشر" ہیں۔

فائدہ: حضرت داؤد علیہ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے محبین وعشاق کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت تک پہنچانے والے اعمال کی محبت کا سوال کرتے تھے، تو ہم کو کس درجہ اس دعا کا اہتمام کرنا چاہئے؟ اسی کی طرف توجہ دلانے کے لئے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ایک کامل دعا

{۲۳۸۳} **وَعَنْ** عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلّٰى بِنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ صَلَاةً فَاَوْجَزَ فِيْهَا، فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ الْقَوْمِ لَقَدْ خَفَّفْتَ وَاَوْجَزْتَ الصَّلَاةَ فَقَالَ: اَمَا عَلَيَّ ذٰلِكَ لَقَدْ دَعَوْتُ فِيْهَا بِدَعْوَاتٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ تَبِعَهٗ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ هُوَاَبِيْ غَيْرَ اَنَّهٗ كَنٰى عَنْ نَفْسِهٖ، فَسَاَلَهٗ عَنِ الدُّعَاءِ ثُمَّ جَاءَ فَاَخْبَرَبِهِ الْقَوْمَ، اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَاعَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا

لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الوَفَاةَ خَیْراً لِیْ، اَللّٰھُمَّ وَاَسْاَلُکَ خَشْیَتَکَ فِیْ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ وَاَسْاَلُکَ کَلِمَةَ الْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَاَسْاَلُکَ الْقَصْدَ فِیْ الْفَقْرِ وَالْغِنیٰ وَاَسْاَلُکَ نَعِیْماً لَا یَنْفَدُ وَاَسْاَلُکَ قُرَّةَ عَیْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَاَسْاَلُکَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَاَسْاَلُکَ بَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَسْاَلُکَ لَذَّةَ النَّظْرِ اِلیٰ وَجْھِکَ وَالشَّوْقَ اِلیٰ لِقَائِکَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْنَا ھُدَاةً مَھْدِیِّیْنَ۔ ﴿رواہ النسائی﴾

حوالہ: نسائی شریف: ۱/۱۵۶، کتاب الصلوۃ باب السھو، باب الدعاء بعد الذکر، حدیث نمبر: ۱۳۰۶۔

حل لغات: اوجز: وجز (ض) وجزاً مختصر کرنا، اوجز (افعال) مختصر کرنا، خففت: خف (ض) خفاً، ہلکا ہونا، خفف (تفعیل) ہلکا کرنا، کنی: کنی (ض) کنیة، چھپانا، الغیب: پوشیدہ چیزیں، جمع: غیوب، الخلق: مخلوق، جمع: خلائق۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی جس میں انہوں نے اختصار کیا، ان سے کسی شخص نے کہا کہ آپ نے نماز ہلکی اور مختصر کردی، تو انہوں نے فرمایا: یہ میرے لئے مضر نہیں ہے اس لئے کہ میں نے اس میں وہ دعائیں پڑھی ہیں جن کو میں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، جب وہ چلے تو مجمع میں سے ایک آدمی ان کے ساتھ ہولیا جو میرے والد محترم تھے؛ لیکن انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا، انہوں نے دعا کے بارے میں پوچھ کر مجمع کو دعا بتادی وہ دعا یہ تھی:

"اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَیْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَاعَلِمْتَ الْحَیٰوةَ خَیْراً لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الوَفَاةَ خَیْراً لِیْ. اَللّٰھُمَّ وَاَسْاَلُكَ خَشْیَتَكَ فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ وَاَسْاَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِیْ الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَاَسْاَلُكَ الْقَصْدَ فِیْ الْفَقْرِ وَالْغِنیٰ وَاَسْاَلُكَ نَعِیْماً لَا یَنْفَدُ وَاَسْاَلُكَ قُرَّةَ عَیْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَاَسْاَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَاَسْاَلُكَ بَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَسْاَلُكَ لَذَّةَ النَّظْرِ اِلیٰ وَجْھِكَ وَالشَّوْقَ اِلیٰ لِقَائِكَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ

اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَۃِ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْنَاھُدَاۃً مَّھْدِیِّیْنَ"

[اے اللہ! اپنے علم غیب اور مخلوق پر اپنی قدرت کے طفیل مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں میرے لئے زندگی بہتر ہو، اور جب تو جانے کہ موت میرے لئے بہتر ہے تو مجھے موت دیدے۔ اے اللہ! میں تجھ سے خشیت کا سوال کرتا ہوں خلوت میں، جلوت میں۔ اے اللہ! میں تجھ سے کلمہ اخلاص کا سوال کرتا ہوں، رضا میں اور ناراضگی میں۔ اے اللہ! میں تجھ سے میانہ روی اور اعتدال پسندی کا سوال کرتا ہوں فقر میں اور مالداری میں، اور ایسی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہو، ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں جو منقطع نہ ہو، اے اللہ! میں تیرے ہر فیصلہ پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے موت کے بعد اچھی زندگی کا سوال کرتا ہوں۔ اور تجھ سے تیرے چہرہ کو دیکھنے کی لذت کا سوال کرتا ہوں، تیری ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں کسی ضرر رساں تکلیف اور گمراہ کن تاریک فتنے کے بغیر۔ اے اللہ! ہم کو ریحان کی زینت کے ساتھ مزین فرما اور ہادی اور ہدایت یافتہ بنا۔]

تشریح: صلی بنا عمار بن یاسر صلوۃ: مراد فرض اور نفل نماز دونوں ہو سکتی ہیں؛ یعنی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نماز تو پڑھائی لیکن یہ واضح نہیں کہ وہ نماز فرض تھی یا نفل، شارحین کا دونوں طرف خیال ہے: "یحتمل ان تکون مکتوبۃ او نافلۃ" (مرقاۃ: ۳/۱۶۱)

فاوجز فیھا: یعنی انہوں نے نماز تو مختصر کی؛ لیکن اتنی نہیں کہ فرائض وواجبات اور سنن ونوافل میں کوتاہی کردیجائے؛ بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے فرائض وواجبات اور سنن ونوافل کی مکمل رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھائی؛ مگر زیادہ لمبی نہیں بلکہ مختصر پڑھائی۔

فقال اما علی ذلک: انہوں نے جواب دیا کہ میں نے مختصر نماز ضرور پڑھائی ہے؛ لیکن یہ میرے لئے مضر نہیں ہے؛ اس لئے کہ میں نے اس میں وہ دعا پڑھی ہے جو میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے جو بہت مفید ہے۔

فلما قام تبعہ رجل من القوم: یعنی نماز پڑھا کر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جانے لگے تو مجمع میں سے ایک شخص ان سے دعا پوچھنے کے لئے ان کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے گیا۔

ھو ابی الخ: راوی کہتے ہیں کہ وہ جانے والا آدمی میرے والد محترم تھے؛ لیکن انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا ہے۔ اس لئے کہ وہ حضرات کمال اخلاص کی وجہ سے اپنے آپ کو نمایاں کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ ہر چیز کے موقع پر اپنے آپ کو چھپانا چاہتے تھے۔

ثم جاء فاخبر بہ القوم: یعنی حضرت سائب نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے دعا پوچھنے کے بعد لوگوں کو بھی اس دعا سے آگاہ کیا۔

اللھم بعلمک الغیب الخ: اس دعا میں علم وقدرت کا توسل ہے۔

احینی الخ: یعنی میری زندگی میں خیر وعافیت کا معاملہ فرما۔

توفنی اذا علمت الوفات خیر الی: مراد یہ ہے کہ ایمان پر خاتمہ فرما۔

''اور مانگتا ہوں کلمۂ حق'' الخ، کا مطلب یہ ہے کہ میرے اندر اتنی استقامت اور بے خوفی پیدا فرما کہ میں ہمیشہ کلمۂ حق یعنی حق بات کہوں چاہے مجھ سے لوگ خوش ہوں یا ناراض ہوں، یا یہ کہ اپنی خوشی کی حالت میں بھی اور خفگی کی حالت میں بھی کلمۂ حق ہی کہوں، عوام کی طرح نہ ہو جاؤں کہ جب وہ خفگی کی حالت میں ہوتے ہیں تو برا کہتے ہیں اور جب خوش ہوتے ہیں تو خوش آمدید کرتے ہیں۔

''آنکھ کی ٹھنڈک'' سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے انسان اپنے اندر جذبۂ طاعت وعبادت کامل اور حقیقی لذت وکیف پاتا ہے۔ یا اس سے مراد دعا مانگنے والے کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کا باقی رہنا ہے۔ اسی طرح ''آنکھ کی ٹھنڈک'' سے نماز پر پختگی اور اس کی پابندی بھی مراد ہو سکتی ہے اور اس کے مفہوم کو زیادہ وسعت دی جائے تو ''دونوں جہان کی بھلائیاں بھی مراد لی جا سکتی ہیں۔

فی غیر ضراء مضرۃ: [ایسی حالت میں جو ضرر نہ پہنچائے] کا تعلق جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ ''شوق ملاقات'' سے ہے یعنی ''میں تیری ملاقات کا ایسا شوق چاہتا ہوں جو میری راہ سلوک میں، راہ اداب پر میری استقامت میں اور احکام واعمال کی بجا آوری اور ادائیگی میں نقصان نہ پہنچائے، کیونکہ جن لوگوں کو راہ سلوک وتصوف پر گامزن ہونے کا شرف حاصل ہے وہ جانتے ہیں کہ باری تعالی کی ملاقات کا شوق بسا اوقات وارفتگی وبے خودی کی اس منزل تک پہنچ جاتا ہے جسے ''غلبۂ حال کہا جاتا ہے

اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب قدم راہ ادب کی استقامت سے بے نیاز ہوجاتے ہیں، سلوک میں کوتاہی پیدا ہوجاتی ہے اور احکام واعمال میں نقصان واقع ہوجاتا ہے، چنانچہ اگلے جملہ ''ولا فتنة مضلة'' کا بھی یہی مطلب ہے کہ ایسا شوق چاہتا ہوں جو راہِ استقامت سے ہٹانے والی اور احکام واعمال میں بے راہ روی پیدا کرنے والی آزمائش میں مبتلا نہ کرے۔

یا پھر کہا جائے گا کہ اس جملہ کا تعلق دعا کے ابتدائی لفظ ''احینی'' سے ہے تاکہ اس کا مفہوم دعا میں مذکور تمام چیزوں پر حاوی ہوجائے، یعنی مجھ کو ان مذکورہ نعمتوں کے ساتھ اسی طرح زندہ رکھ کہ ایسی بلاء وآزمائش میں گرفتار نہ ہوجاؤں جس میں صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور میں گمراہی میں پڑ جاؤں۔

''راہِ راست پر چلنے والے بنا'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم دوسروں کو اچھی راہ بتائیں اور دوسروں کو نیک زندگی اختیار کرنے کی تلقین کریں، اسی طرح ہم خود بھی اس پر عمل کرتے ہوئے اچھی راہ اپنائیں۔ اور نیک زندگی اختیار کریں۔ ہماری حالت ''خود رافضیحت ودیگرے رانصیحت'' والی نہ ہو بلکہ ہمارا عمل ہمارے قول کے مطابق ہو۔

فائدہ: یہ دعا انتہائی جامع اور دنیا وآخرت کی تمام نعمتوں کو شامل ہے، اسلئے اس دعا کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

تین اہم چیزوں کی دعا

{۲۳۸۴} وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ الْفَجْرِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعاً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً وَرِزْقاً طَيِّباً۔ رواه احمد وابن ماجه والبيهقي في الدعوات الكبير۔

حوالہ: مسند امام احمد: ۶/۲۹۳، ابن ماجہ شریف: ۶۶، ابواب اقامة الصلوة الخ، باب مایقال بعد التسلیم، حدیث نمبر: ۹۲۵۔ بیہقی فی الدعوات الکبیر: الدعاء دبر الصلوة، حدیث نمبر: ۹۱۔

حل لغات: دبر: پچھلا حصہ، جمع: ادبار، عملا: کام، جمع: اعمال۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعاً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً وَرِزْقاً طَيِّباً" [اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں نفع دینے والا علم، قبول کیا جانے والا عمل اور پاکیزہ رزق۔]

تشریح: فی دبر الفجر: یعنی حضرت نبی کریم ﷺ نماز فجر کے بعد یہ دعا کرتے تھے؛ اس لئے آدمی کو نماز کے بعد دعا کا اہتمام کرنا چاہئے، جیسا کہ پوری امت کا عمل ہے، اور ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جس سے حضرت نبی کریم ﷺ کے طریقے سے فرار کی بو بھی آتی ہو، جیسا کہ بعض لوگ نمازوں کے بعد دعا نہیں کرتے اور کمال سمجھتے ہیں، بلکہ دعا کرنے والوں پر نکیر کرتے ہیں؛ حالانکہ نمازوں کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کے ساتھ دعا کرنا صحیح اور صریح روایات سے ثابت ہے:

"عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ دُبُرَ کُلِّ صَلوٰةٍ مَکْتُوْبَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" (بخاری شریف: ۱/۱۱۷)

[حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے، اور اسی کے لئے حمد ہے، وہ ہر شی پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! تو جس کو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور تو جسے منع کردے اس کو کوئی دینے والا نہیں، اور کسی کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش تیرے مقابلہ میں کوئی نفع نہیں دے سکتی۔]

صحیح اور صریح اور روایتوں کے باوجود بعض لوگوں کا دعا نہ کرنا یہ ہٹ دھرمی پر مبنی ہے؛ اور صریح وصحیح احادیث کی مخالفت ہے۔

علما نافعا: مراد علم پر عمل ہے۔

وعملا متقبلا: مراد قابل قبول اعمال ہیں۔

رزقا طیبا: مراد رزق حلال ہے، جب تک رزق حلال نہ کھائے گا تو نہ عمل صالح کی توفیق ہوگی اور نہ ہی علم نافع سے بہرہ ور ہو سکے گا۔

شکرگزار ہونے کی دعا

{۲۳۸۵} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ دُعَاءٌ حَفِظْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدَعُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَ اَتَّبِعُ نُصْحَكَ وَ اَحْفَظُ وَصِیَّتَكَ۔ ﴿رواه الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۲۰۱، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی ﷺ الخ، باب: ۱۲۳، حدیث نمبر: ۳۵۰۴۔

حل لغات: حفظت: حفظ (س) حفظاً، یاد کرنا، ادعہ: ودع: (ن) ودعاً، چھوڑنا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا یاد کی ہے جسے میں نہیں چھوڑتا ہوں "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَ اَتَّبِعُ نُصْحَكَ وَ اَحْفَظُ وَصِیَّتَكَ"

[اے اللہ! تو مجھے ایسا کردے کہ تیرا شکر بہت زیادہ کروں، اور تیرا ذکر کثرت سے کروں، اور تیری نصیحت کا اتباع کروں، اور تیری وصیت کی حفاظت کروں۔]

تشریح: ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے انعامات کی بارش ہوتی ہی رہتی ہے؛ اس لئے آدمی کو شکر کی توفیق کی دعا مانگنی چاہئے؛ تاکہ انعامات میں مزید اضافہ ہو۔

واتبع نصحک واحفظ وصیتک: نصیحت سے مراد حقوق العباد اور وصیت سے مراد حقوق اللہ ہیں۔ "النصیحة هی ارادة الخیر للمنصوح له فیراد بها حقوق العباد والوصیة متابعة الامر والنهی من حقوق الله تعالیٰ والله اعلم" (مرقاۃ: ۳/ ۱۶۴)

دعائے صحت

{۲۳۸۶} وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰى بِالْقَدْرِ۔

حوالہ: بیهقی فی الدعوات الکبیر، مایستحب للداعی، حدیث نمبر:۲۱۶۔

حل لغات: الصحة: تندرستی، صح (ض) صحاً، تندرست ہونا، العفة: عف (ض) عفا و عفة، پاک دامن ہونا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰى بِالْقَدْرِ"

[اے اللہ! میں تجھ سے صحت وعفت اور امانت اور حسن خلق اور رضا بالقضا کا سوال کرتا ہوں۔

تشریح: اللهم انی اسألك الصحة: مراد جسمانی روحانی ہر طرح کی صحت ہے۔

و العفة: مراد منہیات اور سیئات سے اجتناب ہے۔

و الامانة: مراد مخلوقات کے ساتھ خیانت نہ کرکے امانت داری کا معاملہ کرنا ہے۔

و حسن الخلق: مراد لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت ہے۔ "الصحة ای صحة البدن من سیئی الاسقام او صحة الاحوال والاقوال والاعمال۔ العفة: ای التحرز عن الحرام والاجتناب عن الآثام والامانة بترك خیانة الانام۔ وحسن الخلق: ای حسن المعاشرة مع اهل الاسلام۔" (مرقاة: ۳/۱۶۴)

خصائل بد سے بچنے کی دعا

{۲۳۸۷} وَعَنْ اُمِّ مَعْبَدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکِذْبِ وَعَیْنَیَّ مِنَ الْخَیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِیْ الصُّدُوْرُ۔ ﴿رواھما البیہقی فی الدعوات الکبیر﴾

حوالہ: بیھقی فی الدعوات الکبیر: مایستحب اللداعی، حدیث نمبر: ۲۱۵۔

حل لغات: قلبی: دل، جمع: قلوب، طھر: طھر(ن) طھوراً، پاک ہونا، النفاق: نافق (مفاعلت) دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان ظاہر کرنا، لسانی: زبان، جمع: السنۃ: الاعین: جمع: ہے عین کی بمعنی آنکھ۔

ترجمہ: حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا:

"اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکِذْبِ وَعَیْنَیَّ مِنَ الْخَیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِیْ الصُّدُوْرُ"

[اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو کذب سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک فرمادے، اس لئے تو بالیقین آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔]

تشریح: ام معبد: میم پر زبر کے ساتھ، حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔

اللھم طھر قلبی من النفاق: یعنی میرا ایمان اس قدر مضبوط کردے کہ میرا ظاہر و باطن ایک ہوجائے۔

ولسانی من الکذب: جھوٹ یہ عند الناس اور عند اللہ ہر ایک کے نزدیک بہت بری خصلت ہے۔

وعینی من الخیانۃ الخ: یعنی جن چیزوں کا دیکھنا حرام ہے اس سے میری آنکھوں کی حفاظت فرما۔

دنیاو آخرت کی بھلائی کی دعا

{۲۳۸۸} وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ، فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ھَلْ کُنْتَ تَدْعُوْ اللّٰہَ بِشَیْئٍ اَوْ تَسْاَلُہٗ اِیَّاہُ؟ قَالَ: نَعَمْ، کُنْتُ اَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ مَاکُنْتَ مَعَاقِبِیْ بِہٖ فِی الْاٰخِرَۃِ فَعَجِّلْہُ لِیْ فِی الدُّنْیَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللّٰہِ لَاتُطِیْقُہٗ وَلَاتَسْتَطِیْعُہٗ، اَفَلَا قُلْتَ: اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، قَالَ: فَدَعَا اللّٰہَ بِہٖ فَشَفَاہُ اللّٰہُ۔ ﴿رواہ مسلم﴾

حوالہ: مسلم شریف: ۲/ ۳۴۳، کتاب الذکر والدعا، باب کراھۃ الدعاء بتعجیل العقوبۃ الخ، حدیث نمبر: ۲۶۸۸۔

حل لغات: عاد: عاد(ن) عوداً، وعیادۃ المریض: بیمار پرسی کرنا، الفرخ: پرندے کا بچہ، جمع: فیراخ وافراخ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی کی عیادت کی، جو پرندے کے بچے کی طرح ضعیف ہوگیا تھا، تو ان سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے کسی چیز کی دعا کرتے ہو یا یہ کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں یہ دعا مانگتا ہوں:

"اَللّٰھُمَّ مَا کُنْتَ مَعَاقِبِیْ بِہٖ فِی الْاٰخِرَۃِ فَعَجِّلْہُ لِیْ فِی الدُّنْیَا"

[اے اللہ! آپ جو سزا مجھ کو آخرت میں دینا چاہتے ہیں اس کو جلد ہی دنیا میں میرے لئے کر دیجئے۔]

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم نہ اس کی طاقت رکھتے ہو اور نہ ہی استطاعت رکھتے ہو، تم اس طرح دعا کیوں نہیں کرتے: "اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" [اے اللہ! ہم کو دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی نیکی عطا فرما، اور عذاب نار سے ہماری حفاظت فرما۔]

انہوں نے اسی طرح دعا کی تو ان کو شفا مل گئی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ انسان کو ایسی دعا نہیں کرنا چاہئے جس کا تحمل نہ کر سکتا ہو۔ اور آخرت کے عذاب کا تحمل تو کون کر سکتا ہے، اس لئے انسان کو ہمیشہ عافیت کی ہی دعا کرنا چاہئے، بلکہ دنیا و آخرت کی نیکی اور بھلائی کی دعا کرنا چاہئے، مذکورہ بالا دعا قرآن پاک میں بھی مذکور ہے۔ اور خود آنحضرت ﷺ بھی اس دعا کا بطور خاص اہتمام فرماتے تھے، اس لئے ہر انسان کو بھی اس دعا کا اہتمام کرنا چاہئے۔

غیر متحمل چیزوں کی دعا نہ مانگو

{۲۳۸۹} وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهٗ قَالُوْا: وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهٗ؟ قَالَ: يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيْقُ۔ ﴿رواه الترمذی وابن ماجه والبيهقی فِيْ شُعَبِ الاِيْمَانِ﴾ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۵۱، ابواب الفتن، باب ماجاء فی النهی عن سب الریاح، حدیث نمبر: ۲۲۵۴۔ ابن ماجہ شریف: ۲۹۰، ابواب الفتن، باب قوله تعالیٰ یا ایها الذین أمنوا علیکم الخ، حدیث نمبر: ۴۰۱۶۔ بیہقی فی شعب الایمان: ۷/۴۱۹، باب فی الاعراض عن اللغو، حدیث نمبر: ۱۰۸۲۴۔

حل لغات: نفس: روح، جمع: نفوس، البلاء، غم، جمع: بلایا۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مومن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: وہ اپنے نفس کو کیسے ذلیل کریگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی بلا اپنے سر لے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔"

تشریح: قال یتعرض من البلاء لما لا یطیق: یعنی بعض دفعہ انسان ایسی دعا کر بیٹھتا ہے کہ وہ اس کا متحمل نہیں ہوتا اور وہ اسے پورا نہیں کر پاتا جس کی وجہ سے اس کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔

یہ بات فراست مومن کے منافی ہے کہ وہ ایسی چیز یا کسی ایسے کام کی ذمہ داری قبول کرے جو اس کی طاقت اور اس کی رسائی سے باہر ہو، ایسا کرنا اپنے آپ کو رسوا اور ذلیل وخوار کرنا ہے، چنانچہ مذکورہ ارشاد گرامی مسلمانوں کو اسی نکتہ کی طرف توجہ دلا رہا ہے کہ وہ صرف ایسے ہی امور اپنے ذمہ لیں جن کی انجام دہی کی وہ طاقت ولیاقت رکھتے ہوں، کسی غرض، کسی لالچ یا کسی جذبہ کی تسکین کی خاطر غیر متحمل چیزوں کی ذمہ داری قبول کرنا مآل کار اپنی ذلت وخواری میں مبتلا ہونا ہے۔

تنبیہ: بظاہر یہ حدیث شریف اس باب سے متعلق معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر اس حدیث شریف کے مفہوم کو پچھلی حدیث کے مفہوم کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ اس باب سے گہرا تعلق ہے، اور وہ یہ کہ آدمی جس چیز کا متحمل نہ ہو اس کی دعا بھی نہ مانگے۔

باطن کی بہتری اور ظاہر کی شائستگی کی دعا

{۲۳۹۰} وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَاتُؤْتِی النَّاسَ مِنَ الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَیْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ۔ ﴿رواہ الترمذی﴾

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۹/۲، ابواب الدعوات، باب: ۱۲۰، حدیث نمبر: ۳۵۸۶۔

حل لغات: صالحۃ: اچھائی، جمع: صالحات: الناس: آدمی، جمع: اناس۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دعا پڑھا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْراً مِنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَاتُؤْتِیْ النَّاسَ مِنَ الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَیْرِ الضَّالِ وَلَا الْمُضِلِّ"

[اے اللہ! تو میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دے، اور میرے ظاہر کو بھی صالح بنا دے، اے اللہ! میں تجھ سے ان صالح چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ لوگوں کو اہل وعیال، مال، اولاد عطا فرماتے ہیں، جو نہ گمراہ ہوں نہ گمراہ کرنے والے ہوں۔]

تشریح: انسان عامۃً اپنے ظاہر کو عمدہ بنالیتا ہے، ظاہری اخلاق بھی سنوار لیتا ہے، مگر باطن کی طرف توجہ نہیں کرتا، باطن میں کیا کیا گندے اخلاق بھرے رہتے ہیں، جو بہت خطرناک حالت ہے۔

حدیث پاک میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے ظاہری اخلاق بھی عمدہ اور بہتر بنائے، مگر ساتھ ساتھ اس کی فکر کرنی چاہئے کہ انسان کا باطن ظاہر سے بھی عمدہ اور بہتر اور پسندیدہ ہو اور کوشش اور فکر کے ساتھ اس کے لئے دعاؤں کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ فقط

◆◆◆

تم الجزء الثالث عشر بحمد اللہ تعالیٰ واحسانہ وتوفیقہ تعالیٰ
وبمنہ وکرمہ ویلیہ الجزء الرابع عشر اولہ کتاب المناسك ان شاء اللہ تعالیٰ
ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وتب علینا انك انت التواب الرحیم
بحرمۃ حبیبك سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفر لہ